مسافر مدینہ بشیر حسن کی ڈائری

لبیک یا سیدی

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو ۔ کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو



کتب خانہ ... کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (القرآن)

من حج ولم یزرنی فقد جفانی (الحدیث)

مسافرِ حرمین بشیر کی ڈائری

لبیک یا سیدی

آقا نے جب غلام بشیر کو یاد فرمایا تو غلام لبیک یا سیدی کہتا ہوا

دربار میں حاضر ہو گیا

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب مدیر "ماہِ طیبہ" کی لکھی ہوئی

سفرِ حج کی ڈائری

جو آپ نے ۱۹۶۰ء میں حاضریٔ حرمین شریفین کے شرف سے مشرف ہوتے وقت لکھی اور جس نے ماہِ طیبہ میں مسلسل شائع ہو کر بحد قبولیت حاصل کی۔ اس میں زیارت مدینہ منورہ اور حج بیت اللہ شریف کے مکمل اور مفصل آداب و مسائل درج ہیں۔

ناشر: کتب خانہ ماہِ طیبہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ (پاکستان)

مطبوعہ اقبال پریس سیالکوٹ

قیمت دو روپے

۱۰

حُبِّ احمد ازل ہی سے سینے میں ہے
میں یہاں ہوں مرا دل مدینے میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۵

پہلی نظر

حرمین شریفین کی زیارت کے لئے کونسا ایسا مسلمان ہے۔ جس کے دل میں تڑپ موجود نہ ہو۔ اور جو گنبدِ خضراء علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیدارِ پُر انوار سے اپنی آنکھوں کو منور کرنے کے لئے بیتاب نہ ہو۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ اس خطۂ پاک کی حاضری کے لئے ہر سچے مسلمان کا دل بیقرار رہتا ہے۔ اور پھر یہ نہیں۔ کہ جس خوش بخت انسان کو یہ سعادت نصیب ہو جائے۔ وہ اس شرف سے مشرف ہو کر اور اپنا شوق پورا کر کے واپس آجانے کے بعد قرار پا لیتا ہے۔ اور پھر اس کے دل میں وہاں پہنچنے کی تڑپ باقی نہیں رہتی۔ نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسا خوش بخت انسان وہاں سے واپسی کے بعد پھر وہیں پہنچ جانے کے لئے اور بھی زیادہ بیقرار رہنے لگتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ میرے پر لگ جائیں۔ تو وہاں اُڑ کر پہنچ جاؤں۔

چنانچہ میں جب پہلی مرتبہ ۱۹۵۴ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوا۔ اور روضۂ انور کی زیارت کی میری عمر بھر

کی تمنا بر آئی۔ اور پھر وہاں سے واپس آیا۔ تو خدا شاہد ہے۔ کہ میری بھی یہی کیفیت تھی۔ اور چھ سال کا عرصہ اسی بیتابی میں گذرا۔ حتےٰ کہ اللہ تعالےٰ نے پھر کرم فرمایا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر نظرِ رحمت فرمائی۔ اور ۱۹۶۰؁ء میں میں اپنے دو چھوٹے بچوں عزیزی رشید احمد۔ اور عزیزی بلال احمد سلمہما اور ان کی والدہ سمیت پھر عازمِ مدینہ منورہ ہُوا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دوسری مرتبہ بچوں سمیت شرفِ حج سے مشرف ہوا۔ الحمدللہ علےٰ ذالک! اس دفعہ میں اپنے اس مقدس اور پیارے سفر کی ابتداء سے انتہا تک اور پھر واپسی تک ہر روز کی ڈائری لکھتا رہا۔ جو "ماہِ طیبہ" میں مسلسل شائع ہوتی رہی۔ یہ ڈائری کچھ اس انداز اور رنگ میں لکھی گئی۔ کہ اکثر ناظرین نے اسے بڑا پسند فرمایا۔ اور لکھا۔ کہ یہ ڈائری کچھ ایسی دلکش اور ایمان افروز طرز میں لکھی گئی ہے۔ کہ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے۔ جیسے وہ خود بھی آپ کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں پھر رہا ہے۔ مجھ سے کئی احباب نے بالمشافہ بھی تذکرہ فرمایا۔ کہ ہم اس ڈائری کو پڑھتے وقت بالخصوص مدینہ منورہ کی حاضری کا حصہ پڑھتے ہوئے بے ساختہ آنسو بہاتے رہے۔ اس ڈائری میں رشید و بلال کی پیاری پیاری باتوں نے اور بھی زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے۔

الغرض آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ ڈائری سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کے مرکزی نقطہ پر گھوم رہی ہے۔ اور یہی خصوصیت اس ڈائری کی جان ہے۔ اور اسی کی بدولت یہ بے حد مقبول ہوئی ہے!

مسائل حج کافی مشکل ہیں۔ اور حجاج کرام کو بالخصوص پہلی مرتبہ تو بڑی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ میں نے عام فہم اور سادہ زبان میں کوشش کی ہے۔ کہ اس کا ہر پڑھنے والا بڑی آسانی کے ساتھ ترتیب حج، اور اس کے مسائل سے واقف ہو سکے۔ اور انشاءاللہ عازمین حرمین شریفین اس ڈائری کو زیر مطالعہ رکھیں گے۔ تو اُن کے لیے اس مبارک سفر کے مراحل اور زیارت و حج کے جملہ مسائل بڑے آسان ہو جائیں گے۔

میری اس ڈائری کے ہر پڑھنے والے سے یہ درخواست ہے۔ کہ وہ میرے لیے یہ دعا ضرور کرے۔ کہ خدا تعالےٰ اس گنہ گار کو اپنے محبوبؐ کے شہر میں پھر لے جائے اور وہیں اس کا خاتمہ بھی ہو!

ابوالنور محمد بشیر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۷۸۶/۹۲ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسافر مدینہ شریف کی ڈائری

لبیک یا سیدی

آقا نے اپنے غلام مسکین کو یاد فرمایا تو غلام لبیک یا سیدی کہتا ہوا

دربار میں حاضر ہو گیا

۱۹۵۴ء میں زیارتِ گنبد خضراء علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور حج کعبہ کے بعد جب گھر واپس آیا ہوں۔ تو خدا شاہد ہے۔ کہ روضۂ انور کی نورانی تصویر ہر وقت نظروں کے سامنے رہنے لگی، اور اس دربار عالی کی یاد ستانے لگی۔ کعبہ معظمہ کی جلالت مآب تصویر بھی آنکھوں میں پھرتی رہی۔ لیکن یہ حقیقت ہے، کہ روضۂ انور کی تصویر رحمت تو خود بخود سامنے

آ جاتی رہی۔ لیکن کعبۂ اقدس کی طرف میں اپنا خیال بتکلف لے جاتا۔ تو وہاں کے ایمان افروز مناظر سامنے آتے۔ کوئی کچھ کہے۔ لیکن اپنا تو ایمان یہی ہے۔ جو اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ؎

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ!!
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اعلیحضرت پر خدا کی کروڑ کروڑ رحمتیں نازل ہوں۔ کہ عشق و محبت کی بنیادیں مضبوط فرما گئے۔ دیکھیئے۔ پھر آگے کیا فرماتے ہیں ؎

اِن کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اِس پاک در کی ہے

مدینہ منورہ کی حاضری ہی حج کی جان ہے۔ اور جو حج اس حاضری کے بغیر ہے۔ وہ حج ایک بے معنی لفظ ہے۔ اور بے روح جسم ہے۔

مُحسن کا شکریہ

والدی المعظم حضرت فقیہِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے سفرِ حج کا ایک قصہ سنایا تھا۔ فرمایا۔ کہ جہاز میں مَیں مدینہ منورہ کے فضائل اور حضور کی زیارتِ شریفہ کی اہمیت و عظمت بیان کر رہا تھا۔ کہ ایک "مولوی" مجھ سے تکرار کرنے لگا۔ اور اس بات پر

نور دینے لگا۔ کہ مدینہ منورہ کی حاضری جائز نہیں۔ اور زیارت گنبدِ خضراء کی نیت سے جانا ممنوع ہے۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ میں اُسے لَاتُشَدُّ الرِّحَالَ کا اصل مطلب سمجھا رہا تھا۔ کہ ایک سادہ لوح مسلمان نے مجھ سے کہا۔ کہ آپ ذرا ٹھہر جایئے۔ اس سے میں۔ کچھ پوچھنا ہوں۔ چنانچہ اس نے مجھے چپ کرا کے اس سے پوچھا۔ کہ مولوی صاحب! حضور کی بارگاہ میں اگر جانا ممنوع ہے۔ تو فرمایئے! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ میں مکہ معظمہ حج کعبہ کے لئے جا رہا ہوں۔ سادہ لوح مسلمان نے پھر پوچھا۔ کہ مکہ معظمہ میں آنے اور حج کعبہ کرنے کی ہدایت آپ کو کس نے دی؟ اور یہاں تک آپ کو لایا کون؟ اور کس کی مہربانی سے آپ اتنے بڑے شرف سے مشرف ہوں گے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔ اور انہوں نے ہی درِ کعبہ کا پتہ دیا۔ تو وہ مسلمان بولا۔ کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ جس محسنِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے تم پر اتنا بڑا احسان و کرم فرمایا ہے۔ تم اسی کے پاس جانے سے کتراتے ہو۔ اور دوسروں کو بھی نہیں جانے دیتے۔ کم از کم محسن کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہی وہاں جاؤ اور دوسروں کو بھی جانے دو۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے۔

کہ اس کی اس سادہ سی مگر ٹھوس بات کا بڑا ہی لطف آیا اور اس مولوی سے بھی اس کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔

حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی ہے کہ "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ (ابن عدی)

بنا بریں غور کیجئے۔ کہ حج میں سے اگر زیارتِ پاک کو نکال دیا جائے۔ تو باقی حج رہ گیا یا ظلم؟ اور ایسا حاجی "حاجی" ہوا یا ظالم؟

۱۹۵۴ء میں جب میری حاضری ہوئی۔ تو میں نے اکثر خوش قسمت لوگوں کو دیکھا۔ جو اپنے ہمراہ بیوی بچوں کو بھی لائے تھے۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے چھوٹے چھوٹے احرام باندھ رکھے تھے۔ جو بڑے ہی پیارے معلوم ہوتے تھے۔ یہ دلکش منظر دیکھ کر دل میں تمنا پیدا ہوئی۔ کہ خدا اور رسول کا فضل و کرم مجھ پر بھی ہو۔ اور قسمت یاوری کرے تو میں بھی بچوں سمیت حرمین شریفین کی حاضری دوں۔ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عرش پناہ میں میں نے یہ عرض کی اور دعا مانگی تھی۔ کہ میری یہ تمنا پوری ہو۔ اور بچوں سمیت یہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ میری یہ دعا سنی گئی۔ اور اس دفعہ میں عزیزی مولوی رشید احمد (عمر آٹھ سال) اور مولوی بلال احمد (عمر چھ سال)

اور ان کی والدہ کو ساتھ لے کر آقا کے دربار حاضر ہونے کو روانہ ہو رہا ہوں۔ اور اب وہاں پہنچ کر دعا یہ کروں گا۔ کہ رشید و بلال کے دو بڑے بھائیوں مولوی عطاء المصطفےٰ جمیل، مولوی ضیاء المصطفےٰ اور ان کی بہنوں عزیزہ فریدہ و ناصرہ کو بھی خدا تعالےٰ اس شرف سے مشرف فرمائے۔ اور مجھے یقین ہے، کہ میری یہ دعا بھی سنی جائے گی۔ اور یہ بھی دربار رسالت میں حاضر ہوں گے۔ انشاءاللہ!

حج کے لئے اپنی۔ رشید و بلال اور ان کی والدہ کی درخواست دیدینے کے بعد دن رات خدا کے حضور یہ دعا کرتا رہا۔ کہ قرعہ میں ہمارا نام نکل آئے۔ اس لئے کہ ہزاروں درخواستوں میں سے مخصوص تعداد کا قرعہ اندازی کے ساتھ انتخاب کسی بڑے ہی خوش قسمت انسان کو منتخب کر سکتا ہے۔ میں اپنے آقا و مولیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات بے پایاں کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ کہ آپ کی توجہ رحمت سے ہزاروں درخواستوں میں سے اس گنہ گار کا نام بھی قرعہ میں نکل آیا۔ اور دوسرے روز اخبارات میں خوش قسمت افراد کی فہرست میں ہمارا نام بھی شائع ہوگیا۔ ہماری کامیابی کی خبر سارے قصبہ میں ایک دم پھیل گئی۔ اور کوٹلی کا ہر فرد مبارکباد کہنے کے لئے آنے لگا۔ اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر

رحمت سے ہیں۔ رشید و بلال اور ان کی والدہ قابلِ رشک ہستیاں بن گئے۔ اور مدینہ منورہ جانے کے عزم و ارادہ ہی کی بدولت ہم آناً فاناً قطرے سے دریا، ذرے سے صحرا، اور مٹی سے سونا بن گئے ؎

تیری نظرِ پاک نے مٹی کو سونا کردیا
خاک کے ذروں کو ہمدوشِ ثریا کردیا

سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں ۱۲ر اپریل کو کراچی پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ تاکہ ہم ۲۰ر اپریل کو جانے والے سفینیا جہاز پر سوار ہو سکیں۔ چنانچہ ہم نے تیاری شروع کی اور گھر سے روانگی کی تاریخ ۱۱ر اپریل متعین کر لی۔ تاکہ ۱۲ر اپریل کو کراچی پہنچ جائیں۔

۱۱ر اپریل ۱۹۶۰ء بروزِ پیر

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جانِ فلاح و ظفر کی ہے

آج شب بھر اس خوشی میں نہیں سویا۔ کہ صبح مدینہ منورہ کی حاضری کے لئے روانگی ہے۔ چونکہ میں اپنا فریضۂ حج ادا کر چکا ہوں۔ اور یہ دوسرا حج میں اپنی والدۂ مشفقہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کل شام کو میں

نے والدۂ محترمہ علیہا الرحمۃ کی قبرِ شریف پر حاضری دے کر چشمِ پُرنم فاتحہ پڑھی۔ قدمے چومے۔ اور عرض کی کہ میں آپ کی طرف سے حج کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ والدۂ محترمہ اس خبر سے بڑی خوش ہوئی ہوں گی۔ اس لئے کہ ان کی بڑی خواہش تھی۔ کہ وہ حج کے لئے جائیں۔ بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ روتے ہوئے فرمانے لگیں۔ کہ میری تمنا ہے۔ کہ میں حج کے ارادہ سے گھر سے نکلوں پھر چاہے مجھے راستہ ہی میں موت آجائے۔ اور اس راہ میں مجھے سمندر کی مچھلیاں بھی کھا جائیں۔ تو پرواہ نہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اُس نے اس دوبارہ حج کی مجھے توفیق بخشی۔ اور والدۂ محترمہ کی طرف سے یہ حج کر کے والدہ محترمہ کی روح کو خوش کرنے کی مجھے طاقت دی۔

صبح اٹھا۔ وضو کیا، تلاوت کی، نماز پڑھی اور روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ آج دفتر ماہِ طیبہ میں اور گھر میں بڑی چہل پہل ہے۔ مرد اور عورتیں جمع ہیں۔ مجھے اور رشید و بلال کی والدہ کو مبارکبادیاں دی جا رہی ہیں۔ اس قدر رونق، اس قدر مسرت اور بشاشت کسی اور خوشی کی تقریب میں کبھی نظر نہیں آئی۔ اور کیوں نہ ہو۔ کہ ہم ایک ایسے شرف سے مشرف ہونے والے ہیں۔ جس شرف سے مشرف ہونے کی فرشتوں کو

بھی آنسو بہتی ہے۔ اور ایک ایسی مقدس سرزمین پر پہنچنے والے ہیں۔ ع

حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

خوش قسمتی کی انتہا

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔ کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے لئے ہر دفعہ[1] ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ ستر ہزار فرشتے جو ایک بار حاضر ہو جاتے ہیں۔ دوبارہ پھر نہ آئیں گے۔ بلکہ ہر روز نئے ہی ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ (دیکھئے مشکوٰۃ شریف باب الکرامات) اور وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ منظور ان سب فرشتوں کو یہاں کی حاضری سے مشرف فرمانا ہے۔ اور اگر یہ تبدیلی نہ ہوتی۔ تو کروڑوں محروم رہ جاتے۔ تو اس حدیث کے پیشِ نظر اس خوش قسمت انسان کی خوش بختی کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جسے اس بارگاہِ عالی میں دوبارہ، سہ بارہ حاضری کا موقعہ ملا ہے۔ **بشیر** کو بھی اپنی اس خوش بختی پر ناز ہے۔ کہ یہ گنہگار اپنے آقائے رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دوبارہ حاضر ہونے والا ہے۔ ذرا حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنے گناہگاروں پر رحمت کا منظر تو دیکھئے، کہ فرشتے جو معصوم ہیں۔ وہ تو عمر بھر میں ایک ہی بار آئیں۔ اور گنہگاروں کو حضور بار بار بلائیں۔ اور زیادہ

[1] ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو

کرم فرمائیں۔ تو عمر بھر کے لئے بھی قدموں میں جگہ عطا فرمائیں

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار

عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

عزیزی مولوی رشید اور بلال کے ننھے ننھے پیروں کو مرد اور عورتیں سب چوم رہے ہیں، اور یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ وہ پیارے پیر ہیں، جو مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین سے لگیں گے۔ اسی طرح کوٹلی کے جملہ احباب اہل سنت مسرت و حسرت کے ملے جلے جذبات میں میرے بھی ہاتھ چوم رہے ہیں۔ اور یہ اس لئے نہیں۔ کہ یہ بشیر کے ہاتھ ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ ایک عازم مدینہ کے ہاتھ ہیں۔ برکتیں اور عظمتیں تو سب اسی طرف سے ہیں۔ ہم کون ہیں۔ جن پر ان کی نظر ہو جائے۔ وہ واقعی مقبول خلائق بن جاتا ہے۔ پونے سات بجے کا ٹائم ہے۔ اور سیالکوٹ سے ساڑھے دس بجے کی ٹرین سے ہمیں جانا ہے۔ اڈے پر متعدد ٹانگے تیار ہیں۔ مولوی عطاء المصطفٰی، ضیاء المصطفٰی فریدہ و ناصرہ اور دیگر احباب و متعلقین کچھ سیالکوٹ تک، اور کچھ وزیرآباد تک جانے کے لئے تیار ہیں۔ گھر سے نکلنے سے پہلے چار نفل ادا کئے۔ دعا پڑھی۔ اور گھر کے آگے ایک ہجوم میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے محترمہ چچی صاحبہ نے پھولوں کا ہار پہنایا ہے۔ یہ ہار صرف پھولوں ہی کا ہار نہیں ہے۔ بلکہ یہ پھولوں اور

نوٹوں کا ہار ہے۔ اس میں پھول بھی ہیں۔ اور نوٹ بھی۔ اس کے بعد پھر جو ہار پہنانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ تو یقین جانیئے۔ کہ ہار پہنتے پہنتے میں ہار گیا ہوں۔ اور پہنانے والے ہیں کہ ہارتے ہی نہیں۔ اب میں کچھ اور ضروری امور سرانجام دیکر گھر سے باہر نکلا ہوں۔ اور دروازے سے باہر نکل کر پھر ایک دعا پڑھی۔ اور مسجد کی طرف روانہ ہوا ہوں۔ گلی بھر میں مرد اور عورتیں۔ چھوٹے اور بڑے دو رویہ کھڑے ہیں۔ اور سلام و دعا کی مبارک آوازیں سن رہا ہوں۔ اس جلوس کی شکل کے ہیلے ہجوم میں میرے پیچھے پیچھے رشید و بلال اور ان کی والدہ بھی ہیں۔ رشید و بلال کو تو احباب اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور یہ دو ننھے حاجی پھولوں کے ہار پہنے ہوئے بڑے بڑے قد آور لوگوں میں سب سے بلند نظر آرہے ہیں۔ اور زبانِ حال سے اس حقیقت کا اظہار و اعلان کر رہے ہیں۔ کہ دیکھ لو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ والے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعت و بلندی کی برکتیں۔ کہ اُن کی طرف چلنے والا چھوٹے سے چھوٹا بھی ہو۔ تو وہ سب سے بلند و بالا نظر آتا ہے۔ اب میں مسجد میں پہنچا ہوں۔ اور دو رکعت نفل ادا کیئے۔ دعا مانگی۔ اور پھر والدی المعظم حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر ایک عجیب کیفیت کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ قدم چومنے کے بعد سامنے بیٹھ

گیا ہوں۔ سر جھکا ہوا۔ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ زبان پر فاتحہ جاری ہے۔ اور وہ عشق و محبت جو والدی المعظم رحمتہ اللہ علیہ کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ اور والد ماجد کی یہ تاکید پھر سامنے آگئی ہے۔ کہ بیٹا! جب بھی حج کے لئے جانا ہو۔ تو نیت روضۂ انور اور مدینہ منورہ ہی کی کرنا۔ چنانچہ میں نے پھر یہ اقرار کیا ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ ہی جا رہا ہوں۔ اور اس سے پہلے جمعہ میں بھی یہ اعلان کر چکا ہوں۔ کہ میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حج کے لئے صرف اس لئے جاؤں گا۔ کہ ہمارے آقا و مولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ سے حج کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر حضور مکہ معظمہ نہ گئے ہوتے۔ اور آپ نے حج نہ کیا ہوتا — تو کعبہ معظمہ کا حج کون کرتا؟ اور حجر اسود کو کون چومتا؟ یہ کعبہ بھی تو مرہونِ منتِ احسانِ مصطفٰےؐ ہی ہے۔ حضور نے اسکا طواف کیا۔ تو ہم بھی کرتے ہیں۔ حضور نے حجرِ اسود کو چوما۔ تو ہم بھی چومتے ہیں۔ اور اسی لئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی حجر اسود کو مخاطب فرما کر یہ فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ یہ عمر! اور تجھے چومے؟ بخدا میں تجھے اسی لئے چومتا ہوں۔ کہ حضور سرور عالم

صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوما ہے۔ (بخاری) اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کے مکتوب شریف کی یہ عبارت تو عجب ایمان افروز ہے۔ کہ "مجھے رب تعالے سے محبت اس لئے ہے کہ وہ محمد کا رب ہے" (مکتوبات) سبحان اللہ! کیا مزے کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ اب اگر کوئی میرے اس اعلان، پر کہ مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور حج کرنے صرف اس لئے جاؤں گا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی گئے تھے" چیں بجبیں ہو تو اُسے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ پر بگڑنا چاہیئے ــــ

والدی المعظم کے مزار پُر انوار سے باہر نکلا ہوں۔ تو میرے بعد رشید و بلال اور ان کی والدہ نے مزار پُر انوار پر حاضری دی اتنے میں الوداعی ہجوم اور بھی بڑھ چکا ہے۔ اور میرے گلے میں اسقدر ہار پڑ چکے ہیں۔ کہ اب راستہ دیکھنا بھی مشکل ہو چکا ہے۔ ناچار ہاروں کی ایک قسط اتارنا پڑی۔ اب میں اڈہ کی طرف، روانہ ہوا ہوں۔ اور بازار نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی مقدس آوازوں سے گونج رہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے آقائے مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ ایک ذرہ ناچیز نے مدینہ منورہ پہنچنے کے لئے قدم ہی اٹھایا ہے۔ اور دربار رسالت میں حاضری کا ارادہ ہی کیا ہے۔ تو سرکار نے مجھے وہ عروج عطا فرما دیا ہے کہ ہر

چھوٹا بڑا اور امیر و غریب اس وقت میرے ہمراہ چند قدم چلنے کو بھی اپنی سعادت سمجھ رہا ہے۔ ایسا دیکھئے اس ہجوم میں اکنیوں، دونیوں اور پیسوں کو کثیر تعداد میں میرے سر پر سے نچھاور کیا جانے لگا ہے۔ چھنا چھن کی آواز میں میں نے دیکھا۔ کہ میرے پیچھے کوئی مٹھی بھر بھر کے پیسے ۰ اکنیاں اور دونیاں میرے سر کے اوپر سے آگے کی طرف پھینک رہا ہے۔ پنجابی زبان میں اسے "سوٹ" کہتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ "سوٹ" کرنے والے عزیزم صوفی محمد اسلم ہیں۔ جو میرے عم زاد بھائی کے بڑے لڑکے ہیں۔ اس "سوٹ" سے چھوٹے چھوٹے بچے مستفید ہوئے۔ اس منظر میں قدرتی طور پر گویا یہ اشارہ ہے کہ دیکھ لو۔ جب ایک عازمِ مدینہ کے صدقہ میں یہ بچے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ تو خود صاحبِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ساری دنیا کیوں نہ فیضیاب ہوتی ہوگی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ یہ دنیا کی ساری نعمتیں اور اخروی جملہ نعمتیں بھی خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے سر انور سے نچھاور کر کے اہل دنیا کو موقعہ دیا ہے۔ کہ وہ اس صدقۂ محبوب کو لوٹیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ جس جس کے پاس جو جو بھی نعمت ہے۔ وہ اسی محبوب پاک کا صدقہ ہے۔ جو بٹ رہا ہے۔ سہ

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

الوداعی جلوس کا یہ منظر بھی قابلِ دید ہے۔ اس جلوس کے ہجوم میں میں اڈے پر پہنچ گیا ہوں۔ میرے عم بزرگوار حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ[1] بھی انتہائی ضعف و ناتوانی کے باوجود اڈہ پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی۔ اور حضرت نے پیٹھ تھپک کر میرے لئے دعائے خیر فرمائی ہے ___ اور بادیدۂ پُرنم بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنے کو فرمایا ہے۔

اب دیکھئے ہمارا اڈہ مردوں اور عورتوں سے بھر چکا ہے۔ اور ایک طرف مردوں کے ہجوم میں میں ہوں۔ اور دوسری طرف رشید و بلال کی والدہ عورتوں کے ہجوم میں ہے۔ اور ہر مرد و عورت بارگاہِ رسالت ہی میں سلام عرض کرنے کو کہہ رہا ہے۔ سبحان اللہ! یہ بات بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ جو بھی بول رہا ہے۔ یہی پیغام دے رہا ہے۔ کہ حضور سے میرا بھی سلام عرض کیجئے۔ اور یہ بھی عرض کیجئے۔ کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی اپنے پاس بلا لیجئے۔ کسی نے بھی تو یہ نہیں کہا کہ خدا سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ اور عرض کیجئے۔ کہ اے خدا! مجھے بھی اپنے پاس بلا لیجئے۔ اور کوئی یہ کہے بھی کیسے؟ جبکہ

[1] افسوس کہ حضرت کا ۲ اگست ۱۹۷۱ء کو وصال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

یہ ایک قسم کی بد دعا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ جب کسی سے یوں کہا جائے۔ کہ خدا تجھے اپنے پاس بلالے۔ تو سننے والا اسے اپنی موت کی دعا سمجھتا ہے۔ اور بات بھی کچھ ایسی ہے۔ کہ جسے حضور اپنے پاس نہ بلائیں۔ اور وہ صرف مکہ ہی سے ہو کر چلا آئے۔ تو سمجھ لیجئے۔ کہ وہ مرگیا۔ زندگی تو دربارِ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بٹتی ہے۔ ذرا اس منظر کا تصور تو کیجئے۔ کہ سینکڑوں مرد اور عورتیں بس اِسی ایک خیال میں ہیں۔ کہ ہمارا سلام حضور کی بارگاہ میں پہنچ جائے۔ اور ہر ایک کی زبان پر بس یہی ایک کلمہ ہے۔ کہ حضور سے ہمارا سلام عرض کرنا۔ سبحان اللہ! کیا ہی رفعتِ ذکر ہے۔ اور کس قدر محبوبیت ہے۔ چشمِ فلک نے ایسا بے مثل محبوب نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی دیکھے گا۔ نہ صرف کوٹلی ہی بلکہ زمین کے گوشے گوشے میں اِسی محبوب پاک کی کشش ہے۔ اور نہ صرف زمین پر ہی بلکہ آسمانوں پر بھی اِسی محبوب پاک کے حسن و جمال کے چرچے ہیں۔ سے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اڈے پر بہت زیادہ ہجوم ہو جانے کے بعد میں ایک ٹانگہ کے اوپر کھڑا ہوگیا ہوں۔ تاکہ اب سب کو الوداعی خطاب

کر کے اور السلام علیکم کہہ کر روانہ ہو جاؤں۔ ہاروں کی دوسری اور پھر اب تیسری قسط بھی اتار کر احباب سے مخاطب ہوا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آپ حضرات جس والہانہ طور پر اور جس عقیدت کے ساتھ مجھے الوداع کہنے کے لئے یہاں تک آئے ہیں۔ یہ سب کرشمہ ہے سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور اُن کی عظمتِ شان کا۔ آپ نے جو مجھے بارگاہِ رسالت میں سلام و پیغام عرض کرنے کو کہا ہے۔ انشاء اللہ میں حضور کی بارگاہ عالی میں سب کے سلام و پیغام عرض کردوں گا۔ اور چونکہ آپ لوگوں نے مجھ سے یہ التجا کی ہے۔ کہ میں حضور کی بارگاہ میں آپ کے سلام و پیام ضرور عرض کر دوں۔ اس لئے میرا عرض کر دینا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہاں تک میری رسائی سے پہلے ہی آپ سب کے سلام و پیام وہاں پہنچ بھی چکے اور سننے والے محبوب نے سن بھی لئے۔ ؎

جن جن مرادوں کے لئے احباب نے کہا
پیشِ خبیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

میں آپ سب حضرات کے لئے دعائیں بھی کروں گا۔

اور جن جن حضرات نے مردوں اور عورتوں نے اپنی اپنی تکالیف و مشکلات کا اظہار کرکے بارگاہِ رسالت میں فریاد کرنے کو کہا ہے۔ انشاء اللہ ان سب کی فریادیں بھی وہاں

عرض کر دوں گا۔ اور اب میری آپ سے یہ گذارش ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو الوداع فرماتے تھے۔ تو یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اَسۡتَوۡدِعُ اللہَ دِیۡنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَ خَوَاتِیۡمَ عَمَلِکَ — لہذا مجھے رخصت کرتے وقت آپ سب بھی یہی دعا پڑھیئے۔ یہ دیکھیئے۔ میں نے سب کو یہ دعا پڑھانا شروع کی۔ اور سب مرد اور عورتوں نے یہ دعا پڑھ کر ہمیں رخصت کیا ہے۔ اب میں ایک ٹانگہ پر بیٹھ گیا ہوں اور میرے ساتھ میرے مخلص دوست اور مشفق بھائی حاجی خان محمد صاحب رئیس رحیم یار خاں بیٹھ گئے ہیں۔ موصوف چند روز پہلے اسی خاطر کوٹلی تشریف لائے تھے۔ تاکہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمتہ کے عرس شریف میں شرکت بھی کر سکیں۔ اور مجھے حج کے لئے رخصت کرنے کی اس تقریب میں بھی شامل ہوسکیں۔ حاجی صاحب کی گود میں ننھا حاجی بلال احمد بیٹھا ہُوا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس قدموں کی طفیل ننھا بلال بھی اس وقت سب کی آنکھوں کا تارا بنا ہُوا ہے۔ اور اپنے گلے میں ہاروں کا انبار دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اور مجھ سے بار بار کہہ رہا ہے۔ کہ ابّا جی! حضور علیہ السلام کے پاس چلے ہیں نا! اور میں بصد مسرت

کہہ رہا ہوں۔ کہ ہاں بیٹا! حضور علیہ السلام ہی کے پاس چل رہے ہیں۔ پچھلی سیٹ پر مولوی عطاء المصطفیٰ جمیل اور مولوی ضیاء المصطفیٰ بیٹھ گئے ہیں۔ اور رشید احمد اپنی والدہ کے پاس دوسرے ٹانگہ میں بیٹھا ہے۔ رشید احمد ماشاء اللہ بڑا ذہین اور باوجود کم عمر ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز کے سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے کچھ اشعار اسے زبانی یاد ہیں۔ اور یاد بھی اس نے چند دنوں میں اس شوق میں کر رکھے ہیں۔ کہ میں حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوکر پڑھوں گا۔ اور اس وقت بڑا ہی خوش اور مسرور ہے۔ اور ہر ایک سے کہہ رہا ہے۔ کہ میں مدینہ شریف جا رہا ہوں۔ حضور کے پاس جا رہا ہوں۔ اب دیکھئے۔ بہت سے احباب سیالکوٹ تک ساتھ جانے کے لئے متعدد ٹانگوں پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ہمارا یہ مختصر سا قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔ میں نے سب کو الوداعی سلام عرض کیا۔ اور اب سب نے مجھ تک پہنچنے کی اور مصافحہ کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ لیکن میں نے اس خیال سے کہ راستہ میں کھروٹہ سیداں کے احباب سے بھی ملنا ہے۔ اور سیالکوٹ کے احباب بھی اسٹیشن پر تشریف لانے والے ہیں۔ ان

سے ملاقات کے لئے بھی کچھ وقت ضروری ہے۔ سب سے گذارش کی۔ کہ اب ہمیں چلنے دیجئے۔ لیجئے وہ مقدس اور پیاری آواز نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی گونجی اور سب نے پر جوش نعروں میں ہمیں رخصت کر دیا۔ اور سب سے پہلے میرا ٹانگہ چلا۔ اس کے بعد سب ٹانگے چل پڑے ہیں۔ بہت سے اپنے عزیز و احباب سیالکوٹ تک ساتھ آ رہے ہیں۔ میرے محترم صوفی عزیز احمد صاحب جو پچھلے دنوں کے الیکشن میں ہمارے قصبہ کے ایک وارڈ سے ووٹوں کی بہت بڑی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئے ہیں۔ قصبہ کے ہائی سکول تک کے لئے میرے ساتھ ہی بیٹھ گئے ہیں۔ ہمارے حلقہ کے کامیاب ممبر آجکل ہائی سکول میں ٹریننگ لینے کے لئے ہر روز جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے خاص اسی مقصد کے لئے کچھ اساتذہ سکول میں تشریف لاتے ہیں اور انہیں ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہمارے صوفی عزیز احمد صاحب بفضل خدا بہت بڑے ذہین، مؤرخ اور دنیا بھر کی معلومات کے مخزن ہیں۔ صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ باعمل اور صالح انسان ہیں۔ یہ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ کہ میرے ساتھ ٹریننگ لینے والے رفقا اور ہمارے اساتذہ کی یہ خواہش ہے۔ کہ دو منٹ کے لئے سکول کے بڑے گیٹ پر جو برلب سڑک ہی ہے۔ آپ

کا تانگہ رُکے۔ تاکہ وہ حضرات بھی آپ سے ملاقات کرسکیں۔ چنانچہ یہ دیکھیئے۔ ہائی سکول کا بڑا دروازہ آ بھی گیا اور ہمارا یہ مختصر سا قافلہ رُک بھی گیا۔ صوفی عزیز احمد صاحب تانگہ سے اترے ہیں۔ اور دوڑتے ہوئے سکول کے اندر جاکر اپنے احباب کو بلا لائے ہیں۔ احبابِ کرام کو آتے دیکھ کر میں تانگہ سے نیچے اتر آیا ہوں۔ اور ان سب سے بھی ملاقات کرکے تانگے پر پھر بیٹھ گیا ہوں۔ اور یہ ہمارا مختصر سا پاکیزہ قافلہ پھر چل پڑا ہے۔ یہ دیکھیئے۔ کوٹلی مشرقی میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ اور حضرتِ محترم حکیم محمد اسحٰق صاحب سامنے آتے ہوئے دکھائی دیئے ہیں۔ میں نے انہیں دیکھ کر نیچے اترنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن حضرت حکیم صاحب نے مجھے نیچے اترنے سے روک دیا ہے۔ اور خود ہی آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا ہے۔ اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت فرمایا ہے۔ اب دیکھیئے یہ آگے کھروٹہ سیداں کا قصبہ آ رہا ہے۔ ہمارے تانگے نے اس قصبہ کے وسط میں سے گزرنا ہے۔ وہ دیکھیئے راہ میں متعدد مرد اور عورتیں ہار لیئے کھڑے ہیں۔ اور ہماری ہی انتظار میں ہیں۔ میں جب قریب پہنچا ہوں۔ تو تانگے سے نیچے اتر کر ان سے بھی مل رہا ہوں۔ اور احباب مجھ سے بارگاہِ رسالت میں بھی پیغام عرض کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ کہ یارسول اللہ! ہمیں

بھی درِ پاک پر بلایئے۔ اِن احباب سے ملاقات کرکے اب ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور شہر سیالکوٹ قریب آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد یہ دیکھئے ہمارا شہر

سیالکوٹ

سیالکوٹ بھی آگیا۔ اور ہم ریلوے اسٹیشن پر پہنچ چکے ہیں۔ احباب یہاں بھی میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔ لیکن احباب تک پہنچنے سے پہلے یہاں مجھ پر عادی اور خاندانی بھکاریوں کا حملہ ہو چکا ہے۔ اس فوج نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اِدھر مجھے اور اُدھر رشید و بلال کی والدہ کو ایک دم گھیر لیا ہے۔ اور حج کی قبولیت کے لئے اس شرط کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ ہمیں کچھ دے کر جایئے ورنہ حج ناقبول۔ اس فوج میں مرد کم ہیں اور عورتیں زیادہ۔ اس وقت تک تو ہاتھ چھواتا اور ہار پہناتا ہوا آیا ہوں۔ لیکن یہاں پہنچ کر لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ حج کو جاتے ہوئے انفاق و خیرات ایک ضروری چیز ہے۔ اور اس کا اعلان و اظہار نامناسب ہے۔ لیکن میں اس وقت جن "مستحقین" کے نرغے

غیر مستحق منگتے

میں ہوں۔ ان کا ذکر کئے بغیر آگے گزر جانا بھی مناسب نہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر غیر مستحق اور بڑے بہانہ باز بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی فوج میں ایک دو منگتے ایسے بھی ہیں۔ جو بڑے قد آور،

جوان اور تندرست ہیں۔ لیکن مانگنے کا کچھ ایسا چسکا پڑ چکا ہے۔ کہ انہیں کام کرنے کے لیے کوئی کہہ کر تو دیکھے۔ ایسے لوگ اصل مستحقین کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ مستحقین جو ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ خیرات کے نام پر حاصل کی ہوئی دولت کو لبا اوقات شراب گانجے اور افیم وغیرہ میں بھی صرف کر دیتے ہیں۔ اور خیرات حاصل کرنے کے لئے انہیں ایسے ایسے داؤ یاد ہیں۔ کہ آپ سنکر حیران رہ جائیں گے۔ میرا اپنا ہی واقعہ ہے۔ کہ ایک بار میں سیالکوٹ سے "بابو ٹرین" پر جو نماز فجر سے بھی پہلے اندھیرے ہی میں روانہ ہو جاتی ہے۔ سوار ہوا۔ تو ایک سائل آیا۔ اور یوں کہنے لگا۔ "بابا آنکھیں بڑی نعمت ہیں" لوگوں نے اُسے اندھا سمجھکر پیسہ پیسہ دو دو پیسے دیئے۔ صبح ہونے کے بعد ایک اسٹیشن پر میں نے اُسی "اندھے" کو دیکھا۔ کہ مزے سے سگریٹ پی رہا ہے۔ اور آنکھیں اُس کی بالکل صحیح ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے دریافت کیا۔ کہ میاں! تمہاری آنکھیں تو ٹھیک ہیں۔ پھر سیالکوٹ کے اسٹیشن پر تم نے اپنے اندھے پن کا اعلان کیوں کیا تھا؟ تو وہ بولا۔ مولوی صاحب! میں نے یہ کب کہا تھا۔ کہ "بابا میں اندھا ہوں۔ میں نے تو یہی کہا تھا۔ کہ "بابا آنکھیں بڑی نعمت ہیں" فرمایئے!

اس میں میں نے جھوٹ کیا کہا تھا، واقعی آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ یہ بات تو آپ بھی کہہ سکتے ہیں۔

دیکھا آپ نے اس کی عیاری کو؟

اسی طرح کوٹلی میں ایک ہٹا کٹا منگتا پھر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ تم اس کام کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ تو وہ مجھ سے کہنے لگا۔ مولوی صاحب! آپ ہی تو کہتے ہیں کہ ماں باپ کا ادب و لحاظ ضروری ہے۔ اور ان کی پیروی کرنا چاہیئے۔ تو میرے ماں باپ بھی منگتے ہی تھے۔ تو کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں یہ آبائی پیشہ چھوڑ کر اپنی نالائقی کا ثبوت دوں؟

کچھ اسی قسم کی یہ فوج بھی ہے۔ جن کے نرغہ میں اس وقت میں ہوں۔ میں نے ان سب کو تھوڑا بہت کچھ نہ کچھ دینا شروع کیا۔ مگر توبہ! کیا مجال جو "تھوڑی" چیز پر یہ لوگ پیچھا چھوڑ دیں۔ اور پھر ایک داؤ ان کا یہ بھی دیکھا۔ کہ ایک بار لے کر دوبارہ پھر حملہ آور ہیں۔ اور قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔ حلف اٹھائے جا رہے ہیں۔ کہ ہم پہلے کچھ نہیں لے چکے۔ اسٹیشن پر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو رہا ہے۔ بالآخر اسٹیشن کے ایک دکاندار سے جو خود بھی اس فوج کے نرغہ میں گھر گیا ہے۔ میں نے گزارش کی ہے۔ کہ یہ پیسے مجھ سے

تم لے لو۔ اور ان میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ میں اس ترکیب سے وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اور یہ فوج اس دکاندار پر ٹوٹ پڑی ہے۔ پلیٹ فارم پر پہنچا۔ تو اکثر احباب مجھ سے پہلے ہی وہاں پہنچے ہوئے نظر آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد علامہ ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اور پھر حضرت مولانا محمد عالم صاحب مدرس جامعہ عبدالحکیم سیالکوٹ بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ صوفی محمد دین صاحب بھی ہیں۔ اور دیگر احباب بھی۔ میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا ہوں۔ اور احباب مجھ سے مل رہے ہیں۔ اور گلے میں ہار پہنا رہے ہیں۔ پلیٹ فارم پر اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا ہے۔ اتنے میں صوفی محمد دین صاحب نے نعت خوانی شروع کر دی ہے۔ پنجابی کی اس نعت کے مطلع کا معنی یہ ہے۔ کہ

"کوئی تو دربار مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری دے کر واپس آچکا ہے۔ اور کوئی یہ حاضری دینے کے لئے اب جا رہا ہے۔"

نعت خوانی ہو رہی ہے۔ اور کیفیت یہ ہے۔ کہ صوفی محمد دین صاحب خود بھی رو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی رلا رہے ہیں۔ حضور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری کی کسے تمنا نہیں ہے؟ اس وقت کی اس نعت خوانی

نے حاضرین کے اسی جذبہ کو کچھ اس طرح بیدار کر دیا ہے۔ کہ رونے والوں کی زبان سے بار بار "یارسول اللہ" "یارسول اللہ" کی پیاری آوازیں نکل رہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے خطیب اعظم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی مدظلہ العالی بھی تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے تشریف لاتے ہی تین بیش قیمت سنہری ہار جو آج ہی کے لئے آپ نے تیار کرائے تھے۔ میرے، رشید، اور بلال کے گلے میں پہنا دیئے ہیں۔ حضرت مولانا نے ان ہاروں میں پانچ پانچ اور دس دس روپے کے متعدد نوٹوں سے بھی پھولوں کا کام لیا ہے۔ اور یوں اپنے بھائی اور بھتیجوں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ یہ ساری عطایئں در اصل اُس آقائے نعمت حضور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔ جن کی بارگاہ عرش پناہ کی حاضری دینے میں جا رہا ہوں۔ اور جن کے متعلق خود خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ ۔ یعنی اے محبوب۔ ہم نے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔ غور فرمایئے۔ جسے خود خدا "بہت کچھ" فرما رہا ہے۔ اس "بہت کچھ" میں بھلا کونسی ایسی نعمت اور دولت ہوگی۔ جو نہ ہوگی۔ اور وہ کون سی چیز ہوگی۔ جو حضور کو نہ ملی ہوگی۔ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ

(بخاری شریف) یعنی دیتا اللہ ہے۔ اور بانٹتا میں ہوں۔" ؎

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش ان کا صدقہ
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں!

ٹرین کے چلنے کا وقت قریب ہے۔ اور ہم گاڑی پر سوار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اتنے میں ماہ طیبہ کے کاتب مولوی محمد یوسف صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اس سے قبل ملک پریس (جس میں ماہ طیبہ کا ٹائیٹل چھپتا ہے) کے مالک چوہدری احسان الٰہی صاحب اور ملک بشیر احمد صاحب بھی تشریف لا چکے ہیں۔ اب الوداعی ملاقات ہونے لگی۔ اور سب نے بادیدۂ پرُنم بغلگیر ہو کر ملاقات کی۔ وہ دیکھیے۔ اب انجن کی سیٹی ہو گئی ہے اور میں ٹرین پر سوار ہو گیا ہوں۔ اور اب جملہ احباب نے نعرہائے تکبیر و رسالت کے ساتھ مجھے الوداع کہی ہے۔ اور ہماری گاڑی چل پڑی ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد یہ گاڑی وزیر آباد پہنچے گی۔ جہاں سے ہمیں شاہین ایکسپریس کو پکڑنا ہے۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی مدظلہٗ العالیٰ سے چند روز قبل ایک ملاقات میں میں نے عرض کر دیا تھا۔ کہ وزیر آباد سے شاہین ایکسپریس میں انٹر

کلاس کی چند سیٹیں ہمارے لئے مخصوص کرا رکھیے۔ حضرت مولانا نے اطمینان دلا دیا تھا۔ کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور میں انتظام کر رکھوں گا۔ حضرت مولانا کا وجود مسعود اس قحط الرجال کے زمانے میں بہت غنیمت ہے۔ اور مجھے اس بات پر فخر حاصل ہے۔ کہ حضرت مولانا مجھ سے برادرانہ و مشفقانہ محبت فرماتے ہیں۔ اور اپنی اکثر تقریروں میں میرے متعلق ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ اور میں بھی کہا کرتا ہوں۔ کہ میں حضرت مولانا کی اتنی تعظیم کرتا ہوں۔ جتنی بعض لوگ اپنے رسول کی کرتے ہیں۔ میرے اس جملے کو وہ لوگ خوب سمجھیں گے۔ جن کی نظر سے بعض لوگوں کی یہ عبارت گذر چکی ہے۔ کہ "سو اُن کی (یعنی رسول کی) بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" (معاذ اللہ) حضرت مولانا میری یہ بات سن کر بڑا ہنستے ہیں۔

وزیرآباد

ہماری ٹرین وزیرآباد پہنچ گئی ہے۔ اور حضرت مولانا معہ اپنے طلباء کے اسٹیشن پر تشریف فرما ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ اور مولانا نے ہمیں ویٹنگ روم میں بٹھایا۔ اور پر تکلف چائے سے ہماری اور اور میرے جملہ اُن ساتھیوں کی جو وزیرآباد تک میرے ساتھ آئے تھے۔ تواضع فرمائی۔ اس کے بعد چند ریلوے حکام سے ملایا۔ اور ان سے ارشاد فرمایا۔ کہ شاہین کے انٹر کلاس میں

چند سیٹیں ملنی چاہئیں۔ حکام نے اطمینان دلایا۔ اور ٹرین آنے پر انٹر کلاس میں تین بہترین سیٹوں کا انتظام ہو گیا۔ اور ہم نے اُن سیٹوں پر اپنے بستر لگا دیئے ہیں۔ ایک سائیڈ کی ان سیٹوں پر میں اور رشید و بلال اور انکی والدہ اکٹھے ہی بیٹھ گئے ہیں۔ اور اب شاہین نے بھی وسل دیدیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن مجھ سے بغلگیر ہوئے ہیں۔ اور پھر دوسرے احباب ملنے لگے ہیں۔ یہ دیکھیئے اب مولوی عطاء المصطفےٰ جمیل آگے بڑھا ہے۔ اور میرے ہاتھ چوم کر رونے لگا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ ابا جی! روضۂ انور کی حاضری کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرکے میرا یہ شعر پڑھ دیجئے گا۔

جمیلتہ در فراقت ہست بسمل
برأو کن لطف آقائے مدینہ

ماشاء اللہ! ایسی چھوٹی عمر میں عزیزی مولوی عطاء المصطفےٰ کا یہ جذبہ قابل قدر ہے۔ اور یہ محبت نبوی اُسے اپنے داداجان فقیہہ اعظم علیہ الرحمتہ سے ورثہ میں ملی ہے۔ میں انشاء اللہ اُس کے لئے مدینہ منورہ میں ضرور دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ وہ بھی اس حاضری سے ضرور مشرف ہوگا۔ اس اثناء میں میں نے محسوس کیا۔ کہ کوئی شخص میرے پیروں کو چھو رہا ہے۔

میں نے دیکھا۔ تو یہ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب تھے۔ جو روتے ہوئے میرے پیروں کو چھو رہے تھے۔ اللہ اکبر۔! مدینہ منورہ کی طرف عزم و ارادہ کی برکتیں تو دیکھئے۔ کہ انسان فرش سے عرش تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور صاحب باوجود اپنی جلالت شان کے مجھ احقر کے قدم چھو رہے ہیں۔ مگر آج یہ قدم محض بشیر ہی کے قدم نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک عازم مدینہ کے قدم ہیں۔ ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
وَاُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَ
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

یہ اشعار مجنوں کے ہیں۔ مجنوں کہتا ہے۔ کہ میں لیلےٰ کے شہر میں جاتا ہوں۔ تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ اور کبھی اس دیوار کو۔ اور مجھے اس شہر سے صرف اس لئے محبت ہے کہ اس شہر میں میرا محبوب رہتا ہے"۔ اور اسی مجنوں نے ایک بار ایک کتے کے پاؤں چومنے شروع کر دیئے تھے۔ اور جب لوگوں نے پوچھا۔ کہ اس کتے کے پیر کیوں چوم رہے ہو۔ تو کہنے لگا۔ کہ یہ لیلےٰ کی گلی سے پھر کر آیا ہے"۔ یہ تو بھلا بشیر کے پیر ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں جب میں بسوں پر

حج کے لئے گیا ہوں۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ لوگ اُن بسوں کے ٹیروں کو چوم رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم سے یہ ٹیر ہی اچھے۔ جو دیارِ حبیب کی مقدس زمین سے مس کریں گے۔ یہ عشق و محبت کی باتیں ہیں۔ اور اسے عشق و محبت والے ہی خوب سمجھتے ہیں۔ ورنہ ایسی سب باتیں شرک و بدعت ہی نظر آتی ہیں۔

اب دیکھیئے یہ مولوی ضیاء المصطفٰے ملنے کے لئے آگے بڑھا ہے۔ اور یہ بھی رو رہا ہے۔ اس کے بعد اس کی چھوٹی بہنیں عزیزہ فریدہ و ناصرہ آگے بڑھی ہیں، اور یہ بھی رو رہی ہیں۔ میں نے ان کو پیار دیا اور تسلی دی۔ اس کے بعد مولوی محمد اکبر صاحب شریفی آگے بڑھے ہیں۔ اور یہ بھی روتے ہوئے عرض کر رہے ہیں۔ کہ حضور کی بارگاہ میں میرے لئے بھی سلام عرض کر کے حاضری کی دعا مانگیئے۔ اس کے بعد دوسرے احباب سے ملاقات کی۔ اور گاڑی چل پڑی ہے۔ عزیزم محمد اسلم اور محمد سلیم یہ دونوں لائل پور تک میرے ساتھ جا رہے ہیں۔

لائلپور

تقریباً چھ بجے ہماری ٹرین لائلپور پہنچی ہے۔ پلیٹ فارم پر شیخ الحدیث مخدوم اہلِ سنت حضرت مولانا سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مدرسہ مظہر اسلام کے اساتذہ کرام و طلباء عظام اس عازم

مدینہ کے استقبال کے لئے چشم براہ ہیں۔ کوٹلی کے وہ احباب جو لائل پور میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہیں۔ وہ بھی اور ان کے علاوہ لائل پور کے دیگر احباب بھی موجود ہیں۔ اسٹیشن پر رش بہت ہے۔ احباب میری تلاشش میں ہیں۔ سب سے پہلے فاضل نوجوان مولانا محمد سلیم صاحب خطیب اقبال لائلپور کی مجھ پر نظر پڑی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ باہر تشریف لائیے۔ میں بمشکل باہر نکلا۔ تو سارا مجمع میری طرف ٹوٹ پڑا ہے اور اس راہیِ مدینہ کا سارا بدن پھولوں سے بھر دیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ بشیر آج اُس سلطانِ زمن کی جناب میں حاضری دینے جارہا ہے۔ جن کی شان اعلیحضرت نے یوں بیان فرمائی ہے۔ کہ ؎

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

پلیٹ فارم پر ایک اچھا خاصہ اجتماع ہوگیا ہے۔ بیچ میں یہ عازم مدینہ کھڑا ہے۔ اور ارد گرد احباب کرام تشریف فرما ہیں۔ استنے میں دو نعت خوانوں نے نعت خوانی شروع کی اور مدینہ منورہ کے فضائل اور حضور کی بارگاہ میں حاضری کی رفعتیں نظم میں سنائی جانے لگی ہیں۔ ایک عجیب کیف طاری ہے۔ اور نعرہائے رسالت و تکبیر بلند ہو رہے ہیں۔

رشید و بلال کو احباب نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے. لیکن زیادہ ہجوم کے باعث یہ گھبرا سے گئے ہیں۔ احباب نے پھر مجھ سے فرمایا۔ کہ میں بھی کچھ بیان کروں۔ چونکہ گاڑی کے چلنے کا ٹائم قریب ہے۔ اس لئے میں نے چار پانچ منٹ تک ہی کچھ کہنا مناسب سمجھا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ یہ جو میری تعظیم و تکریم اس وقت آپ نے کی ہے۔ یہ دراصل سب مدینہ منورہ کی برکتیں ہیں۔ میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور حضور کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے گھر سے نکلا ہوں۔ اور انشاء اللہ حضور ہی کے صدقہ میں حج کی نعمت سے بھی مشرف ہونگا ۔

ان کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اور میں انشاءاللہ آپ سب حضرات کے لئے بھی اِس حاضریٔ پاک کے لئے دعا کروں گا۔ حضرت مولانا سید زاہد حسین صاحب نے پھر ایک لفافہ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ مکتوب گرامی شیخ الحدیث مولانا سرفراز احمد صاحب کا ہے۔ انہوں نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اِسے میں نے جیب میں رکھ لیا ہے۔ اور پھر انجن کے وِسل دینے پر ہم گاڑی پر سوار ہو گئے ہیں۔ عزیزم محمد اسلم و محمد سلیم سے یہاں الوداعی ملاقات ہوئی۔ اور

احباب کے پُرجوش نعروں میں یہاں سے بھی ہم آگے بڑھ گئے ہیں۔ اپنی سیٹ پر آیا۔ تو دیکھا۔ کہ فاضل نوجوان مولانا محمد سلیم صاحب مختلف قسم کے مختلف کھانے جو آٹھ دس آدمیوں کے لئے بھی کافی ہیں، ہماری سیٹوں پر رکھ گئے ہیں۔ اسی طرح مختلف احباب نے ہمارے لئے رنگا رنگ مٹھائیوں، کے بہت سے لفافے وہاں رکھ دیئے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا ہے اعلیحضرت نے کہ ؎

اُس کی بخشش ان کا صدقہ
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اُن کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اور ایک دوسری جگہ اعلیحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ ؎

کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

رسولِ قاسم ہمارا قاسم رسول صلے اللہ علیہ وسلم، ہمیں دیتا ہے۔ ہم لیتے ہیں۔ ہم نے اس سے کیا کیا نہیں پایا، جو پاتے ہیں اور لیتے ہیں۔ وہ اس کا گاتے بھی ہیں اور سناتے بھی ہیں۔ کہ ہمارا رسول صلے اللہ علیہ وسلم قاسم ہے۔ جو لینا ہے اس سے لے لو۔ اس میں شک

نہیں۔ کہ مالک حقیقی اللہ ہی ہے۔ مگر اس کی دین و عطا سے ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے جملہ خزانوں کا مالک ہے۔ اور وہ اپنے بھکاریوں کی جھولیاں بھرتا ہے۔ اور ایسا کریم و سخی ہے۔ کہ جو اس کے در پر مانگنے کو جائے۔ وہ اس مانگنے والے پر خوش ہوتا ہے۔ دنیا میں اور بھی سخی ہیں۔ مگر ہمارے حضور کی سخاوت اور ان کی سخاوت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور سخی تو ایسے ہوتے ہیں۔ کہ مانگنے والے کو دیتے ہیں۔ تو مانگنے والا دعا دیتا ہے۔ کہ دینے والے خدا تیرا بھلا کرے۔ مگر ہمارے حضور ایسے سخی ہیں۔ کہ جو ان کے در پر مانگنے کو جائے۔ تو حضور بھیک بھی دیتے ہیں اور مانگنے والے کے لئے آپ ہی دعا بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرے در پر آکر مانگنے والے! خدا تیرا بھلا کرے ؎

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا!
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

ہاں تو یہ سب عطائیں حضور ہی کی ہیں۔ اپنے در پر بلایا ہے۔ تو اپنے مسافر کے لئے کیا کیا انعام فرما رہے ہیں۔ اور کیا کیا نعمتیں کھلا رہے ہیں۔ خدا تعالے جو کھانے پینے سے پاک و منزہ ہے۔ رمضان شریف میں دیکھئے۔ اپنے اسی بندے پر خوش ہوتا ہے۔ جو صبح سے شام تک نہ کھائے۔

نہ پڑے۔ اور سحری کے وقت اٹھ کر کھانا پینا یہ حضور کی سنت ہے۔ اور حضور نے تاکید فرمائی ہے۔ کہ سحری کو ضرور اٹھو۔ اور کچھ نہ کچھ ضرور کھا پی لو۔ تو فرمایئے کہ یہ کھلایا پلایا کس نے؟ یقیناً حضور نے۔ اگر توحید کا معنیٰ یہی ہے۔ کہ بس خدا کے سوا کسی کو مانو ہی نہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی پیشِ نظر نہ رکھو۔ تو پھر کھانے پینے کے علاوہ، شادی، بیاہ، نکاح، تجارت، اور اولاد وغیرہ سے بھی کنارہ کیجئے۔ کہ خدا تعالےٰ ان سب باتوں سے پاک و منزہ ہے یہ باتیں تو ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت ہیں۔ اور یہ ساری رونقیں حضور ہی کے دم قدم سے ہیں ؎

ہے انہیں کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

لطیفہ

ایک دفعہ میں دفتر ماہ طیبہ میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک عرب صاحب آئے۔ اور مجھ سے فرمانے لگے۔ یا مولانا! اَنَا ضَیْفُ الْمَسْجِدِ۔ یعنی میں مسجد کا مہمان ہوں" اس بات سے گویا وہ اپنی اہمیت جتا رہے تھے۔ کہ میں خدا کا مہمان ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ نَعَمْ فَاسْکُنْ فِی الْمَسْجِدِ وَاعْلَمْ اِنَّ صَاحِبَ الْبَیْتِ لَا یَاْکُلُ وَلَا یَشْرَبُ۔ ہاں ٹھیک ہے۔ بس مسجد میں ہی ٹھہریئے۔ اور جان لیجئے کہ

گھر والا نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔" اب جو عرب صاحب نے بات سمجھی۔ تو جھٹ بولے۔ لَا یَا مَوْلَانَا اَنَا ضَیْفُکَ۔ نہیں مولانا! میں تو آپ کا مہمان ہوں"۔ میں نے کہا۔ ہاں اب ٹھیک ہے اب آپ کو کھانے پینے کو بھی ملے گا۔ دیتا تو وہی ہے۔ لیکن جب تک اس کے کسی بندے کا واسطہ نہ ہو۔ وہ بھی نہیں دیتا۔ عرب صاحب بھی یہ راز سمجھ گئے۔ اور خدا سے کچھ پانے کے لئے میرے مہمان بن گئے۔ معلوم ہؤا۔ کہ دنیا کی ساری نعمتوں کی تقسیم بھی وسیلہ ہی سے ہے۔ اور وہ وسیلہ عظمیٰ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ پس جسے اللہ سے کچھ پانا ہے۔ وہ حضور کا مہمان بنے ؎

آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان!
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

یہ مختلف قسم کا کھانا اور مٹھائیاں بعد از نماز مغرب ہم نے بھی کھائیں۔ اور اپنے ڈبہ کے دیگر مسافروں میں بھی تقسیم کیں۔ اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ملفوفِ گرامی کھولا۔ تو اس میں جناب کا ایک مکتوب گرامی ملا۔ اور ساتھ ہی اس کے ایک دس کا نوٹ بھی۔ یہ حضرت شیخ الحدیث کا ایک مسافرِ مدینہ کے لئے انعام ہے۔ جسے میں نے ایک گرانقدر

عطیہ جان کر رکھ لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گونا گوں فیوض و برکات اور انعامات دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا کا مکتوب گرامی پڑھا تو لطف ہی تو آگیا سبحان اللہ! اِن علماءِ اہل سنت ایدہ ہمُ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات بھی کیا ہی ہدایت مآب ہیں۔ ان کے ارشادات کا ایک ایک لفظ حق آموز اور باطل سوز ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے مکتوب گرامی میں مجھے اس سفر پاک کی مبارکباد دی۔ اور لکھا ہے۔ کہ "آپ کو حاضریٔ روضۂ انور اور مدینہ منورہ، اور حاضریٔ کعبہ شریف اور مکہ مکرمہ مبارک ہو" ذرا اس ایمان افروز ترتیب کو ملاحظہ فرمایئے۔ سب سے پہلے حاضریٔ روضۂ انور، پھر مدینہ منورہ کا ذکر اور اس کے بعد حاضریٔ کعبہ شریف اور پھر مکہ مکرمہ کا ذکر۔ بیشک ایک سچا مسلمان اسی ترتیب کے پیشِ نظر یہ سفر اختیار کرتا ہے۔ اور اس گنہ گار بشیر کا یہ سفر بھی اسی ترتیب کے پیشِ نظر ہے۔ ہمارے لئے تو روضۂ انور کی حاضری ہی سب کچھ ہے۔ اور خدا گواہ ہے۔ کہ اگر حاجی کے لئے روضۂ انور کی کشش نہ ہو۔ تو اسقدر دشوار اور دراز سفر کے لئے گھر سے کوئی نہ نکلے۔ یہ روضۂ انور ہی کی کشش ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے مسلمان حجاز کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ اور کعبہ میں بھی جو کشش ہے۔ وہ بھی سرور عالم

صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی مرہونِ منت ہے۔ سہ

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظِل
روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے

۱۲ اپریل بروز منگل

حیدرآباد

رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح اٹھا ہوں۔ وضوء کیا اور نماز پڑھی۔ روہڑی گزر جانے کے بعد ہماری گاڑی دس بجے حیدر آباد پہنچی ہے اسٹیشن پر جناب حاجی رحمت اللہ صاحب رئیس کا چیلو سندھ معہ اپنے عزیزوں کے اور عزیزی نذیر احمد صاحب بی۔اے سپرنٹنڈنٹ برماشیل ڈپو معہ اپنے رفقاء کے موجود ہیں۔ حاجی رحمت اللہ صاحب رشید و بلال کے خالو ہیں۔ اور نذیر احمد میرا حقیقی بھتیجا ہے۔ میں اپنے حیدر آبادی احباب کو اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں دے سکا۔ ورنہ دیگر احباب بھی ضرور تشریف لاتے۔ اسی طرح کراچی کے احباب کو بھی میں نے اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں دی۔ ہاں ماہِ طیبہ میں اپنی روانگی کی اطلاع شائع کر دی تھی۔ اور اس کے مطابق بھی کسی وجہ سے گھر سے نہیں نکل سکا۔ ماہِ طیبہ میں ۱۰ اپریل کو روانگی کی اطلاع تھی۔ اور روانہ گھر سے ۱۱ اپریل کو ہوا ہوں۔ ماہِ طیبہ میں میرے اس سفر کی خبر پڑھ کر مولانا صاحبزادہ ابوالبرکات

اور مولانا شیخ عیسےٰ زبیدی ڈرگ روڈ نے صحیح تاریخ اور گاڑی،
کا پتہ دریافت فرمایا تھا۔ جس کے جواب میں میں نے آج کے
روز شاہین پر پہنچنے کا لکھ دیا تھا۔ چونکہ میرے ساتھ بچے بھی
ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب یہی سمجھا۔ کہ کراچی میں قیام
اپنے عزیزوں میں ہو۔ خدا کے فضل سے کوٹلی کے بہت سے
میرے عزیز و اقارب کراچی میں مقیم ہیں۔ اور معقول کاروبار
کے مالک ہیں۔ ان کا اپنا بھی یہی اصرار تھا۔ کہ انہیں کے
پاس قیام ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے ماموں زاد بھائی جناب
محمد حسین صاحب کے یہاں قیام کرنے کا پروگرام بنا رکھا
ہے۔ اور انہیں اطلاع بھی دے چکا ہوں۔ حیدرآباد اسٹیشن پر
حاجی رحمت اللہ صاحب اور عزیزم نذیر احمد صاحب سے ملاقات
ہو جانے کے بعد گاڑی آگے بڑھی ہے۔ اور حاجی صاحب اپنے
عزیزوں سمیت کوٹڑی اسٹیشن تک ہمارے ساتھ آئے ہیں۔ یہاں
گاڑی کافی دیر تک ٹھہری۔ اور اتنی دیر تک حاجی صاحب سے
باتیں ہوتی رہیں۔ جن میں زیادہ تر تذکرہ مدینہ منورہ ہی کا رہا۔
اب گاڑی یہاں سے بھی چل پڑی۔ اور تین گھنٹے کے بعد یہ دیکھئے

کراچی

ہم کراچی پہنچ گئے ہیں۔ کراچی اسٹیشن پر برادرم
محمد حسین صاحب اور عزیزم محمد احمد صاحب بچوں
سمیت آئے ہوئے ہیں۔ اور مولانا صابر بہاری بھی تشریف لا

ہیں۔ بڑے اطمینان کے ساتھ ہم گاڑی سے اترے ہیں۔ اور ان سے ملاقات کرنے کے بعد ہم تھوڑی دیر کے بعد اپنی جائے قیام پر پہنچ گئے ہیں۔ مولانا صابر براری نے ڈرگ روڈ میں کسی روز بیان کرنے کے لیئے فرمایا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے اسی واسطے کراچی کے احباب کو اپنے پروگرام کی اطلاع نہیں دی۔ تاکہ وہ تقریروں کے لئے مجبور نہ کریں۔ میں جس ذہن میں جا رہا ہوں۔ مجھے اطمینان سے جانے دیجئے۔ مولانا نے یہ بات مان لی۔ اور پھر ملنے کا وعدہ فرما کر تشریف لے گئے۔ مجھے حاجی کیمپ پہنچنے کی جلدی ہے۔ چونکہ ریزولیشن کارڈ میں حاجی کیمپ پہنچنے کی آخری تاریخ یہی آج کی تاریخ ہے۔ اس لئے میں نے چائے پی۔ اور حاجی کیمپ چلدیا۔ حاجی کیمپ پرانی نمائش کی جگہ پر ہے۔ وہاں پہنچنے پر میں دفتر معلومات میں گیا۔ اور اپنے متعلق پوچھا۔ کہ مجھے پہلے کس دفتر میں جانا چاہیئے۔ تو بتایا گیا۔ کہ وہ سامنے تصدیق ٹیکہ کا دفتر ہے۔ سب سے پہلے وہاں جایئے۔ اور اپنے ٹیکہ کی تصدیق کرایئے۔ یاد رہے۔ کہ ہر حاجی کے لیئے چیچک کا اور ہیضہ کا ٹیکہ لازمی ہے۔ چیچک کا ایک مرتبہ اور ہیضہ کا ٹیکہ ایک ہفتہ کے وقفہ کے بعد دو مرتبہ لگایا جاتا ہے۔ یہ تین ٹیکے بہتر ہے۔ کہ اپنے ضلع کے ہیلتھ آفیسر ہی سے لگوا کر اس کام سے فارغ ہو کر کراچی پہنچا

جائے۔ چنانچہ ہم سب نے یہ ٹیکے اخی المحترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی کی معیت میں سیالکوٹ ہی سے لگوا لیے تھے۔ ایک ہفتہ کے بعد ہیضہ کا دوسرا ٹیکہ لگنے کے بعد۔ بین الاقوامی سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ کراچی پہنچ کر سب سے پہلے یہی سرٹیفکیٹ دکھانا پڑتا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب جو حاجی کیمپ میں متعین ہیں۔ اس سرٹیفکیٹ کو دیکھتے ہیں۔ اور پھر بازو دیکھتے ہیں۔ کہ اس پر چیچک کے ٹیکے کا نشان ہے یا نہیں اور ہم نے یہ دیکھا ہے۔ کہ اگر کسی حاجی کے بازو پر یہ نشان مدھم پڑ گیا ہے۔ تو اُسے دوبارہ ٹیکہ لگوانے کا حکم دیا گیا۔ اور تصدیق ٹیکہ کے دفتر کے ساتھ ہی ٹیکہ لگانے کا جو آفس ہے۔ وہاں بھیج دیا گیا۔ تاکہ یہ ٹیکہ پھر لگوایا جائے۔ چنانچہ ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ رشید و بلال اور ان کی والدہ کے یہ نشان مدھم پڑ چکے تھے۔ اس لئے انہیں دوبارہ یہ ٹیکہ لگایا گیا۔ میرے نشان کافی ابھرے ہوئے اور نمایاں تھے۔ تاہم میرے سرٹیفکیٹ میں یہ نقصان بیان کیا گیا۔ کہ چیچک کے ٹیکہ لگانے کی تاریخ درج نہیں۔ لہذا میں بھی دوبارہ ٹیکہ لگواؤں۔ چنانچہ میں نے بھی پھر یہ ٹیکہ لگوایا۔ آج چونکہ میں اکیلا ہی حاجی کیمپ میں آیا ہوں۔ حالانکہ ٹیکہ کے نشان دکھانے اور تصدیق ٹیکہ کے لئے رشید و بلال اور ان کی والدہ کا بھی

ساتھ ہونا ضروری تھا۔ اس لئے میں دفتر تصدیق ٹیکہ میں آج اپنے کراچی پہنچ جانے کی تاریخ درج کرا کے واپس چلا آیا ہوں۔ اور یہ کہہ آیا ہوں۔ کہ کل نو بجے ہم یہاں پہنچ کر تصدیق کرا لیں گے۔ حاجی کیمپ سے سیدھا میں گوردھن داس مارکیٹ پہنچا۔ اپنے میمن احباب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے سینچا گلی ایوب بہادرس کی دکان پر پہنچا۔ حاجی ایوب صاحب مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور اٹھ کر معانقہ کیا اور پھر حیرانی کے عالم میں پوچھا۔ کہ آپ واقعی آپ ہیں۔ کہ یا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ہنس کر جواب دیا۔ کہ میں واقعی میں ہوں۔ اور آپ عین عالم بیداری میں مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اتنے میں اور احباب بھی آ گئے ہیں۔ اور سب مجھے دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔ حاجی ایوب صاحب سے میں نے کہا۔ کہ میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ اور ماہ طیبہ میں اعلان بھی کر چکا ہوں۔ پھر آپ کو کیوں خبر نہ ہوئی؟ حاجی صاحب نے فوراً شمارہ اپریل نکالا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ خبر کہاں درج ہے؟ میں نے صفحہ ۸ دکھایا۔ اور وہ پڑھ کر کہنے لگے۔ کہ یہ صفحہ تو ہم نے پڑھا ہی نہیں۔ بہرحال تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر گھر چلا آیا ہوں۔ اور رات کو اپنے کوٹھی کے احباب ملنے آ رہے ہیں۔ جن کی معیت میں رات کے ۱۰ بجے

تک بیٹھا۔ اور پھر ان سے اجازت لیکر نماز ادا کر کے سو گیا۔

۱۳ اپریل بروز بدھوار

آج صبح نماز اور چائے سے فراغت کے بعد نو بجے رشید و بلال اور ان کی والدہ کو لے کر حاجی کیمپ پہنچا ہوں۔ سیدھا دفتر تصدیق ٹیکہ میں پہنچا۔ آج اس وقت حاجیوں کی کافی تعداد جمع ہے۔ ایک لائن میں مرد اور دوسری لائن میں عورتیں ہیں۔ یہ سب باری باری ڈاکٹر صاحب کو اپنا اپنا بازو اور سرٹیفکیٹ دکھا کر تصدیق ٹیکہ کے مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ بعض حجاج کو دوبارہ ٹیکہ لگوانے کا حکم مل رہا ہے۔ اور ہم چاروں کو بھی یہی کہا گیا ہے۔ چنانچہ ہم نے دوبارہ ٹیکہ لگوایا۔ اور ہمارے ٹیکوں کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے بعد یہ چاروں سرٹیفکیٹ ساتھ ہی ایک دوسرے دفتر میں جمع کرانے کیلئے کہا گیا۔ چنانچہ میں نے بچوں کو ایک جگہ بٹھایا۔ اور خود اس دفتر کی کھڑکی کے پاس پہنچا ہوں۔ یہاں بھی حجاج کی اچھی خاصی لائن بندھ رہی ہے۔ یہاں ہر حاجی کو اپنے اپنے سرٹیفکیٹ کے ساتھ پانچ پانچ روپے بھی جمع کرانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ میری باری آئی۔ تو میں نے چاروں سرٹیفکیٹ پیش کئے اور ان کے ساتھ پندرہ روپے بھی (رشید و بلال دونوں کا ایک ٹکٹ ہے)، جمع کرائے۔ اور مجھے چار

رسیدیں مل گئیں۔ اور پھر بتایا گیا۔ کہ یہ رسیدیں اور روپیہ جمع کرانے کے بعد جو رسیدیں بنک سے ملی تھیں۔ وہ رسیدیں بھی ساتھ ہی ایک تیسرے دفتر میں جو اس دفتر کے قریب ہی تھا۔ پیش کر دی جائیں۔ چنانچہ اب میں اس تیسرے دفتر میں پہنچا ہوں۔ اور یہاں یہ ساری رسیدیں پیش کر دی ہیں۔ یہاں سے مجھے ایک چٹ مل گئی۔ جس پر لکھا تھا۔ کہ کل نو بجے آیئے۔ اور اُس سامنے والے چوتھے دفتر سے اپنے دستخط کر کے یہ رسیدیں لے جایئے۔ چنانچہ میں یہ چٹ لے کر واپس آگیا اور دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میمن احباب سے ملنے کو پھر گوردھن داس مارکیٹ میں آگیا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے پرانے کرم فرما حاجی احمد اور حاجی غفار کی دکان محمود اینڈ کو واقعہ بندر روڈ پر پہنچا ہوں۔ حاجی احمد صاحب نے مجھے دیکھا۔ تو بصد مسرت اٹھ کر گلے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے آپ کے آنے کا علم ہو چکا ہے۔ چائے منگوائی اور پھر اسماعیل جمال کمپنی کے مالک محترمی جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل صاحب کی دکان پر گئے۔ حاجی احمد ساتھ ہی ہیں۔ حاجی اسمٰعیل صاحب کے بڑے لڑکے حاجی ستار صاحب دکان پر ہی مل گئے۔ بڑی محبت سے ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد حاجی اسماعیل صاحب بھی تشریف لے آئے۔ مجھے دیکھ کر حیران رہ

گئے۔ اور بڑی محبت سے ملے۔ حاجی صاحب کو خدا کے فضل سے مجھ سے خاص انس ہے۔ ماہِ طیبہ کی اشاعت و اعانت میں آپ نے آج تک دل کھول کر حصہ لیا ہے۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اہل سنت کے مایہ ناز مخلص سیٹھ حاجی عبد الشکور صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دکان پر گئے۔ حاجی صاحب مرحوم بھی مجھ سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ اور اہل سنت کی تبلیغی کوششوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ غالبًا تین سال کا عرصہ ہُوا۔ ان کا وصال ہو چکا ہے۔ حاجی صاحب مرحوم کے صاحبزادے حاجی ایوب صاحب دکان پر مل گئے۔ اور حاجی ایوب صاحب بھی مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ میں نے حاجی صاحب مرحوم کی فاتحہ پڑھی۔ اور اس کے بعد حاجی ایوب صاحب نے تقریر کرنے کے لئے مجھ سے کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ فی الحال اس پروگرام کو رہنے دیجئے۔ ورنہ یہ سلسلہ چل نکلا۔ تو مجھے سکون نہ مل سکے گا۔ حاجی ایوب صاحب نے فرمایا۔ کہ پھر ایسا کیجئے۔ کہ عام اجتماع و جلسہ میں تقریر نہ سہی۔ میں اپنے والد مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے۔ اپنے مکان کے اندر ہی ایک محفل میلاد کا انتظام کرتا ہوں۔ آپ مغرب کا کھانا

بھی ہمارے یہاں کھائیے۔ اور رات کو مخصوص مجمع میں تقریر بھی کیجئے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے اس پروگرام کو مان لیا ہے۔ اور کل جمعرات کی شام کو کھانے اور عشاء کے بعد کچھ سنانے کی دعوت قبول کرلی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد گھر واپس ہوا ہوں۔ اور عصر کے وقت رشید و بلال کو گاندھی گارڈن ـ (چڑیا گھر) کی سیر کرائی ہے۔ رشید و بلال بالخصوص بندروں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے ہیں۔ بچے بالعموم بندروں کو دیکھ کر بڑا خوش ہوتے ہیں۔ شائید اس لیئے کہ نہ تو بندر ہی چین سے ایک جگہ بیٹھتا ہے۔ اور نہ ہی بچے چین سے ایک جگہ بیٹھتے ہیں۔ آج رات کو بھی اپنے قصبہ کے احباب ملنے کے لیئے آتے رہے۔ اور رات کے کافی حصہ تک بیٹھے رہے۔

۱۴ اپریل بروز جمعرات

آج نو بجے پھر حاجی کیمپ پہنچا ہوں۔ حاجی کیمپ میں بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی۔ اکثر احباب ماہِ طیبہ میں میرے حج کو جانے کی خبر پڑھ کر میری تلاش میں تھے ــــ ان دوستوں سے مل کر دل خوش ہوا۔ اب میں کل والی چٹھ کے مطابق چوتھے دفتر میں پہنچا ہوں۔ یہاں سے میرے دستخط لے کر بنک کی رسیدیں مجھے واپس دیدی گئیں۔ اور مجھ سے

کہا گیا۔ کہ اب جہاز کمپنی کے دفتر میں جاکر یہ رسیدیں دکھایئے
وہاں سے آپ کو ٹکٹ اور پاسپورٹ ملنے کی تاریخ بتا دی
جائے گی۔ چنانچہ میں جہاز کمپنی کے دفتر میں گیا۔ اور وہاں
یہ رسیدیں پیش کر دیں۔ جہاز کمپنی والوں نے مجھ سے زبانی
کہہ دیا۔ کہ ۱۸ر تاریخ کو نوبجے آکر ٹکٹ اور پاسپورٹ لے
جایئے۔ چنانچہ میں واپس آگیا۔ اور دن بھر آرام کرنے کے
بعد مغرب کی نماز کے بعد حاجی ایوب صاحب کی کار آگئی۔
جس میں ہم سوار ہوکر ان کے مکان میں پہنچ گئے۔ اس
مکان میں اس سے پہلے بھی کئی دفعہ آچکا ہوں۔ حاجی
صاحب مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کے بڑے کمرے
میں محفلِ میلاد شریف کا انتظام ہے۔ پُر تکلف کھانا کھانے
کے بعد نماز عشاء بھی یہیں ادا کی۔ اور اس کے بعد حضرت
مولانا مفتی ظفرعلی صاحب امجدی۔ حضرت مولانا قاری
مصلح الدین صاحب خطیب شاہی جامع مسجد واہ کینٹ بھی
تشریف لے آئے۔ دل بڑا خوش ہوا۔ اور جی بھر کر معانقے
ہوئے۔ سیٹھ حاجی عزیز صاحب، سیٹھ حاجی اسماعیل جمال
صاحب اور دیگر میمن حضرات بھی کثرت سے تشریف لے
آئے۔ حاجی ایوب صاحب، صاحبِ خانہ نے فرمایا۔ کہ محفل
شروع ہونے سے قبل میں آپ کو مولانا صاحب کی۔

(یعنی میری) ایک تقریر سنوا دوں؛ اور ساتھ ہی انہوں نے ٹیپ ریکارڈ مشین جو وہ امریکہ سے لائے ہیں۔ چلا دی۔ اس میں سے سب سے پہلے اس خطبہ کی آواز آنے لگی۔ جو میں ابتداء وعظ میں پڑھا کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد میرے ہی لہجہ میں تقریر کی آواز آنے لگی۔ میں یہ تقریر سن کر حیران ہوا۔ کہ یہ تقریر کرنے والا کون ہے؟ آخر یہ عقدہ کھلا — اور حاجی ایوب صاحب نے بتایا۔ کہ آپ تین سال سے کراچی نہیں آئے۔ ہم نے حافظ ولی محمد صاحب مرحوم سے درخواست کی تھی۔ کہ وہ آپ کے لہجہ میں ایک تقریر کریں جسے ہم اس مشین میں بھر لیں۔ تاکہ جب بھی کبھی آپ کی تقریر سننے کا شوق پیدا ہو۔ تو ہم اس مشین کو "چالو" کر کے آپ کی تقریر سن لیا کریں۔ چنانچہ آج سے دو سال پہلے کی یہ تقریر ہے۔ جو حافظ صاحب نے اسی کمرہ میں کی تھی۔ افسوس! کہ حافظ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اور ان کی یہ تقریر اب تک محفوظ ہے۔ اس تقریر کے سننے سے ہنسی بھی آتی ہے۔ اس لئے کہ حافظ صاحب مرحوم نے تکلف کے ساتھ میری نقل اتاری تھی۔ حاجی ایوب صاحب نے بتایا۔ کہ آج ہم آپ کی اصل تقریر کو اس میں بند کر لیں گے۔ تاکہ اب آپ کی اصل تقریر سن لیا کریں۔

چنانچہ اس مشین کو نصب کیا گیا۔ اور تلاوت کے بعد میری تقریر شروع ہوئی۔ ایک گھنٹہ تک میں نے تقریر کی۔ حاجی صاحب نے بتایا۔ کہ ابھی کچھ فلم کا حصہ باقی ہے۔ دو نعتیں بھی پڑھیئے۔ تاکہ یہ حصہ مکمل ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اعلیحضرت کی ایک نعت۔ "وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں" اور پھر اپنی ایک نعت پڑھی۔ اور پھر قیام و سلام اور دعا کے بعد یہ محفل ختم ہوئی۔ اس کے بعد مشین کو "چالو" کیا گیا۔ سبحان اللہ! کیا ہی ایجاد ہے کہ جو کچھ گھنٹہ بھر میں ہوا تھا۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک سب کچھ اس میں بھرا جا چکا تھا۔ اور وہی میرا خطبہ، اور میری تقریر، تقریر کے اندر اشعار، نعتیں، قیام و سلام اور دعا سب کچھ ایک مرتبہ پھر سنا گیا۔

اس سے قبل سب سے پہلے برادرم محمد حسین صاحب کوٹلوی جب جرمنی سے واپس آئے تھے۔ تو یہ مشین ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ وہ کراچی سے کوٹلی آئے۔ تو یہ مشین ساتھ ہی لائے۔ اور ایک رات محفل میلاد شریف میں اس مشین میں انہوں نے میری ایک تقریر، بھر لی۔ اور پھر اسی وقت میری تقریر کے بعد متصل ہی میری یہ بھری ہوئی تقریر سنانا شروع کی۔ عمر بھر میں پہلی مرتبہ میں نے اُس روز اپنی تقریر سنی۔ اور حیران رہ گیا۔

ذکرِ حبیب ﷺ

چونکہ کوٹلی بھر میں یہ ایک نئی بات تھی۔ اس لئے دوسرے روز متعدد گھروں میں یہ مشین منگوائی گئی۔ اور میری تقریر سنی گئی۔ آٹھ روز تک اس تقریر کی خوب چہل پہل رہی۔ آج اس گھر میں میری تقریر ہو رہی ہے۔ تو کل اُس گھر میں۔ حتیٰ کہ اس نئی چیز کے شوق میں اُن گھروں میں بھی میری تقریر ہوگئی۔ جن میں رہنے والوں کو میرے خیالات سے ازلی اختلاف تھا۔ یہ بھی عجیب نظارہ تھا۔ کہ سننے والے نہ نعت خوانی پر مائل۔ نہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار و تصرف کے قائل، نہ قیام و سلام کے معترف ـــ اور سنانے والا نعت خوانی بھی کر رہا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فضائل و کمالات علم و اختیارات بھی بیان کر رہا ہے۔ اور پھر قیام وسلام بھی ہو رہا ہے۔ یہ بھی ذکر حبیب کا ایک کمال تھا۔ کہ نہ چاہنے والوں کے گھروں میں بھی تشریف لے گیا۔

لطیفہ

میں جس زمانہ میں گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں جمعہ پڑھانے جایا کرتا تھا۔ اس زمانے کی بات ہے۔ کہ ایک صاحب جو عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بدعت جانتے تھے۔ اخبار بینی کا انہیں بڑا شوق تھا۔ اور ہر روز سب سے پہلا کام ان کا اخبار خریدنا تھا۔ ایک سال جبکہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منائی جا رہی تھی۔

اُس عیدِ سعید کے روز جو اخبارات آئے۔ ان سب پر۔ عیدِ میلاد نمبر لکھا تھا۔ ان صاحب نے حسب معمول اس روز بھی اخبار خریدنا چاہا۔ تو ایک اخبار پر یہ لفظ پڑھ کر وہ اخبار واپس کر دیا۔ اور دوسرا اخبار مانگا۔ دوسرا اخبار جو دیکھا۔ تو اس پر بھی یہی جملہ دیکھا۔ پھر تیسرا اخبار دیکھا پھر چوتھا سبھی پر اُسے یہی عیدِ میلاد، کا جملہ لکھا ہوُا نظر آیا۔ ناچار اس نے اُس دن یہ کہہ کر کہ چلو آج ریڈیو پر خبریں سن لیں گے۔ اخبار خریدا ہی نہیں۔ پھر جب گھر گیا۔ اور خبریں وغیرہ سننے کے لئے ریڈیو کا سوئچ جو دبایا۔ تو اُس میں سے بھی اُسے یہی آواز آئی کہ "یَا نبیِ سَلامُ عَلیکَ — یَا رسُولُ سَلامُ علیکَ۔ گویا وہاں بھی اُسے وہی جلوہ نظر آیا۔ جس سے وہ بھاگ کر گھر آیا تھا۔ یہ واقعہ مجھے گکھڑ ہی کے ایک ایسے آدمی نے سنایا تھا۔ جس سے خود ہی اُن صاحب نے اپنی یہ دکھ بھری کہانی سنائی تھی۔ واقعی ذکرِ حبیب کا یہ بھی ایک کمال ہے۔ کہ مخالف کے ہاں بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس سے مستفید نہ ہو سکے بارش کا قطرہ پتھر بھی پڑ ہی جاتا ہے۔ اگرچہ پتھر اس سے مستفید نہیں ہو سکتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ زرخیز زمین کی طرح اُس قطرے کو اپنے دل میں جگہ دے کر رنگا رنگ پھولوں

سے بہرہ ور ہو۔ اُس قطرے کو فوراً ادھر اُدھر پھینک کر خود ویسے کا ویسا ہی خشک رہ جاتا ہے۔

حاجی ایوب صاحب کے مکان سے ہم رات کے ایک بجے لوٹے اور گھر آکر سو گئے۔

۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷، اپریل
بروز
جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار

ان تین دنوں میں ہم سب نے کراچی کی خوب جی بھر کر سیر کی۔ رشید و بلال کو لے کر منوڑا گیا۔ کشتی کی سیر کرائی۔ سمندر دکھایا۔ برادرم محمد حسین صاحب کی کار ۔ برادرم محمد امین صاحب کی اور جناب محمد احمد صاحب کی کار یہ تینوں کاریں ہمیں تین دن تک کراچی کے مشہور مقامات دکھاتی رہیں۔ اور مختلف احباب کے یہاں سے دعوتیں کھانے میں یہ تین دن گزرے۔

۱۸، اپریل بروز پیر

آج صبح پھر حاجی کیمپ گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ ٹکٹ اور پاسپورٹ بجائے نو بجے کے چھ بجے شام ملیں گے۔ چنانچہ

پھر واپس آگیا۔ اور شام کو پھر گیا ہوں۔ تو جہاز کمپنی کے دفتر کے سامنے ایک طویل لائن حجاج کی دیکھی۔ اُس لائن میں کھڑے رہنے سے شائد رات کے دس بجے تک بھی نمبر نہ آتا۔ مگر ایک آسانی کی صورت یہ پیدا ہوگئی۔ کہ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین شرقپور شریف سے ملاقات ہوگئی۔ آپ مجھے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اور میں انہیں پاکر بڑا خوش ہوا۔ آپ کے ایک ہمراہی لائن میں کھڑے تھے۔ جو کھڑکی قریب پہنچ چکے تھے۔ میری رسیدیں بھی انہیں دیدی گئیں۔ جو انہوں نے اپنی رسیدات کے ساتھ اندر دے دیں۔ اور ان کے ساتھ ہی ٹکٹ اور پاسپورٹ مجھے بھی مل گیا۔!

اب حج نوٹ حاصل کرنے کا مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ نوٹ خاص قسم کے نوٹ ہیں۔ جو حجاج کو عرب شریف میں کام دیتے ہیں۔ ہمارا عام سَو کا نوٹ عرب میں کم قیمت پاتا ہے۔ اور یہ حج نوٹ جسے ہماری حکومت نے صرف حاجیوں ہی کے لئے تیار کیا ہے۔ پوری قیمت پاتے ہیں۔ یہ نوٹ صرف عرب شریف ہی میں چلتے ہیں۔ اور اب ہماری حکومت نے حجاج کے لیے 'ٹریولر چیک' بھی جاری کردیئے ہیں۔ جو شخص انگریزی یا اردو یا گجراتی زبان میں اپنے دستخط کرسکتا ہو۔

اُسے نوٹوں کی جگہ یہ چیک مل جاتے ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ چیک زیادہ مفید رہتے ہیں۔ اور سَو کی قیمت سَو سے کچھ زیادہ ہی وصول ہو جاتی ہے۔ اس لئے پڑھا لکھا طبقہ یہ چیک ہی لے رہا ہے۔ اور میرا ارادہ بھی یہی ہے۔ کہ میں چیک ہی لوں۔ آج چونکہ چیک یا ج نوٹ دینے والے دفتر پر کافی ہجوم ہے۔ اس لئے میں واپس آ گیا ہوں۔ اب انشاء اللہ کل جاکر یہ کام بھی کر لیا جائے گا۔

۱۹ر اپریل ۱۹۷۸ء منگلوار

آج نو بجے ٹریولر چیک حاصل کرنے کیلئے پھر حاجی کیمپ گیا ہوں۔ مگر رَش زیادہ ہونے کے باعث پھر لوٹنا پڑا۔ عصر کے بعد پھر گیا۔ تو اگرچہ رش اس وقت بھی دیکھا۔ مگر چونکہ کل تو جہاز کی روانگی ہے۔ اس لئے رات کے نَو بجے تک حاجی کیمپ ہی میں رہا۔ اور اس کام سے تقریباً سوا نَو بجے فارغ ہو کر گھر لوٹا۔ آج بہت سے احباب ملنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اور رات کے تقریباً گیارہ بجے تک میرے پاس بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ان سے معانقے اور مصافحے ہوئے۔ اور انہیں رخصت کرنے کے بعد کافی دیر تک ہم اپنا سامان باندھتے رہے۔ حاجی کیمپ میں اعلان ہو چکا تھا۔ کہ کل

آٹھ بجے تک بندرگاہ پر پہنچ جانا چاہیئے. چنانچہ ہم نے تیاری مکمل کر لی. چاقو، چھری، سوئی، دھاگہ، رسی، کھانے پینے کے برتن، سرمہ، قلم دوات، کنگھی، اور کچھ ضروری اشیا تو ہم گھر ہی سے لے آئے تھے۔ اور کچھ چیزیں مثلاً لوٹا۔ چھاتا۔ بالٹی، بیٹری، قرآن مجید، حاجی بلیٹ اور کچھ انگریزی دوائیاں، پیچش، اسہال، بخار، سردرد کے ازالہ کے لئے کراچی سے خرید لی تھیں. ان کے علاوہ کچھ شربت کی بوتلیں، اسپغول کا چھلکا۔ اجوائن اور مچھر کا تیل وغیرہ برادرم محمد حسین صاحب نے خرید کر دے دیا تھا. ان سب ضروری چیزوں کو باندھ لیا گیا۔ راشن کا انتظام حکومت نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے آپ حاجی کیمپ میں ۲۵/۹/- جمع کر دیجئے. آپ کو ایک رسید مل جائے گی۔ جس پر آپ کو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں ۲۰ سیر گندم اور ۲۰ سیر چاول مل جائیں گے. میں نے ۷۶/۱۱/- جمع کرا کے تین رسیدیں لے لی ہیں۔ ہمیں یہ راشن کافی ہوگا۔ انشاءاللہ!

۲۰ اپریل بروز بدھوار

کراچی سے روانگی

آج جہاز کی روانگی کا دن ہے۔ اگرچہ حاجی کیمپ میں اعلان آٹھ بجے تک،

بندرگاہ پر پہنچ جانے کا تھا۔ مگر احباب نے بتایا۔ کہ آٹھ بجے
ہی پہنچنا ضروری نہیں۔ جہاز شام کے چھ بجے چلے گا۔ آپ
دس گیارہ بجے بھی پہنچ جائیں۔ تو بھی کوئی حرج نہیں ۔
چنانچہ ہم گھر سے نو بجے چلے۔ اپنے عزیز و اقارب اور احباب
بھی ساتھ ہیں۔ اور ہم تقریبًا ساڑھے نو بجے بندرگاہ پر پہنچ
گئے ہیں۔ بندرگاہ پر کوٹھی کے کئی احباب میری انتظار میں
کھڑے ہیں۔ بندرگاہ پر پہنچنے پر حجاج کو تو آگے چلے جانے
دیا جاتا ہے۔ مگر دوسروں کو بغیر ٹکٹ کے اندر جانے کی
اجازت نہیں۔ چنانچہ سب دوستوں نے ٹکٹ لئے اور ہم
اندر پہنچ گئے۔ مگر شیڈ کے اندر صرف حجاج ہی جا سکتے ہیں
اور عزیز و اقارب کو جنگلے سے باہر ہی ٹھہرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ
اپنے اکثر احباب سے جنگلے سے باہر ہی ملاقات کی۔ اور ہم شیڈ
کے اندر پہنچ گئے۔ بندرگاہ کے ایک قلی سے سامان جہاز پر
لے جانے اور کسی اچھی سی جگہ پر بستر لگانے کا معاملہ طے
کیا۔ ان قلیوں کے متعلق اگرچہ حکومت نے بار بار اعلان کر
دیا تھا۔ کہ فی حاجی دو روپیہ سے زیادہ ان کو نہ دیں۔ مگر
یہ قلی اپنی مرضی کے مطابق حاجیوں سے بہت کچھ وصول کر
لیتے ہیں۔ ہم نے ایک قلی سے سامان اٹھوایا۔ اور وہ دو
بستروں کے لئے دو چٹائیاں جو ہم نے اسی مقصد کے لئے

کراچی سے خرید لی تھیں۔ جہاز پر لے گیا۔ اور جہاز کی دوسری
منزل کے ایک وسیع کمرے کے ایک کونے میں انہیں بچھا
کر ہمارے لئے جگہ مخصوص کر دی۔ اب ہم اپنا سامان لئے
شیڈ کے اندر بیٹھے ہیں۔ اور حاجی متواتر آ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ
سارا شیڈ بھر گیا۔ سب سے پہلے اعلان ہوا۔ کہ اپنے پاسپورٹ
دکھا کر اپنی کرنسی کی تصدیق کرائیے۔ ہر حاجی اپنے ساتھ بیس
روپیہ تک لے جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ ایک پائی بھی
لے جانے کی اجازت نہیں۔ میں یہ اعلان حاجی کیمپ میں
بھی سن چکا تھا۔ اس لئے میں نے تین ٹکٹوں کے حساب
سے ساٹھ روپے ساتھ رکھے ہیں۔ اور جو لوگ بیس سے زیادہ
ساتھ لائے ہیں، ان کے متعلق اعلان ہو رہا ہے۔ کہ
زائد رقم یہیں اپنے عزیزوں کے سپرد کر دیجئے۔ میں نے شیڈ
کی بائیں سمت جو دفتر کرنسی کی تصدیق کا تھا۔ وہاں جا کر
صاف صاف بتا دیا ہے۔ کہ میرے پاس ساٹھ روپے ہیں۔ یہ
مرحلہ طے ہونے کے بعد شیڈ کے دائیں پہلو میں طبی معائنہ
کے لئے دفتر قائم تھا۔ اور ساتھ ہی پولیس دفتر بھی۔ پھر
وہاں جاکر اپنا پاسپورٹ دکھا کر صحت کی مہر لگوائی۔ اور
بعدہٗ پولیس نے تصدیق کی مہر ثبت کی۔ اس دفتر کے
دو حصے ہیں۔ ایک مردانہ اور دوسرا زنانہ۔ رشید و بلال

ان کی والدہ نے زنانہ دفتر میں جاکر اپنے اور رشید و بلال کے پاسپورٹوں پر یہ مہریں لگوائیں۔ ان مراحل سے فارغ ہونے کے بعد نماز ظہر کا وقت بھی ہو چکا ہے۔ اور ہم نے نماز یہیں ادا کی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سامان چیک کرنے کے لئے چند حکام تشریف لائے۔ اور وہ ہر ایک کے سامان پر چاک کے ساتھ نشان لگانے لگے۔ بس اب جہاز پر سوار ہونے کا وقت آگیا ہے۔ قلی نے ہمارا سامان جہاز پر پہنچا دیا ہے۔ اور اب حجاج کی ایک لائن لگ گئی ہے اور بالترتیب حجاج جہاز پر سوار ہونے لگے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ پر پاسپورٹ دکھلائے گئے۔ گیٹ پر متعین چند افراد نے ہمارے پاسپورٹوں میں سے جہاز کا روانگی ٹکٹ اپنے پاس رکھ لیا۔ اور واپسی ٹکٹ ہمارے ہی پاس رہنے دیا۔ اور جہاز کی طرف جانے کی اجازت دیدی۔ ہم جہاز کی سیڑھیوں کی طرف بڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ رشید و بلال ہم سے پہلے ہی اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اوپر پہنچنے پر قلی مل گیا۔ اور وہ ہمیں ہماری جگہ پر لے گیا۔ خدا کے فضل سے جگہ اچھی ہے اگرچہ اوپر کی منزل کی طرح ہوا دار نہیں۔ مگر ہم سے بھی نیچے کی منزل کے مقابلہ میں یہ کافی ہوا دار ہے۔ حجاج کرام اپنی اپنی جگہوں پر بستر

لگا رہے ہیں۔ اور عجب چہل پہل ہے۔ ہمارا سارا سامان ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے۔ اب ہم نے سامان کو ترتیب سے رکھ کر دو بستر اچھی طرح بچھا لئے ہیں۔ اور یہ جگہ ہم چاروں کے لئے بہت کافی ہے۔ تقریباً دو گھنٹہ تک حجاج کرام سوار ہوتے رہے۔ اور اپنی اپنی جگہ کو درست کرتے رہے۔ تاآنکہ جہاز نے وِسل دیا۔ اور تقریباً پانچ بجے جہاز کراچی بندرگاہ سے چل پڑا اور ہم نے باآواز پڑھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور دل مسرت سے لبریز ہوگیا۔ کہ آج ہم دیارِ حبیب کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ اور اب تھوڑے ہی دنوں میں ہماری گنہگار آنکھوں کے سامنے محبوب کا دیار پاک ہوگا۔ سبحان اللہ! اس تصور ہی سے آنکھوں میں مسرت کے آنسو آنے لگتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شام کی چائے کی تقسیم شروع ہوئی۔ جہاز والوں نے ہر حاجی کو اپنی اپنی جگہ پر چائے پہنچا دی۔ اور حاجیوں نے اپنے اپنے برتنوں میں چائے لے کر پی۔ نماز مغرب ہم نے اپنی اسی جگہ پر ادا کی۔ ہماری جگہ جہاز کے اگلے حصہ میں ہے۔ اور جس قدر حجاج اگلے حصہ میں ہیں۔ اسی قدر پچھلے حصہ میں بھی ہیں۔ اور درمیانی حصہ میں سیکنڈ اور فسٹ کلاس کے حجاج ہیں۔ سیکنڈ اور فسٹ کلاسیں باعتبار سفر کے ہیں۔ اور یہ ان کا امتیازی

نشان انشاء اللہ احرام باندھنے کے بعد باقی نہ رہے گا۔ ہر امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ، سیکنڈ فسٹ والا اور عرشہ والا یکساں نظر آئے گا۔ ہر ایک کے بدن پر دو چادریں نظر آئیں گی۔ اور سب کے سر ننگے ہوں گے۔ اور ع "تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے" کی ایک ہمہ گیر تفسیر نظر آنے لگے گی۔

ہمارے اس وسیع ہال کے اوپر اور پھر اس سے بھی اوپر کے چھت پر دو مخصوص جگہیں ہیں جن پر "برائے عبادت" کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ یہاں نماز باجماعت پڑھنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین شرقپور شریف کی مہربانی و برکت سے نیچے کی مخصوص مسجد میں حضرت میاں صاحب مدظلہ کی ہی اقتداء میں نماز پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ امام و مقتدی میں یکسوئی قائم رہے گی۔ وہ نماز بھی کیا ہوئی کہ امام صاحب کا دل کسی اور طرف ہو اور مقتدی کا کسی اور طرف ___ خدا شکر خورے کو شکر دے دیتا ہے۔ اوپر کے چھت کی مخصوص مسجد میں معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحبزادہ غلام قطب الدین، صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف نے جماعت کرانے کا اہتمام فرما لیا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ اور

بھی متعدد حضرات ہیں۔ اور ذکر و فکر کی مجالس کے انعقاد کی صورت نکل آئی ہے۔

رات کو بعد از نماز مغرب کھانا تقسیم ہوا۔ ہر حاجی کو اپنی اپنی جگہ پر ان کے برتنوں میں کھانا دے دیا گیا۔ چاول روٹی، گوشت، اور سبزی اور اچار جتنا چاہا ہر کسی نے لے لیا۔ اور سیر شکم ہو کر سب نے کھانا کھایا۔ بعد از نماز عشاء ہم دن بھر کے تھکے ماندے سو گئے۔

۲۱ر اپریل بروز جمعرات

تہجد کے وقت ہر حاجی بیدار ہو چکا ہے۔ اور تمام مرد اور عورتیں وضوء کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ اس مبارک سفر کی برکتیں ہیں۔ کہ جس کسی نے اپنے وطن میں نماز فرض کا بھی کبھی خیال نہ کیا تھا۔ آج وہ بھی نماز تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! سب ایک ہی دھن میں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سارے جہاز میں نماز تہجد پڑھی جانے لگی۔ اور پھر تلاوت پاک کا ورد شروع ہوا۔ فجر ہونے تک سب خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور پھر اوپر کی مسجدوں سے اذان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور سب نے سنتیں ادا کیں۔ اور دونوں مسجدیں نمازیوں سے پُر ہو گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی اپنی اپنی جگہوں پر متعدد جماعتوں کا اہتمام ہوا۔ میں نے حضرت میاں صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد شروع ہوا۔ اور ایک عجیب سماں بندھ گیا۔ نماز کے بعد چائے ملی۔ کچھ دیر بعد حضرت میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ کہ امامت آپ کرایا کریں۔ میں نے عرض کی۔ کہ مجھے اپنی اقتداء ہی میں رہنے دیں۔ حضرت میاں صاحب کے اصرار کرنے پر پھر بات یہ طے ہوئی۔ کہ کبھی آپ اور کبھی میں، آگے کھڑے ہو جایا کریں گے۔ حضرت میاں صاحب کی معیت بڑی باعثِ برکت و رحمت ثابت ہوئی۔ ہمارے جہاز میں بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے حضرت میاں صاحب کے پیچھے ایک دفعہ نماز پڑھ کر جب بعد از نماز " الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کا ورد سنا۔ تو انہوں نے اب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دی ہے۔ بلکہ وہ اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں۔ ادھر میاں صاحب ہیں۔ کہ آپ نے اس بات کا بھی اعلان و اظہار کر دیا ہے۔ کہ ہم تو مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔ اور ہمارا حج ضمنی حج اور حضور کے صدقہ میں ہوگا۔ بعض افراد کو یہ بات بھی اچھی نہیں لگی۔ اور وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے ہیں۔ آج بعد از نماز ظہر حضرت

میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ کہ کچھ بیان کیجئے۔ میں نے نماز کے بعد اعلیٰحضرت کی نعت "چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے" پڑھی اور پھر اس شعر کی تفسیر کی۔ اور بتایا۔ کہ کعبہ معظمہ کو بھی اگر توقیر و عظمت ملی تو حضور ہی کی طفیل۔ اگر حضور نے کعبہ کا طواف نہ کیا ہوتا۔ تو آج اس کا طواف کون کرتا؟ حجر اسود بھی جو بوسہ گاہِ خلائق بنا۔ تو صرف اسی لئے، کہ حضور کے لبِ انور اس سے مَس فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاروقِ اعظم نے بھی حجر اسود کو چومنے کے وقت اِسی حقیقت کا اعلان فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر! میں جانتا ہوں۔ کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہ چوما ہوتا۔ تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔ اسی طرح اس نعت کے دوسرے اشعار کی بھی کچھ تفسیر کی۔ اور مجمع جو عشق نبوی سے پہلے ہی معمور تھا۔ بیحد متاثر اور مسرور ہؤا۔

اب میری اس مختصر سی تقریر کے بعد" بعض لوگ" اور بھی زیادہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ یہ ان کی مرضی۔ اور ان کا اپنا خیال ہے۔ ورنہ ہمیں کسی سے کیا غرض! ہم سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی کشش سے آئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے ارادہ سے ہی گھر سے نکلے ہیں "یا رسول اللہ" کا ورد کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ اور

کرتے رہیں گے۔ اگر کسی صاحب کا یہ خیال نہیں ہے۔ تو نہ سہی۔

۲۲؍ اپریل بروز جمعہ

آج جمعہ کے وقت بعد از نماز ظہر میری تقریر کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور مجھ سے میاں صاحب نے فرمایا ہے، کہ آج جی بھرکر ہمیں ذکرِ حبیب سنایئے۔ چنانچہ بعد از ظہر جہاز کے بہت سے احباب میری تقریر کے لئے ہماری نیچے کی مسجد میں جمع ہو چکے ہیں۔ مجھ سے قبل جناب مولوی غلام رسول صاحب نارو وال والوں نے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئیں دو نعتیں سنائیں۔ سبحان اللہ! سفرِ مدینہ، اور نعتِ سرکار مدینہ ان دو چیزوں کے زیر اثر سارا مجمع تڑپ اٹھا۔ مولوی صاحب موصوف کی محبت و خلوص کے ساتھ اِس نعت خوانی اور مزید برآں اُن کی مخصوص خوش الحانی نے ایک عجیب کیفیت طاری کردی۔ ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور نعرہائے رسالت سے جہاز گونج اٹھا۔ اس کے بعد میں نے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ۔ کی آیت پڑھ کر اس کی تفسیر کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضری کے فضائل اور گنبدِ خضراء کی رفعتیں اور سنہری جالیوں کے

سامنے قیام و سلام کی کیفیتیں بیان کیں۔ اور خود بھی رویا اور دوسروں کو بھی رلایا۔ اس کے بعد قیام و سلام ہوا۔ اور دعا کے بعد یہ محفل ختم ہوئی۔ اس تقریر کا علم جب جہاز کے اوپر کے حصہ والوں کو ہوا۔ تو حضرت صاحبزادہ صاحب تونسہ شریف والوں نے دو آدمی میری طرف یہ ارشاد فرما کر بھیجے۔ کہ کل بعد از ظہر ہماری اوپر کی مسجد میں تقریر کیجئے۔ میں نے ہاں کر لی ہے۔ اور اب تیسری میری تقریر انشاء اللہ کل ہوگی۔

۲۳ ۔ اپریل بروز ہفتہ

آج بعد از نماز ظہر اوپر کی مسجد میں میری تقریر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں نے نماز ظہر بھی اوپر کی ہی مسجد حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہی جناب مولانا غلام مصطفٰے صاحب کی اقتداء میں پڑھی ہے۔ بعد از نماز حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہی ایک نعت خواں نے مدینہ پاک کی شان میں ایک پنجابی نعت سنائی ہے۔ اور اس کے بعد میں کھڑا ہوا ہوں۔ اور وہی کل والی آیت پڑھ کر میں نے حج کے مسائل و فضائل اور حج کی کیفیت بیان کر کے حاضریٔ مدینہ منورہ کی عظمت و اہمیت کا بیان شروع کر دیا۔ حاضریٔ مدینہ منورہ کے بیان

میں اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور آج ذکرِ مدینہ سے کچھ ایسی رقت اور کیفیت طاری ہوئی۔ کہ حضرت صاحب کی چیخیں نکل گئیں۔ اِدھر مجھ گنہ گار پر بھی کچھ ایسی کیفیت طاری ہوگئی۔ کہ روتے ہوئے ہچکی بندھ گئی ہے۔ اور بیان کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ سارا مجمع یا رسول اللہ یا رسول اللہ پکار رہا ہے۔ میں نے کہا بزرگو! سرکار کے ذکر ہی کا آپ نے اثر دیکھا۔ اور یہ تو کیا ہے۔ جب اس سرکار کے مواجہ شریف کی حاضری نصیب ہوگی۔ پھر دیکھنا۔ گنہ کسطرح دھلتے ہیں۔ طبیعت کو قابو میں کرکے پھر میں نے مدینہ منورہ کی حاضری کے آداب بیان کئے۔ اور بتایا۔ کہ خبردار! مدینہ منورہ کے مبارک کتوں کی بھی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ مدینہ منورہ کے کتے بھی ہم سب سے افضل و اعلےٰ ہیں۔ سبحان اللہ! عجب کیف کا وقت ہے۔ مدینہ پاک کا ذکر واقعی ایک عجیب چیز ہے۔ مگر صحتِ عقیدہ اور ایمان شرط ہے۔ بعد از تقریر قیام وسلام ہوا۔ اور دعا کے بعد یہ ایمان افروز تقریب ختم ہوئی۔

آج قبل از مغرب سیکنڈ و فسٹ کے حجاج کی طرف سے ایک صاحب تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تقریر کا

ایک وقت ہمیں بھی دیجئے۔ میں نے کل بعد از نماز عشاء کا وقت مقرر کر دیا۔ اب چوتھی میری تقریر انشاء اللہ کل بعد از نماز عشاء ہوگی۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ تقریر جہاز کے پچھلے حصہ کی جو دو مخصوص مسجدیں ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد میں ہوگی۔ اور وہاں نماز پڑھانے کا اہتمام کرنے والوں کو میری یہ تقریریں پسند نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ کہ نماز پڑھانے والے میری تقریر کو پسند نہیں کرتے۔ اور پڑھنے والے سب اس امر کے مشتاق ہیں، کہ میں تقریر کروں۔ بہرحال میری اِس چوتھی تقریر کا جہاز میں نصب شدہ لاؤڈ سپیکر میں اعلان ہو رہا ہے۔ جس کی آواز جہاز کے ہر کونے میں پہنچ رہی ہے۔ کل کی یہ تقریر انشاء اللہ بہت بڑے اجتماع میں ہوگی۔

ہمارا جہاز ۱۲۔ ۱۳ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لگاتار چل رہا ہے۔ اور ہم لوگ کراچی سے سینکڑوں میل دور نکل آئے ہیں۔ اور سنتے ہیں۔ کہ کل تک عدن کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں گی۔ سمندر کا منظر بھی ایک عجیب منظر ہے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ رشید و بلال ہر روز اوپر کی چھتوں پر جاجاکر یہ دلفریب نظارے دیکھتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ پہلے ایک دو دن تو میں خود ان کے ساتھ جاتا رہا

ہوں۔ مگر اب انہیں سب راستے یاد ہو چکے ہیں۔ اور یہ دن بھر اِدھر اُدھر پھر پھرا کر واپس اپنی جگہ آجاتے ہیں۔ سمندر میں بعض اڑنے والی مچھلیاں بھی ہیں۔ یہ جہاز کے قریب پانی سے نکلتی ہیں۔ اور پھر پانی کی سطح کے ساتھ ساتھ چار چار فرلانگ تک اڑنے لگتی ہیں۔ اکثر لوگ پہلے انہیں پرندے سمجھتے رہے۔ مگر جب انہیں بتایا گیا۔ کہ یہ مچھلیاں ہیں۔ تو حیران رہ گئے۔ جہاز چلنے کے بعد بعض لوگوں کو چکر بھی آنے لگتے ہیں۔ اور قے بھی ہونے لگتی ہے چنانچہ رشید و بلال کی والدہ کو ابتداء میں یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ اور دوسرے ہی روز پھر طبیعت بحال بھی ہو گئی۔ رشید پر بھی تھوڑا بہت اثر ہوگیا تھا۔ مجھے اور بلال کو بفضل خدا کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ پہلے دو دن میں اکثر مرد اور عورتیں اس تکلیف میں مبتلا رہے۔ اس حالت میں اچار، اور لیموں کا استعمال مفید رہتا ہے۔ نیز کچھ کھا پی لینا بھی مفید ثابت ہوتا۔ خالی پیٹ رہنے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

۲۴ر اپریل بروز اتوار

آج صبح بہت سے احباب ملنے کے لئے آتے رہے۔ اور کچھ مسائل دریافت کرتے رہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری کے

تصور سے دل مسرت سے برینر ہے۔ یلملم کی پہاڑی، جو ہم پاکستانیوں کے لئے میقات ہے۔ کے تذکرے ہو رہے ہیں یہ پہاڑی جس وقت قریب آجائے گی۔ جہاز میں وِسل ہوں گے۔ اور کپتان کی طرف سے اعلان ہوگا۔ کہ یلملم پہاڑی آنے والی ہے۔ احرام باندھنے کے لئے تیار رہیئے۔ وہ لوگ جو پہلے مکہ معظمہ جائیں گے۔ وہ جہاز ہی میں احرام باندھ لیں گے۔ مگر حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب شرقپوری اور ان کے ہمراہی، ہیں اور دیگر کئی ایک حجاج سب سے پہلے مدینہ منورہ کی حاضری دیں گے ہمارا عزم و ارادہ یہی ہے۔ کہ پہلے اُس سرکار اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری نصیب ہو۔ جن کے صدقہ میں ہمیں حج سے بھی مشرف ہونا ہے۔ اور ہم تو آئے بھی مدینہ منورہ کی حاضری کی نیت سے ہیں۔ کوئی کچھ کہے۔ مگر اپنا تو مسلک یہی ہے۔ کہ ع

پڑا جو رستے میں کعبہ سلام کر لینگے

اور ہمارے لئے اعلیحضرت بریلوی کے یہ اشعار مشعلِ راہ ہیں۔ کہ ؎

اِن کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ !
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

سنتا ہوں ۔ کہ جہاز میں بعض لوگ حجاج کے سامنے مدینہ منورہ کی حاضری کو غیر ضروری بتا رہے ہیں ۔ یہ بات سن کر تعجب آتا ہے ۔ کہ یہ لوگ ایسا کیونکر کہتے ہیں ۔ ایک مسلمان کی تو دلی تڑپ اور قلبی کیفیت یہ ہوتی ہے ۔ کہ پَر لگ جائیں ۔ تو میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں ۔ مگر یہ کیسا اسلام ہے ۔ کہ جس ذاتِ گرامی نے ہمیں یہ دولتِ ایمان بخشی ۔ جس محسنِ اعظم کے دم قدم سے ہمیں کعبہ کی راہ نظر آئی ۔ اُس سرکار کی حاضری کو غیر اہم بتایا جائے ۔ جہاز لگاتار چل رہا ہے ۔ اور کہیں کہیں دور دائیں بائیں کوئی پہاڑی نظر آنے لگتی ہے ۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔ کہ یہ پہاڑیاں وسط سمندر میں ہیں ۔ یا کوئی کنارہ ہے ۔ اب ہم بارہ سو میل کے قریب کراچی سے نکل آئے ہیں ۔ اس قدر دور نکل آنے کے باوجود رات کو جب اوپر نظر کیجئے ۔ تو وہی چاند اور وہی ستارے نظر آتے ہیں ۔ جو ہماری کوٹھی کے اوپر تھے ۔ اور بالکل اُسی جگہ پر ہیں ۔ جس جگہ پر کوٹھی نظر آتے تھے ۔ صبح جب سورج نکلتا ہے ۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے پانی سے نکل رہا ہے ۔ غروب ہوتا ہے ۔ تو یوں معلوم ہوتا

ہے جیسے پانی میں غرق ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! خدا تعالےٰ
کی ہستی پر کائنات کا ہر ذرہ شاہد ہے۔ سمندر کی وسعت
اور اس کا پھیلاؤ اور اس قدر پھیلاؤ۔ کہ روپے میں بارہ آنے
سمندر ہے اور چار آنے زمین۔ یہ سارا نظام کس طرح ممکن
ہے۔ کہ کسی بے پناہ قدرت کے مالک کے بغیر ہی
چل رہا ہو۔

آج نماز عشاء کے بعد جہاز کے دوسرے حصے کی مسجد میں
کافی اجتماع ہے۔ میں نے نماز یہیں اپنی طرف کی مسجد
میں ادا کی۔ اور اپنے اس طرف کے احباب کی معیت میں
اس طرف گیا ہوں۔ احباب جمع ہیں۔ وسط میں حضرت
سجادہ نشین تونسہ شریف تشریف فرما ہیں۔ نیز سیکنڈ و
فسٹ کے معززین بھی موجود ہیں۔ میں پہنچا ہوں۔ تو
نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے ساتھ جہاز گونج اٹھا۔ سبحان اللہ!
جہاز بھی گویا ایک مستقل شہر ہے۔ اور اس میں الگ الگ
محلے ہیں۔ اور آج میں اپنے محلہ سے اس دوسرے محلہ
میں تقریر کرنے کے لیے آیا ہوں۔ سب سے پہلے نعت
خوانی ہوئی اور پھر میں نے تقریر شروع کی۔ چونکہ اس
محلہ میں "بعض لوگوں" کے چند اکابر بھی ہیں۔ اور سننے
میں آتا رہا ہے۔ کہ مدینہ منورہ کی مقدس حاضری کو

یہاں غیر ضروری بتایا جا رہا ہے۔ اس لئے میں نے یہاں بھی ذکرِ مدینہ منورہ ہی کا موضوع رکھا۔ اور وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا بھی آیت پڑھی۔ اور سب سے پہلے تمثیلاً یہ بات بیان کی کہ دیکھئے ہم لوگ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔ اور کراچی پہنچ کر حاجی کیمپ میں گئے۔ حاجی کیمپ میں ٹیکے بھی لگوائے۔ بین الاقوامی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کئے۔ اور داخل بھی کئے۔ پھر جہازران کمپنی سے ٹکٹ بھی لے لیا۔ پاسپورٹ بھی مل گئے۔ اور عرب شریف میں خرچ کرنے کے لئے حج نوٹ یا چیک بھی لے لئے۔ اب گویا حکومت کی طرف سے ہم جدہ شریف پہنچنے کے لائق ہوگئے۔ اور ہم بغیر کسی رکاوٹ کے جدہ شریف پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی صاحب اس زعم میں کہ میں نے ٹیکے لگوا لئے۔ ٹکٹ لے لیا۔ پاسپورٹ پا لیا۔ اور چیک بھی حاصل کر لئے۔ اب یہیں حاجی کیمپ میں بیٹھے بیٹھے جدہ شریف پہنچ جاؤں گا۔ حاجی کیمپ ہی میں بیٹھا رہے۔ تو کیا وہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکے گا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس عازمِ حج کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ جدہ شریف تک پہنچ جانے کا اہل بن کر اب حاجی کیمپ سے نکل کر بندرگاہ پر بھی پہنچے۔ اور جہاز پر بھی سوار ہو۔ اور اگر اس نے بندرگاہ پر جانا اور جہاز پر سوار ہونا غیر

مزدوری جانا۔ تو وہ کراچی ہی میں بیٹھا رہے گا۔ منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچ سکے گا۔ تو میرے بزرگو! آپ نے اگر حج کر لیا تو بیشک آپ نے طواف کر لیا۔ تقبیل حجر اسود کر لی۔ سعی کا ٹیکہ بھی لگوا لیا۔ وقوفِ عرفہ کا پاسپورٹ بھی حاصل کر لیا۔ رمی و قربانی اور حلق سے نشانِ ٹیکہ بھی دکھا دیا۔ اور طوافِ زیارت کرکے ٹکٹ بھی پالیا۔ اور جنت تک پہنچنے کے لیئے آپ اہل ہیٹک بن گئے۔ مگر منزل مقصود تک پہنچنے کے لیئے آپ کا مدینہ منورہ کی بندرگاہِ رحمت پر جانا ابھی باقی ہے۔ اور محبتِ نبوی کے جہاز پر سوار ہونا لازمی ہے۔ آپ باوجود حج کر لینے کے اگر اس بندرگاہ پر نہ پہنچے اور اس جہاز پر نہ سوار ہوئے۔ جس میں بڑے بڑے صلحاء و اتقیاء یعنی سیکنڈ و فسٹ والے بھی سوار ہیں۔ تو آپ منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔ اور آپ کی مثال ایسی ہوگی۔ جیسے کوئی شخص حاجی کیمپ میں ہی بیٹھا رہے۔ یا حاجی کیمپ ہی سے واپس گھر چلا آئے۔ اور گھر جاکر کہدے۔ کہ میں سارے کام کر آیا ہوں۔ اِسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کی مثال سفینہ نوح یعنی کشتی نوح کی بیان فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ جو اس کشتی پر سوار ہوا۔ وہ نجات پاگیا۔ پھر میں نے حج کے فضائل و مسائل

اور اس کا طریقہ بیان کرکے بتایا۔ کہ حج جملے کا سارا عبادت خدا کی اور نقل محبوبانِ خدا کی ہے۔ طواف و تقبیل اور رمل نقل ہے اداہائے مصطفےٰ کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صفا و مروہ کی دوڑ نقل ہے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی۔ رمی و قربانی نقل ہے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی۔ تو دیکھ لیجئے۔ اس عظیم الشان عبادت حق تعالیٰ کے ایک ایک جز میں اللہ کے محبوبوں کی اداؤں کا دخل ہے۔ پھر ان محبوبانِ حق اور سید المحبوبین حضور حبیبِ کبریا صلے اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو جانا کہاں تک درست ہے؟ سچ فرمایا اعلیحضرت نے کہ ؎

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

پھر حاضریٔ مدینہ منورہ کے آداب بیان کئے۔ اور تاکید کی کہ مدینہ منورہ کے مبارک کتوں کا بھی دل میں احترام پیدا کرکے وہاں حاضر ہونا۔ مدینہ منورہ کے کتے۔ سبحان اللہ! میں نے [illegible]ھ میں ان کی زیارت کی ہے۔ بخدا اتنے صابر و قانع کہ جہاں بیٹھے ہیں۔ ہر روز وہیں بیٹھے دیکھا۔ نہ کسی کے پیچھے پڑنا ان کی خصلت۔ نہ بھونکنا ان کی عادت۔ اپنے ہاں تو کئی گستاخ آدمیوں کو بھی بھونکتے ہوئے دیکھا

مگر مدینہ منورہ کے کتے بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد حاضری
مدینہ منورہ کی اہمیت و ضرورت کا مدلل بیان کیا۔ اور
حضور کے اپنے ارشادات سنائے۔ کہ حضور نے اپنی بارگاہ
کی حاضری کو کس قدر موجب برکت بیان فرمایا ہے۔ پھر جو
ان برکتوں سے محروم واپس چلا جائے۔ وہ کسقدر بدنصیب ہے
حاضری مواجہ شریف اور اس وقت کے قیام و سلام کا تذکرہ
کیا۔ وہ جو ہمیں عین حاضری کے وقت کیف و سرور حاصل
ہوگا۔ وہ تو اُسی وقت سے مخصوص ہے۔ مگر اس وقت
اس ذکر سے بھی کچھ ایسا کیف پیدا ہوا۔ کہ ہر آنکھ عقیدت
کے موتی بکھیرنے لگی۔ اور درود و سلام کے پیارے نغمات
کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر میں نے بتایا۔ کہ یہ سمندر دیکھیے
کیا اس کا کوئی کنارہ یا اس کی کوئی حد نظر آتی ہے؟
نہیں! پس اسی طرح فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کی بھی کوئی حد
نہیں۔ اور اس سمندر میں آپ جس قدر وسیع ظرف ڈالیں
گے۔ سمندر آپ کو اسی قدر پانی دے دیگا۔ من بھر کا ظرف
ڈالیے۔ تو من بھر پانی لے لیجیے۔ سیر بھر کا برتن ڈالیے۔
تو سیر بھر پانی لے لیجیے۔ چلو ڈالیے۔ تو چلو بھر ہی پانی
ملے گا۔ اور اگر کوئی ہو ہی مقطوع الید جیسے پنجابی زبان

میں ٹنڈا کہتے ہیں۔ تو وہ اگر سمندر سے کچھ نہ پا سکے۔ تو اس میں سمندر کا کیا قصور؟ یہ تو اُس کی اپنی نالائقی ہے۔ پانی میں مرغابی تیرتی بھی ہے۔ اس میں غوطے بھی لگاتی ہے۔ مگر جب اڑتی ہے۔ تو وہی خشک کی خشک۔ تو بھائیو ــــ! مرغابی مارکہ حاجی نہ بننا۔ مدینہ منورہ میں عقیدت و محبت کا ظرفِ وسیع لے کر جاؤ۔ پھر دیکھو کہ وہاں سے کیا کیا ملتا ہے۔ اعلیحضرت نے کیا خوب لکھا ہے کہ ؎

منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

پھر حضور حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا۔ کہ حضور زندہ ہیں۔ اور ہمارے صلوٰۃ و سلام اور فریادوں کو سنتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے۔ کہ ہر زائر مدینہ مواجھہ شریف میں دست بستہ قیام کرکے سلام عرض کرتا ہے۔ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول کا ورد کرتا ہے۔ اور اس عزم و یقین کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے۔ کہ حضور مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اور میرا سلام سن رہے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو فرمایئے۔ وہاں یہ خطاب کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دیوار کو السلام علیک یا جدار کہے۔ تو سب اُسے پاگل کہیں گے۔ صرف

اس لئے کہ مخاطب اُسے کر رہا ہے۔ جو سن نہیں سکتی۔ تو بھائیو! ہمارے حضور اگر سنتے نہ ہوں۔ تو یہ خطابات اور ہر زائر کا قیام و سلام میں یارسول اللہ۔ یارسول اللہ۔ کہنا عقلاً بھی روا نہ ہوتا۔ مگر نہیں نہیں وہ سنتے ہیں اور یقیناً سنتے ہیں۔ نزدیک کی بھی سنتے ہیں اور دور کی بھی سنتے ہیں۔ دیکھیئے۔ آپ اگر یہاں سے کراچی کے مسلمانوں کو مخاطب کرکے یوں کہیں۔ کہ السلام علیکم اے کراچی کے مسلمانو! تو سب آپ کو دیوانہ کہیں گے۔ کیوں؟ صرف اس لئے۔ کہ کراچی کے مسلمان یہاں سے دور ہیں۔ اور وہ ہماری آواز سن نہیں سکتے۔ پھر ان کو مخاطب کرنا دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟ پس اسی طرح غور کر لیجئے۔ کہ ہر نمازی مشرق میں ہو یا مغرب میں اور مدینہ منورہ سے چاہے ہزاروں میل دور ہی ہو۔ مگر وہ التحیات میں حضور کو مخاطب کرکے یوں سلام عرض کرتا ہے۔ کہ "السلام علیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ"۔ تو اگر حضور ہمارا یہ سلام دور سے بھی سنتے نہ ہوں۔ تو فرمایئے پھر یہ سلام عرض کرنا، عقلاً بھی کب جائز ہو سکتا تھا؟ مگر یہ یقیناً جائز بلکہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ جنہیں ہم سلام عرض کر رہے ہیں۔ وہ دور سے بھی سنتے ہیں ؎

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

میں نے پھر اس موضوع پر آیات و احادیث بھی پیش کیں۔ اور بزرگانِ دین کے واقعات بھی سنائے۔ جو انہوں نے اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات بیان فرمائے ہیں۔ اور اپنی ان آنکھوں سے حضور کی زیارت کی ہے۔ اور حضور سے فیوض و برکات جاگتے میں حاصل کئے ہیں۔ پھر قیام و سلام پر یہ محفل ختم ہوئی۔ اور خدا کے فضل سے حجاج کے دلوں میں عشقِ نبوی کا وہ جذبہ جس کے ماتحت وہ اس سفر کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اور سب تڑپ رہے ہیں۔ اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ؎

ہو سامنے روضے کی جالی وہ دن وہ مہینہ آجائے

خدا کا شکر ہے کہ ہم عشاقِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ مہینہ تو آچکا ہے۔ اب اُس دن کی انتظار میں ہیں۔

۲۵ اپریل بروز پیر

آج ہم باب المندب سے گزر کر بحیرہ قلزم میں داخل

ہو چکے ہیں۔ دوپہر کے وقت دائیں جانب کچھ پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آ رہا ہے۔ ایک پہاڑی پر کچھ عمارتیں اور ایک بہت بڑا بلند مینار بھی نظر آیا ہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد یہ پہاڑیاں بھی نظر سے اوجھل ہو گئیں ہیں۔ اور وہی سمندر ناپیدا کنار چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ نیچے پانی اوپر آسمان اور پانی پر ہم عازمانِ حجاز کا یہ جہاز رواں دواں چل رہا ہے یلملم پہاڑی کے جہاں سے عازمانِ مکہ احرام باندھیں گے۔ تذکرے ہو رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی حجامتیں بنا رہے ہیں۔ غسل کر رہے ہیں۔ اور احرام باندھنے کی تیاریوں میں ہیں۔ ہم چونکہ جدہ سے سیدھے مدینہ منورہ جائیں گے۔ اور مدینہ منورہ میں حضور کے سامنے احرام باندھ کر حج کیلئے آئیں گے۔ اس لئے ہمیں یہاں احرام باندھنے کی حاجت نہیں ہے۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری میرے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی ایسی صورت نکالیں گے۔ کہ ذو الحجہ شریف کا چاند نظر آنے تک ہم مدینہ منورہ ہی میں حاضر رہیں۔ اور میں یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ کوئی ایسی صورت بھی نکالیں گے۔ کہ حج کے بعد پھر دوسری مرتبہ بھی مدینہ منورہ حاضر ہوں۔ ہماری دلی تمنا یہی ہے۔ اور انشاء اللہ پوری ہوگی۔ اور آقا کے دربار میں دو مرتبہ ہی حاضری ہوگی۔ انشاء اللہ۔

عزیزی رشید احمد اگرچہ کم عمر ہے۔ آٹھ سال کی اس کی عمر ہے
مگر بعض باتیں ایسی مزے کی کرتا ہے۔ کہ لطف ہی تو آجاتا
ہے۔ ہماری یہ گفتگو سن کر کہنے لگا۔ کہ ابا جی! پہلے مکہ شریف
چلو۔ میں نے کہا۔ کہ یہ کیوں۔؟ تو کہنے لگا۔ کہ پہلے مدینہ شریف
چلے گئے۔ تو پھر وہاں سے نکلنے پر دل نہ چاہے گا۔ اور
ہمارا حج رہ جائے گا۔ میاں صاحب بھی اس کی اس بات
سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ نہیں بیٹا ــــ!
حضور علیہ السلام ہمیں حج کے لئے خود وہاں سے بھیجیں
گے۔ اور ہم حج بھی کر سکیں گے۔

آج سیکنڈ کلاس کے دو دوست تشریف لائے ہیں
اور کہہ رہے ہیں۔ کہ رات کی تقریر سے دل بہت خوش
ہوا۔ اور اب تو "بعض لوگ" بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ
ہاں مدینہ شریف بھی جانا چاہیئے۔

۲۶ر اپریل بروز منگوار

آج صبح نماز پڑھنے کے بعد کچھ دیر کے لئے سو گیا۔
رشید و بلال کی والدہ بچوں کو نہلانے اور کپڑے صاف
کرنے اوپر کی منزل پر گئی ہے۔ اور جب واپس آئی۔ تو یہ واقعہ سنانے لگی
کہ میں جب اوپر گئی ہوں۔ تو بعض عورتوں نے بالٹی پر نام لکھا دیکھ کر آپس میں

کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ بچے اسی مولوی کے ہیں۔ جو کہتا ہے۔ کہ محمد محمد کرو۔ اور اللہ اللہ کہنا چھوڑ دو۔ رشید کی والدہ نے بتایا۔ کہ میں نے کہا۔ یہ بات نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے بے نیاز رہ کر اللہ اللہ کرنا بالکل بے کار اور بے سُود ہے۔ اور یہ تو بتاؤ۔ کہ خدا کو کیا کہوگی۔ جبکہ وہ خود بھی کہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ۔ اور کہیں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ اور کہیں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ۔ فرما فرما کر "محمد محمد" ہی کر رہا ہے۔ وہ جھنجھلا کر بولیں۔ تم جاؤ مدینے۔ ہم تو اللہ کے پاس آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کل قیامت کو بھی سیدھی اللہ ہی کے پاس جانا۔ پھر پتہ چل جائے گا۔ ہم تو یہاں بھی مدینہ شریف کے واسطے سے مکہ شریف جائیں گے اور وہاں بھی سرکار مدینہ ہی کا دامن تھام کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ پھر بات بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی۔ وہ دو تھیں۔ اور اِدھر کثرت ہوگئی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ دونوں غسل خانے سے تشریف لے گئیں۔ اور غسل خانہ کی بھیڑ کم ہوگئی۔ اور میں نے اطمینان سے بچوں کو نہلایا۔ اور آ گئی — !

لطیفہ عورتوں کی باتیں بھی بعض اوقات بڑی

معنی خیز ہوتی ہیں۔ ہماری کوٹلی کا قصہ ہے۔ کہ دو عورتیں آپس میں بحث کرنے لگیں۔ ایک نے کہا۔ غیر اللہ کے پاس جانا شرک ہے۔ جو مانگو اللہ ہی سے مانگو۔ دوسری نے جواب دیا۔ تو پھر خاوند بھی تو تمہارا غیر اللہ ہی ہے۔ اُس کے پاس بھی نہ جاؤ۔ اور خدا سے بچہ لے کر دکھاؤ۔

آج سننے میں آیا ہے۔ کہ جہاز کل جدہ پہنچ جائیگا۔ اور کل فجر کے وقت احرام باندھنے کا وسل ہوگا۔ اکثر احباب مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ کہ آپ کا کیا ارادہ ہے تو میں اپنا ارادہ بتا رہا ہوں۔ کہ میں تو مدینہ منورہ کی حاضری دوں گا۔ ہماری طرح اور بھی بہت سے احباب مدینہ منورہ کے لئے تیار ہیں۔

آج رات کو فسٹ اور سیکنڈ کے مسافروں کی طرف سے پھر ایک محفل میلاد منعقد ہوئی۔ اور میں نے اس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے فضائل بیان کئے۔ جہاز میں یہ میری پانچویں تقریر ہے کل صبح احرام باندھا جائے گا۔ اور میں نے اس تقریر میں اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ کہ میں اور کئی دوسرے عازمانِ مدینہ احرام نہیں باندھیں گے۔ اسلئے کہ ہم مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔

۲۷ اپریل ۱۹۸۲ء بدھوار

آج صبح اٹھا۔ تو دیکھا۔ کہ بہت سے حجاج کرام رات ہی کو احرام باندھ چکے ہیں۔ اور کئی اب باندھ رہے ہیں۔ عجیب چہل پہل ہے۔ میں اور میاں صاحب اور دیگر بعض احباب نے احرام نہیں باندھا۔ سارے مکیوں میں ہم مدنی الگ نظر آ رہے ہیں۔ دس بجے کے قریب شہر جدہ اور اس کی بندرگاہ نظر آنے لگ رہے۔ اور ہمارا جہاز جدہ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ تاکہ ساحلی جدہ کی طرف سے ایک کشتی آئی۔ اس میں سعودی حکومت کے دو افسر بیٹھے ہیں۔ یہ کشتی چلتے ہوئے جہاز کے ساتھ ملحق ہوئی اور وہ افسر سیڑھیوں کے ذریعہ جہاز پر آ گئے۔ اور جہاز پر سعودی حکومت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ اب ہمارا جہاز سعودی حکومت کے ان افسروں کی تحویل میں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارا جہاز بندرگاہ پر آ لگا۔ ہم نے اپنا سامان خوب مضبوطی سے باندھ کر اپنی جگہ پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ جدہ بندرگاہ پر جہاز کا سب سامان کرینوں کے ذریعہ اتار کر بسوں پر لاد دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بسیں سب سامان کسٹم ہاؤس میں پہنچا دیتی ہیں جہاں ہر شخص

سامان کے ان مختلف ڈھیروں میں اپنے اپنے سامان کی تلاش کرتا ہے۔ اور سامان مل جاتا ہے۔ بالفرض اگر، یہاں کوئی چیز نہ ملے۔ تو گھبرانے کی بات نہیں۔ اس چیز پہ اگر آپ کا اور آپ کے معلّم کا نام لکھا ہے۔ تو وہ یہاں نہیں، تو مدینۃ الحجاج یعنی حاجی کیمپ میں آپ کے پاس ضرور پہنچ جائے گی۔ وہاں بھی نہ پہنچی تو مکہ معظمہ میں، آپ کے معلّم کے پاس یقیناً پہنچ جائے گی۔ ہم نے اپنے سب سامان پر اپنا نام اور اپنے معلّم سید جعفر شاہ صاحب کا نام گھر سے ہی لکھوا لیا تھا۔ سامان کو چھوڑ کر ہم جہاز کی چھت پر آگئے۔ پہلے کرینوں کے ذریعہ جہاز کا سب سامان نیچے اتارا گیا۔ پھر سب حجاج ایک قطار سے باری باری نیچے اُترے۔ بندرگاہ سے کسٹم ہاؤس تک پہنچانے کے لئے حکومت کی بسیں بندرگاہ پر کھڑی ہیں۔ ایک ایک بس پُر ہوتی جاتی اور پانچ منٹ میں کسٹم ہاؤس میں پہنچا کر پھر وہیں واپس آجاتی تھی۔ تقریباً ایک بجے ہم جہاز سے نیچے اترے۔ جس بس میں ہم بیٹھے۔ اسکے فلسطینی ڈرائیور نے مرحبا مرحبا کہہ کر ہمارا استقبال کیا۔ اور بلال و رشید کو دیکھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔ اور بلال سے پوچھا۔ "انت حاجی" میں نے اس سے کہا۔ کہو۔ نعَم۔ فلسطینی

ڈرائیور نے جب ہمیں احرام میں نہ دیکھا۔ تو خود ہی کہا۔ "حبُّ الرَّسُوْلِ" "اَوَّلاً اِلَی الْمَدِیْنَۃ" پھر بلال سے کہا۔" رسولِ کریم ہمارا سلام پہنچاؤ"۔ سبحان اللہ! کیا مزے کی باتیں ہیں۔ بس پُر ہوگئی اور چل پڑی۔ دو منٹ میں کسٹم ہاؤس پہنچ گئی ہے یہاں سب حجاج ایک طویل لائن میں کھڑے بالتدریج آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک افسر آگے کھڑا ہے۔ جو سب کے پاسپورٹوں پر مہر لگا لگا کر آگے بھیج رہا ہے۔ آگے کسٹم ہاؤس کے دروازے پر پھر ایک صاحب بیٹھے ہیں۔ جو پاسپورٹوں پر غالباً آج کی تاریخ لکھتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کسٹم ہاؤس کے وسیع ہال کے دروازے سے گزرتے ہوئے ایک صاحب ہر حاجی سے پوچھتے جاتے ہیں۔ معلم؟ تمہارا معلم؟ اور سامنے بہت سے بنچوں پر معلموں کے وکیل بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم جب اس دروازے پر پہنچے۔ تو ہم سے بھی پوچھا گیا۔ معلم؟ میں نے کہا۔ سیّد جعفر شاہ! سید جعفر شاہ کا نام سنتے ہی ہمارے وکیل صاحب نے اپنے کارندوں کو اشارہ کیا۔ وہ ہمیں ایک طرف لے گئے۔ اور ہمارے پاسپورٹ لے کر اپنے رجسٹر میں اندراج کرنے لگے۔ اسی طرح اور بھی جو جو حاجی سید جعفر شاہ صاحب کی معلمی میں آئے وہ بھی بالتدریج ہمارے گروہ میں آتے اور بیٹھتے رہے۔ حتیٰ کہ

سب حجاج کسٹم ہاؤس میں داخل ہوگئے۔ ہمارا سامان جو بسوں کے ذریعہ اس کسٹم ہاؤس میں ڈال دیا گیا تھا۔ سلے کسٹم ہاؤس میں مختلف مقامات پر ڈھیروں کیصورت میں پڑا ہوا ہے۔ اور ہر حاجی اپنے اپنے سامان کی تلاش کرنے لگا۔ رشید نے ایک ٹرنک کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ ٹرنک ہمارا ہے۔ چنانچہ میں گیا۔ تو واقعی ہمارا ہی ٹرنک تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سارا سامان ہی مختلف جگہوں سے مل گیا۔ ہمارے دو ساتھیوں کو ان کا ٹرنک نہ مل سکا وکیل کے کارندے نے کہا۔ فکر نہ کرو مل جائیگا۔ پھر ایک افسر صاحب آئے۔ جو سارے سامان کو چیک کرنے لگے۔ ٹرنک کھلواکر معمولی تلاشی کے بعد چاک سے نشان لگانے لگے۔ اس سے فراغت کے بعد پھر ہمیں بسوں پر بٹھا کر جدہ شہر میں مدینۃ الحجاج یعنی حاجی کیمپ میں لے آیا گیا۔ یہ حاجی کیمپ بڑا وسیع ہے۔ اس میں حاجیوں کے لئے الگ الگ وسیع کمرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں بجلی کے پنکھوں کا بھی انتظام ہے۔ اور مختلف اشیاء کی دکانیں، ہوٹل اور کرنسی تبدیل کرنے کے مختلف اڈے سب کچھ اس میں موجود ہے۔ ایک عظیم الشان مسجد بھی ہے۔ ہمیں ایک کمرے میں جگہ مل گئی ہے اور بھی

حجاج اس میں ہیں۔ سبھی کو آرام سے بیٹھنے اور لیٹنے کی جگہ مل گئی ہے۔ پانی اور بیت الخلاء کا بھی معقول انتظام ہے۔ ہمارے پاکستان کا شفاخانہ بھی یہاں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور ہر حاجی سے دریافت کیا۔ کہ کوئی ضرورت ہو تو بیان کیجئے۔ ہمارے سفیر صاحب بھی تشریف لائے۔ اور السلام علیکم کے بعد سب سے ہاتھ ملایا۔ اور مبارکباد کہی۔ دل بڑا خوش ہوا۔ اب چونکہ سب سے پہلا یہاں کا کام معلم کی فیس کا ادا کرنا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا چیک بھنانے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ ہم نے بازار کا رُخ کیا۔ اور حج نوٹوں اور چیکوں کے متعلق دریافت کیا۔ تو اُن کی شرح تبدیلی سن کر ہم حیران رہ گئے۔ کراچی حاجی کیمپ میں تو یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ حج نوٹ کی قیمت سو کے نوٹ کی سو ریال ملے گی۔ اور چیک کی اس سے زیادہ۔ اس لئے جو صاحب اردو، گجراتی یا انگریزی زبان میں دستخط کر سکتے ہوں۔ وہ چیک ہی لیں۔ چنانچہ اس لالچ میں کہ رقم کچھ زیادہ ملے گی بالعموم سب نے چیک ہی لئے۔ حتیٰ کہ جو حجاج دستخط نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے بھی دو دن اپنے دستخطوں کی مشق کرکے چیک ہی وصول کئے۔ اور جو بالکل ہی ان پڑھ تھے۔ انہوں نے انگوٹھا لگا کر نوٹ لئے۔ چیکوں میں چونکہ

پونڈوں کا حساب ہے۔ اس لئے جن حجاج کی رقم کے پونڈ بناتے ہوئے رقم میں کچھ کمی نظر آئی۔ تو اتنی رقم اور اس حاجی سے وصول کر لی گئی۔ چنانچہ مجھے بھی اٹھارہ روپے اور دینے پڑے۔ ہمارے بنک والوں نے پونڈ کی قیمت ۶-۵-۱۳ بتائی تھی۔ اور اسی حساب سے ساری رقم کے پونڈ دیئے گئے اور ہم خوش تھے۔ کہ عرب شریف میں اس سے زیادہ رقم ملے گی۔ مگر جدہ میں آکر معلوم ہوا۔ کہ چیک کی یہاں قیمت ۰-۱۱- ۱۲ ریال قرش ہے۔ اور ح نوٹ کی سَو کے بدلے ۰-۷- ۹۳ — گویا ح نوٹ والے اور چیک والے بھی نقصان ہی میں رہے۔ بلکہ ہم نے جو مزید اٹھارہ روپے جمع کرائے تھے۔ ان کے پیش نظر نوٹوں والے ہم چیک والوں سے اچھے رہے۔ ناچار چند چیک جدہ میں بھنا کر ہم نے تین ٹکٹوں کی فیس معلمی فی کس ۷۴ ریال کے حساب سے ۲۲۲ ریال اور جدہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے واپس مکہ شریف تک کا کرایہ فی کس ۴۰۰ قرش ۱۰۱ ریال کے حساب سے ۰-۱۲ قرش - ۳۰۳ ریال کل ۰-۱۲-۵۲۵ ریال ادا کر کے رسید لے لی۔ جن لوگوں نے یہاں سے مکہ شریف جانا ہے۔ انہوں نے جدہ سے مکہ شریف تک کا سوا گیارہ ریال کرایہ ادا کیا ہے۔

ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ آج رات یہاں قیام کرنے کے بعد کل مکہ والوں کو مکے اور مدینہ والوں کو مدینہ منورہ بھیج دیا جائے گا۔ چنانچہ آج رات ہم یہیں رہیں گے۔

۲۸ اپریل بروز جمعرات

آج صبح اٹھے۔ نماز ادا کی۔ بازار سے چائے خریدی۔ جو فی کپ پانچ پانچ قرش کو ملی۔ اب چونکہ ہماری اصل رقم سے رقم بہت کم ہوگئی ہے۔ اس لئے خرچ کرنے میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے ایک جرمنی چولہا پندرہ ریال کو خریدا۔ اور ایک ڈبہ دودھ کا ایک ریال کا۔ اور پچھلے پہر چائے خود بنائی۔ آج ظہر کے بعد مکہ والوں کے لئے بسیں آنا شروع ہوگئیں۔ اور مکے والے بالتدریج مکہ شریف روانہ ہو رہے ہیں۔ تا آنکہ مغرب تک سب روانہ ہوگئے۔

نماز مغرب سے پہلے ہندوستان کا ایک جہاز جو آج ہی جدہ پہنچا ہے۔ اس کے مسافر یہاں پہنچنے لگے ہیں۔ جس سے مدینۃ الحجاج میں اور زیادہ رونق ہوگئی ہے۔

ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری بسیں بعد از نماز عشاء یہاں سے روانہ ہوں گی۔ چنانچہ ہم اس خوشی میں کہ آج ہم دیارِ حبیب کو روانہ ہونے والے ہیں۔ بعد از نماز عشاء

بالکل نہیں سوئے۔ حتیٰ کہ آدھی رات سے تھوڑا عرصہ قبل وکیلِ معلم کی اطلاع پہنچی۔ کہ تیار رہیئے۔ بس تیار ہے۔ چنانچہ ہم نے سامان باندھا۔ اور قلی آئے۔ جو ہمارا سامان اٹھا کر بس کے اوپر لادنے اور باندھنے لگے۔ اور ہم نے بس میں پہنچ کر ایک طرف کی تینوں سیٹیں سنبھال لیں۔ اس بس میں ہمارے رفیقانِ سفر کچھ ہندوستان کے، کچھ ہمارے پاکستان کے، کچھ سوڈان کے اور کچھ ترکی کے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد بس چل پڑی۔ اور سب نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ جدہ شہر میں سے پھرتی پھراتی اور چند پولیس کی چوکیوں سے ہوتی ہوئی اور پاسپورٹ وغیرہ کا اندراج کراتی ہوئی ہماری بس رات کے وقت کافی تیزی کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئی۔

دل مسرت سے لبریز ہے۔ اور اس تصور سے کہ کل صبح ہی صبح ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر میں پہنچ جائیں گے۔ دل خوشی سے وجد کرنے لگتا ہے۔ رشید و بلال جاگ رہے ہیں۔ اور بار بار پوچھ رہے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ کب آئے گا؟ اور ان کی والدہ ایک سکتہ کے عالم میں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ تو کہہ رہی ہے۔ کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا واقعی ہم مدینہ منورہ

جا رہے ہیں؟ اور میں اس خیال میں ہوں۔ کہ حضور کی بارگاہِ عالی کی حاضری کس صورت میں ہوگی؟ وہ دربار معلے کیسا ہوگا۔ اور اُس مقدس سرزمین پر ان گنہگار قدموں سے ہم کیسے چلیں گے؟ کچھ اسی قسم کے خیالات و سوالات ہیں جن میں اس وقت گھری ہوئی ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد "رابغ" آگیا۔ یہ ایک مشہور منزل ہے۔ ۱۹۵۲ء میں یہیں تک پختہ سڑک تھی۔ اور آگے مدینہ منورہ تک کچی سڑک تھی مگر اب مدینہ منورہ تک سڑک پختہ ہے۔ ڈرائیور نے بتایا۔ کہ آگے اب بعد از نماز فجر چلیں گے۔ کچھ حصہ رات کا یہیں آرام کریں گے۔ ڈرائیور نے رابغ سے بہت آگے ایک میدان میں ایک معمولی سے ہوٹل کے سامنے بس کھڑی کی۔ اس ہوٹل میں بہت سی بنچ نما چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کا کرایہ نصف ریال ہے۔ چنانچہ دو چارپائیاں میں نے لیں۔ اور قہوہ منگایا۔ پیا اور تھوڑی دیر کیلئے ہم لیٹ گئے۔

۲۹ر اپریل بروز جمعہ

صبح اٹھے۔ فجر کی نماز ادا کی۔ اور ڈرائیور نے کہا۔ کہ جلدی بس پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ہم بس پر بیٹھ گئے۔ اور بس

روانہ ہو پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد وادئ بدر سامنے نظر آنے لگی۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ ڈرائیور یہاں بس ٹھہرائے۔ تو ہم لوگ میدان بدر کی زیارت کریں۔ لیکن ڈرائیور نے ہماری بات نہ مانی اور اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ فجر کے بعد ہی سے ڈرائیور کا اصرار ہے۔ کہ مجھے فی کس ایک ایک ریال بخشیش دو۔ چنانچہ ایک صاحب نے اٹھ کر اسی بخشیش کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ میں نے اور چند ایک دوسرے ہمراہیوں نے تو ایک ایک ریال دے دیا۔ لیکن اکثر ہمراہیوں نے دو دو قرش، چار چار قرش دیئے۔ اور بعض نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس طرح بمشکل پندرہ ریال تک رقم جمع ہوئی۔ حالانکہ بس میں تقریباً ۳۴ آدمی سوار ہیں۔ ڈرائیور اتنی بخشیش پر خوش نہ تھا۔ اس لئے اُس نے بدر کے موقع پر بس نہ ٹھہرائی۔ اور سیدھا ہی نکل گیا۔ اور جب اُس نے دیکھا۔ کہ یہ لوگ اس سے بخشیش دینے کو تیار نہیں۔ تو کہا۔ اچھا لاؤ۔ جو کچھ جمع کیا ہے۔ وہی دے دو۔" چنانچہ اُسے وہ پندرہ ریال دے دیئے گئے۔

یہ دیکھئے۔ "بیر علی" کی منزل آگئی ہے۔ اب یہاں سے مدینہ منورہ تقریباً چھ میل رہ گیا ہے۔ دل دھڑک رہا ہے اور بال بال سے گویا یہ آواز آ رہی ہے۔ کہ:-

محمد کا روضہ قریب آ گیا ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے

تاآنکہ ہماری بس شہر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی۔ اور سب سے پہلے چوکی پولیس کے سامنے آکر رکی۔ یہاں ڈرائیور نے پاسپورٹوں کا اندراج کرایا۔ اور ہم سے چند سرکاری عمال نے پوچھنا شروع کیا۔ کہ کون سے معلم کے پاس جاؤگے میں نے "غلام حیدر" صاحب کا نام لیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بس چلی۔ اور اپنے اڈہ پر پہنچ گئی۔ یہاں سامان اتارا گیا۔ اور ایک ریڑھی والے نے یہ سامان اپنی ریڑھی پر لادا۔ یہاں بھی ایک صاحب معلمؔ کا پوچھ رہے ہیں۔ اور جو صاحب جس معلمؔ کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ وہ ریڑھی والے کو کہہ رہے ہیں۔ کہ ان کو فلاں معلمؔ کے ہاں لے جاؤ۔ چنانچہ ہمارا ریڑھی والا ہمیں غلام حیدر صاحب کے مکان پر لے آیا۔ اور سامان کو دروازے پر اتار کر تین ریال مزدوری لیکر چلا گیا۔ جناب غلام حیدر صاحب اپنے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ ان سے ملا۔ مرحبا اہلاً و سہلاً کے مدنی الفاظ سے انہوں نے استقبال کیا۔ میں نے بتایا۔ کہ پنجاب سے آیا ہوں چونکہ جناب غلام حیدر صاحب میرے استاد محترم حضرت صدر الافاضل مولانا سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ لاہور

سے اچھی طرح متعارف ہیں۔ اور جب کبھی لاہور جاتے ہیں۔
تو حضرت استاد محترم قبلہ اور حضرت کے مریدین و معتقدین
حضرت غلام حیدر صاحب کی بڑی آؤ بھگت اور خدمت
کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے حضرت غلام حیدر صاحب سے اپنا
تعارف کراتے ہوئے۔ یہ بتایا۔ کہ میں حضرت سیّد صاحب
قبلہ کا شاگرد ہوں۔ حضرت غلام حیدر صاحب نے حضرت
سیّد صاحب کا نام سن کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر
اپنا ایک آدمی ساتھ بھیجا۔ کہ ان کو کوئی کمرہ دے دو۔
چنانچہ وہ صاحب میرے ساتھ آئے۔ اور دو کمرے دکھائے۔
ایک تو بہت ہی تنگ تھا۔ اور ایک اس سے ذرا وسیع
تھا۔ بڑے کمرے کا ڈیڑھ سو ریال اور چھوٹے کمرے کا سو
ریال اور وہ بھی دس۱۰ روز کے لئے صرف۔ میں نے کہا۔ کہ
اس سے کچھ کم کرو۔ تو وہ صاحب بولے۔ کم کچھ بھی نہ
ہوگا۔ چونکہ دھوپ سخت تھی۔ بچے حیران دھوپ میں،
کھڑے تھے۔ اس لئے ناچار سو ریال والا چھوٹا کمرہ لے
لیا۔ اس کمرے میں بمشکل سامان رکھا جا سکتا ہے۔ اور
تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ سونے کے لئے دو آدمیوں
کے لئے تو جگہ ہے۔ مگر تیسرے کے لئے جگہ نہیں۔ بہرحال
اس میں سامان رکھا اور کچھ ستانے کے بعد نہا کر کپڑے

بدلے۔ چند پڑوسیوں نے بتایا۔ کہ آپ نے بہت زیادہ پیسے دیئے۔ اس سے قبل جن کے پاس یہ کمرہ تھا۔ ان سے ۷۰ ریال لئے گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ جو ہوا سو ہوا۔ اب بات ہو چکی۔ اتنے میں معلّم صاحب کے وہی آدمی تشریف لائے اور کہا۔ کہ سو ریال ابھی دیدیجئے۔ میں نے کہا۔ میرے پاس چیک ہیں۔ تڑوا کر مغرب سے پہلے پہلے ادا کر دوں گا۔ نماز جمعہ ہم نے نہیں پائی۔ ارادہ ہے۔ کہ مسجد نبوی میں حاضر ہوکر نمازِ ظہر ادا کرکے دربارِ معلےٰ کی حاضری دیں۔ چنانچہ معلّم صاحب نے اپنے ایک نائب کو ہمارے ساتھ کر دیا۔ اور ہم بارگاہِ معلےٰ کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ چونکہ معلّم صاحب کا یہ مکان جہاں ہم ٹھہرے ہیں "باب عبدالمجید" کے سامنے ہے۔ اس لئے نائب صاحب ہمیں اسی دروازے سے مسجد شریف میں لے گئے۔ بسم اللہ اور دعا پڑھ کر ہم مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل ۱۹۵۰ء میں جب حاضر ہوا ہوتھا۔ تو مسجد شریف کا یہ بیرونی حصہ ابھی تک وہی ترکیوں کے زمانہ کا تھا۔ اور گنبد خضراء علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام چاروں طرف سے داخل ہونے والے کو نظر آتا تھا۔ مگر اب تعمیر جدید میں یہ سارا بیرونی حصہ اس حد تک اونچا بنایا گیا ہے۔ کہ گنبد خضراء نظر

نہیں آتا۔ تاہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعت وعظمت کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ جس طرف بھی ذرا دور نکل جایئے۔ تو دیگر ساری رفعتیں گنبدِ خضراء کے سامنے پست ہو جاتی ہیں۔ اور روضۂ انور ہی بلند و بالا نظر آتا ہے۔ "باب السلام" اور "باب جبریل" کی سمت تو وہی پہلے دور کی طرح جدھر چلے جلیئے، روضۂ انور کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ تو نگاہیں "گنبدِ خضراء" کو تلاش کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ جب تعمیرِ جدید کا حصہ عبور کرکے ہم قدیم صحن میں داخل ہوئے۔ تو حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا گنبدِ خضراء اپنی پوری آب و تاب اور نورانی شعاؤں کے ساتھ ان گنہ گار آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور زبان پر نغمۂ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" جاری ہوگیا۔ سبحان اللہ! اس وقت کے کیف و سرور کا کیا بیان کیا جائے؟ رشید و بلال بھی سرکار کے گنبدِ خضراء کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اور اپنی ننھی ننھی زبانوں سے درود شریف پڑھنے لگے۔

ہم نے نفل پڑھے۔ اور نماز ظہر ادا کی۔ اور پھر ع

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ

کا ورد کرتے ہوئے مواجھہ شریف میں حاضر ہوئے۔

اللہ اکبر! یہی وہ ساعت تھی۔ جس کے لئے یہ دلِ

مضطرب سے سے اس وقت تک بہت ہی زیادہ بیچین تھا۔ خدا کا کس زبان سے شکر ادا کروں کہ آج وہ ساعت آگئی۔ اور افضل الرسل و الانبیاء حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں یہ گنہ گار بشیر اپنے بچوں سمیت حاضر ہو گیا۔ سرکار کی بارگاہِ عالی کی کیفیت و رفعت کا بیان میرے بس کی بات نہیں۔ مجھ جیسے گنہ گار انسان کو تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔ اور یہ خاص اِسی دربارِ رحمت ہی کا وصف ہے۔ کہ بڑے سے بڑا گنہ گار بھی یہاں پہنچ کر سکون و اطمینان پا لیتا ہے۔ اور اس کا اضطراب دور ہو جاتا ہے۔ سرکار کی رحمتیں اُسے تسلی دینے لگتی ہیں۔ اور ایک گنہ گار، یوں محسوس کرتا ہے جیسے بھولے بھٹکے ہوئے بچے کو آغوشِ مادر مل جائے۔ اور اپنے آشیانہ سے بچھڑے ہوئے بلبل کو اپنا ٹھکانہ مل جائے۔ ہم نے کعبہ معظمہ کی حاضری کا کیف و سرور بھی دیکھا ہے۔ اور اب پھر بھی دیکھیں گے انشاء اللہ! لیکن! وہ کعبہ ہے۔ ؎

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیاکاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

یہ دربارِ رحمت ہے۔ اور ایسا دربار کہ یہاں جمال ہی جمال

اور رحمت ہی رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حج کے بعد ہر حاجی کا دل گھر لوٹنے پر چاہتا ہے۔ مگر جو یہاں پہنچا۔ تو یہاں سے واپس ہونے کا خیال بھی اُس کے لئے موجب اضطراب بن جاتا ہے۔ اعلیحضرات نے یہاں سے واپسی پر ہی یہ لکھا تھا۔ کہ ؎

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت نے کیا نہال کیا؟
یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستمگر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا
چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

سرکار کے حضور سینکڑوں اور ہزاروں امتی سلام پڑھنے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ بالخصوص نمازوں کے بعد ایک عجیب نورانی ہجوم رہتا ہے۔ اسی ہجوم میں ہیں، رشید و بلال، اور ان کی والدہ بھی دست بستہ اور سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہوئے آج یہ دیکھ کر کہ حضور وہ سامنے سنہری جالیوں کے اندر تشریف فرما ہیں۔ ایک عجیب لذت و کیف پا رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو اور زبان سے فریادیں جاری ہیں

اپنی تمنائیں اور آرزوئیں پیش کی جارہی ہیں۔ جن جن دوست و احباب نے اپنے سلام و پیام عرض کئے تھے۔ پیش سرکار کئے جارہے ہیں۔ رشید و بلال جن کی بچپنے کی شوخیوں سے میں ڈرتا تھا۔ کہ حاضری کے وقت بھی کوئی شوخی نہ کریں۔ مبہوت سے کھڑے ہیں۔ اور اپنے ماباپ کو روتے ہوئے دیکھ کر خود بھی رو رہے ہیں۔ سبحان اللہ! ہر چھوٹا بڑا، امیر غریب ادنےٰ و اعلےٰ یہاں دست بستہ حاضر ہوتا ہے۔ اور سرکار کی رفعتوں اور عظمتوں کے سامنے سبھی چھوٹے ہیں۔ یہ وہ بارگاہِ عرش پناہ ہے۔ کہ بڑے بڑے غوث اور قطب بھی یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ تو بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ ؎

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

بڑے بڑے انبیاء و رسل علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ مگر جو رفعت و عظمت ہمارے حضور نے پائی، یہ کہیں اور نظر نہ آئی۔ ذرا اس دربار معلےٰ کی شان و شوکت ملاحظہ تو فرمایئے۔ کہ ہر وقت ہزاروں پروانوں کا ہجوم اس شمع کے گرد رہتا ہے۔ اور تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال سے اسی طرح یہاں رونق رہی ہے۔ اور تا قیامت رہے گی۔ لاکھوں کروڑوں امتی حاضر ہوئے ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے

اور اپنے آقا پر درود و سلام کے پھول نچھاور کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ نہ صرف حج ہی کے دنوں میں بلکہ حج کے دنوں کے علاوہ بھی اس دربارِ معلےٰ میں یہی رونقیں اور یہی درود و سلام کے نغمات جاری رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ سبھی کے آقا جو ٹھہرے اور سبھی کے ملجا و ماویٰ جو ہوئے۔

رشید و بلال کی والدہ مجھ سے بار بار کہہ رہی ہے۔ کہ کوئی ایسی صورت ہو۔ کہ جالی مبارک کو میں چوم لوں۔ میں نے کہا۔ کہ سامنے اُن نجدی شرطیوں (سپاہیوں) کو دیکھ لو۔ جو روضۂ انور کی دیوار انور کے ساتھ پشت لگائے کھڑے ہیں۔ یہ صرف اسی لئے یہاں کھڑے ہیں۔ کہ کوئی شخص ان جالیوں کو چھوئے تک نہیں۔ اگر اِن مبارک جالیوں کو کسی کا ہاتھ لگ جائے۔ تو اُسے دھکے دے کر پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ "هذا حرام" "هذا حرام"۔ اور اگر تم پوچھو۔ کہ اگر ان مبارک جالیوں اور نورانی دیواروں کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ تو اِن شرطیوں کا اِنہیں جالیوں اور دیواروں کے ساتھ اپنی پیٹھ لگائے رکھنا "حلال" کیسے ہو گیا تو اس کا جواب غالباً یہ شرطی بھی نہ دے سکیں گے۔ مصر کی عورتیں کثرت کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ یہ عورتیں

دیوانہ وار روضۂ انور کی طرف بڑھتی ہیں۔ مگر یہ شُرطی اُن عورتوں کے کندھوں کو پکڑ کر اور انہیں دبوچ دباچ کر پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ روضۂ انور کی جالیوں کو تو چھونا حرام۔ مگر اجنبی عورتوں کو کندھوں سے پکڑ لینا اور انہیں دبوچ دباچ کر پیچھے دھکیل دینا یہ "حرام" نہیں۔ نجدی شُرطیوں کی ان کوششوں کے باوجود بعض مناظر ایسے بھی نظر آتے ہیں۔ کہ مصری عورتوں کا ایک جھنڈ آیا۔ اور اُس کا ایک حصہ ایک طرف لپکا۔ شُرطی صاحب انہیں روکنے کے لئے اِدھر متوجہ ہوئے۔ تو جھٹ دوسری طرف سے دوسرے حصہ نے دیوار انور کو چوم لیا۔ اب شُرطی ادھر متوجہ ہوا۔ تو اِس طرف کے حصہ نے اپنا کام کر لیا۔ بعض اوقات تو مصری عورتوں کے اس پروگرام سے شُرطی کے ہوش تک قائم نہیں رہتے۔ اور وہ حیران ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کیا کرے۔ بعض عورتوں کو دیکھا۔ جنہیں آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ اور وہ دور ہی سے رو رو کر عرض کر رہی ہیں۔ کہ "یارسول اللہ! یاحبیبی یا رسول اللہ! یہی عالم مردوں کا بھی ہے۔ ایک عجیب ایمان افروز اور وجد آور منظر ہے۔ سبحان اللہ! کیا لطف ہے۔ کیا مزے ہیں۔ اور کیا ہی سرور ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ بس عمر بھر

یہیں رہو۔ جی بھر کر دعائیں کی ہیں۔ اور بارگاہِ عالی میں عرض کی ہے۔ کہ یا رسول اللہ! حج کے بعد بھی قدموں میں بلائیے تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی قیامگاہ پہ لوٹے ہیں۔ اور پھر نماز عصر کے بعد حاضری دی ہے۔ اور پھر نماز مغرب اور نمازِ عشاء کے بعد۔ رات کو اپنے کمرہ کے باہر بستر لگائے اور کچھ دیر کے لئے ہم سو گئے ہیں۔

۳۰ اپریل ۱۹۷۸ء ہفتہ

صبح ہی صبح اٹھے ہیں۔ مدینہ منورہ کی مقدس فضاؤں میں دم لے رہے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر حاضریٔ بارگاہِ معلےٰ کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ "باب السلام" سے لے کر روضۂ انور تک شمعِ رسالت پر سینکڑوں پروانوں کا ہجوم دیکھئے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ ذکر کی ایک زندہ تفسیر سامنے آجاتی ہے۔ اور ایک عجیب وجد اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص ایک ہی دھن میں دست بستہ کھڑا نظر آتا ہے۔ سب کے سر نگوں آنکھیں پُرنم ہیں۔ اور زبانوں پر نغماتِ درود شریف جاری ہیں۔ دیر تک میں اس نورانی ہجوم ہی کو دیکھتا رہتا ہوں۔ اور لذت پاتا ہوں۔ پھر بالتدریج آگے بڑھتا ہوا حضور سرکار دوعالم

صلے اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں حاضر ہوکر دست بستہ سرنگوں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اس وقت دل پر جو کیف طاری ہوتی ہے۔ اُسے اہل دل اور اہل ایمان ہی خوب سمجھتے ہیں۔ رشید و بلال کی دیکھ بھال میں میرا بہت سا وقت بیکار بھی صرف ہو جاتا ہے۔ مگر کیا کروں۔ یہ بھی ضروری ہے۔

یکم مئی تا ۶ مئی
بروز
اتوار تا جمعہ

ان چھ دنوں میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ معلےٰ کی روزانہ حاضری کے علاوہ۔ میدانِ اُحد، مسجد قبا شریف اور مسجد صدیق، مسجد عمر، مسجد عثمان، مسجد سلمان اور مسجد فتح کی زیارتیں کیں۔ ہم نے ایک ٹیکسی لے لی۔ جس نے ان سب مقامات کی زیارت کرائی۔ سب سے پہلے جبلِ احد کی زیارت کی۔ یہیں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور دیگر شہداء احد بھی یہیں استراحت فرما ہیں۔ زائرین کی ہر روز کثرت رہتی ہے۔ لیکن یہاں پہنچکر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت سے دل خوش

بھی ہوتا ہے۔ اور ان علمبرداران اسلام کے مزاراتِ مقدسہ کے انہدام کی کیفیت دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا بھی ہے بالکل چٹیل میدان، اور معمولی و غیر مرئی نشان ہے۔ جنہیں معلّم کی زبان ہی بتا سکتی ہے۔ کہ یہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی آرامگاہ ہے۔ اور یہ دیگر شہداء احد کی۔ ہر شخص وہاں بادیدۂ پُرنم سلام عرض کرتا اور فاتحہ پڑھتا ہے۔ نجدی شُرطی یہاں بھی موجود ہیں۔ تاکہ کوئی "دیوانہ" آگے بڑھ کر اس مقدس خاک ہی کو نہ چوم لے۔ ہم نے بھی اسی کیفیت کے ساتھ سلام عرض کیا۔ اور فاتحہ پڑھی اور اُحد پہاڑ کی زیارت کی۔ سبحان اللہ! یہ وہ پہاڑ ہے۔ جس کے متعلق حضور نے فرمایا ہے۔ کہ اس پہاڑ کو ہم سے محبت ہے۔ اور ہمیں اس سے۔ سلام ہو اس مبارک اور ہمارے حضور کے محب و محبوب پہاڑ پر۔ زہے قسمت کہ آج یہ گنہگار آنکھیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی مبارک چیزوں کی زیارت کر رہی ہیں۔

یہاں سے ہم اُن پانچ مسجدوں کی طرف روانہ ہوئے جو مدینہ منورہ سے تھوڑی ہی دور باہر ایک پہاڑ پر واقع ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی پانچ مسجدیں بالکل ساتھ ساتھ ہیں ایک کا نام مسجد سیدنا صدیق، دوسری کا مسجد سیدنا عمر،

تیسری کا مسجد سیدنا عثمان ، چوتھی کا مسجد سیدنا سلمان اور پانچویں کا نام مسجد فتح ہے۔ معلوم ہُوا کہ ایک جنگ میں یہ پانچوں مقام دراصل مسلمانوں کے مورچے تھے۔ یہ چار صحابہ کرام ایک ایک مورچہ پر متعین تھے۔ اور جنگ کے طول پکڑنے پر ان صحابہ نے یہیں اپنی اپنی نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ جس کے باعث یہ مورچے مسجدیں بن گئے۔ ہم نے سب مسجدوں میں دو دو نفل ادا کیئے۔ اور پھر مسجد قبا کی زیارت کو گئے۔ یہ وہ مسجد شریف ہے۔ جہاں حضور ہجرت کے بعد سب سے پہلے تشریف لائے تھے۔ اور پھر یہاں سے آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر قریب ہی ہے۔ اور اب تو نئی آبادی کے باعث تقریباً یہ حصہ بھی مدینہ منورہ سے مل چکا ہے۔ اس مسجد کے محراب پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک لکھی ہے۔ کہ جس شخص نے اپنے گھر سے طہارت کر کے یہاں اس مسجد میں اگر دو رکعت نفل ادا کیئے۔ تو اُسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ اکثر حضرات ہر روز اشراق کے نفل یہیں آکر پڑھتے ہیں۔ یہاں سے ہم مسجد قبلتین میں گئے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کے دو محراب ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی مثل انبیاء سابقہ کے پہلے بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے

نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر آپ کی مرضی یہ تھی۔ کہ میرا قبلہ کعبہ شریف ہو جائے۔ چنانچہ اس مسجد میں خدا کا یہ حکم نازل ہوا۔ کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" یعنی اگر تمہاری مرضی یہی ہے۔ تو ابھی اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف پھیر لو۔" چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنا رُخ انور کعبہ شریف کو پھیر لیا۔ اس مسجد میں پہلا محراب بھی موجود ہے۔ اگرچہ اب اُسے پُر کر دیا گیا ہے۔ لیکن نشان اس کا موجود ہے۔ یہ مسجد شریف ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس شانِ پاک کو ظاہر کر رہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی رضا و مرضی کو چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ حضور ہی کی مرضی سے اپنا قبلہ بھی بدل ڈالا۔ پھر اگر کوئی شخص حضور کے متعلق یوں کہنے لگے کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" تو اُسے چاہیئے۔ کہ وہ آج بھی اپنی نماز بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے پڑھا کرے۔ اس لئے کہ یہ کعبہ معظمہ تو ہمارے حضور ہی کی مرضی سے قبلہ بنایا گیا ہے۔

ہم نے جنت البقیع کی زیارت بھی کی۔ یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔ اور اس میں حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضور کے صاحبزادگان والا تبار، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دائی حضرت

مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا، حضور کی پھوپھیاں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار حضرت امام مالک اور دیگر اجلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام فرما ہیں۔ اس "جنت" میں کبھی بڑے بڑے گنبد و مزار تھے۔ مگر اب ان سب مزارات کو پیوند زمین کر دیا گیا ہے۔ اور معمولی نشان سے باقی ہیں۔ اور معلم کی رہنمائی کے بغیر پتہ نہیں چلتا۔ کہ یہ قبر شریف کون کی ہے اور یہ کن کی؟ سب سے پہلے ہیں حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوا۔ دل پر ایک عجیب رقت طاری ہوئی۔ اور بڑی مشکل سے سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ یہ اُس شہید اعظم کا مزار پاک ہے۔ جن پر تقریبا چالیس یوم تک آب و دانہ بند رکھا گیا۔ اور جنہوں نے حق کی خاطر عین تلاوت کے وقت راہ حق میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی۔ اور پھر معلم نے ایک طرف رُخ کر کے بتایا۔ کہ یہاں بڑے بڑے صحابہ کرام اور احادیث کے راوی اجلہ صحابہ آرام فرما ہیں۔ ان پر سلام پڑھو۔ اللہ اکبر! سامنے دیکھا۔ تو کسی قبرِ انور کا نشان بھی نظر نہ آیا۔ کچھ اس طرح انہدام کیا گیا ہے۔ کہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ کوئی بزرگ آرام فرما ہیں۔ آنکھوں نے عقیدت کے موتی بکھیرے۔

اور سلام و فاتحہ پڑھی۔ پھر بتایا گیا۔ کہ چہار دیواری کے باہر وہ سامنے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔ چنانچہ وہاں بھی سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حاضری دی۔ سلام اور فاتحہ پڑھی۔ اسی طرح پھر حضور کی پھوپھیاں، صاحبزادے اور حضرت امام مالک سبھی کے حضور حاضر ہوئے۔ اور اپنا سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔ یہاں بھی ہر ہر مزار شریف کے قریب شرطی موجود پائے۔ تاکہ کوئی شخص ایسی ادا کا ارتکاب نہ کرے۔ جو اُن کی نظر میں جائز نہیں۔

ان چھ دنوں میں بارش بھی خوب ہوئی۔ بلکہ جب سے ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہر روز بارش ہو رہی ہے۔ رات کو کافی سردی پڑنے لگی ہے۔ پیر کے روز اس کثرت سے بارش ہوئی۔ کہ ہم سب اُس پرنالے کے نیچے نہائے جس میں سے گنبدِ خضراء کا پانی گرتا ہے۔ اس پانی میں نہائے بھی، اور یہ پانی خوب پیا بھی۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری بھی نہا رہے تھے۔ اور پانی پی رہے تھے۔ کہ "کسی" نے ان سے کہا۔ کہ اس پانی میں کیا رکھا ہے؟ جو اس سے نہا رہے اور پی بھی رہے ہو؟ حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔ کہ پہلے تم بتاؤ۔ کہ زم زم میں کیا رکھا ہے؟ جو اس میں تم

کفن بھی بھگوتے ہو۔ اور تبرکاً گھر بھی لے جاتے ہو؟ ہمارا تو ایمان ہے۔ کہ زمزم بھی واقعی قابلِ تعظیم اور متبرک پانی ہے۔ مگر وہ پانی وہ ہے۔ جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں، کی طفیل ہمیں ملا۔ اور ان مقدس ایڑیوں کے ساتھ لگ جانے سے متبرک ہوگیا۔ اور یہ پانی وہ ہے۔ جو سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ عالی سے مس کرتا ہوا گر رہا ہے۔" سچ ہے۔ ؎

زاہدا! اچھی نہیں ہے عاشقوں سے چھیڑ چھاڑ
اپنا مسلک اور ہے تیرا عقیدہ اور ہے

مولانا ضیاالدین صاحب

مدینہ منورہ میں حضرت مولانا ضیاالدین صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ مدت سے تشریف فرما ہیں۔ آپ ہمارے ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ کلاسوالہ میں پیدا ہوئے، اور بچپن ہی میں گھر سے بغداد شریف چلے آئے۔ اور پھر مدینہ منورہ کا قیام اختیار فرما لیا۔ اور اسی طرف علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ اور مدت تک مسجد نبوی شریف میں درس حدیث دیتے رہے۔ آپ ایک جیّد فاضل اور مسلک اہل سنت کے علمبردار ہیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز سے آپ کو بڑی محبت ہے۔ اور دورانِ گفتگو میں

آپ اعلیحضرت کا اکثر ذکرِ خیر فرماتے ہیں۔ اور اعلیحضرت کے اشعار بھی آپ کو خوب یاد ہیں۔ علماء اہل سنت مدینہ منورہ کی حاضری پر حضرت مولانا موصوف کی زیارت سے ضرور مشرف ہوتے ہیں۔ اور حضرت مولانا بھی اپنے احباب سے مل کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ ۷۵ھ میں جب میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تھا۔ تو حضرت مولانا کی پہلی مرتبہ زیارت کی تھی۔ اُن دنوں ایک رات حضرت مولانا کے دولتکدہ پر محفلِ میلاد شریف کا انعقاد ہوا تھا۔ جس میں بہت سے مصری اور سوڈانی علماء نے بھی شرکت کی تھی۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب مدظلہ العالے اور میں بھی اس محفل میں شریک ہوئے۔ ایک مصری قاری کی تلاوتِ قرآن پاک کے بعد مصری نعت خوانوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جس وقت نعتیں پڑھنا شروع کیں۔ تو ایک عجیب کیف و سرور پیدا ہو گیا تھا۔ پھر ایک سوڈانی عالم نے تقریر بھی کی۔ اور میں نے بھی کچھ سنایا تھا۔ حاضرین میں مصری سوڈانی، ہندوستانی اور پاکستانی حجاج تھے۔ پھر آخر میں قیام و سلام بھی ہوا۔ اور سلام مصریوں نے پڑھا۔ جس کا لطف آج تک نہیں بھولتا۔ اس دفعہ کی حاضریِ مدینہ منورہ پر بھی

حضرت مولانا کی زیارت کے لئے ہی حاضر ہوا۔ اور حضرت مولانا بڑی محبت و شفقت سے ملے۔ اور ہر دوسرے تیسرے روز میں حضرت مولانا کی زیارت کے لیے ان کے دولتکدہ پر ضرور حاضر ہوتا ہوں۔ اور حضرت مولانا کی علمی گفتگو سے مستفید ہوتا ہوں۔ ایک مجلس میں حضرت مولانا نے اعلیحضرت کا ذکر خیر فرماتے ہوئے کتاب "الدولۃ المکیہ" کی تالیف کا مفصل ذکر فرمایا۔ جسے سن کر بڑا لطف آیا۔

مدنی ڈاکٹر صاحب

۱۳۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے ایک مشہور ڈاکٹر غلام احمد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ میں جب پہلی مرتبہ ان کے پاس گیا تھا۔ تو یہ ایک صاحب کو ٹیکہ لگانے لگے تھے۔ اور ٹیکہ لگاتے وقت انہوں نے پڑھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ یہ سن کر میں تو عالم وجد میں آ گیا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے مجھ اجنبی سے کچھ اس طرح محبت و شفقت کا سلوک فرمایا، کہ میں حیران رہ گیا۔ کہ ڈاکٹر ایسے بھی ہوتے ہیں؛ مگر حیرانی اس خیال سے دور ہو گئی۔ کہ یہ مدینہ منورہ کے ڈاکٹر ہیں۔ میرے ایک عزیز جو بیمار تھے۔ اور جنہیں میں ساتھ لے کر گیا تھا۔ ان کو دوائی بھی دی۔ اور ہمیں مجبور کر کے کھانا بھی کھلایا۔ اور پھر دو تین دن دوائی

دینے کے بعد جب میں نے دوائی کے پیسے دریافت کئے۔ تو فرمایا۔"حسابِ ڈاکٹراں در پل۔ حسابِ دوستاں در دل"! اور باوجود میرے اصرار کے ایک پیسہ بھی نہ لیا۔ اِن اخلاق کو دیکھ کر دِل بڑا خوش ہوا۔ اور میں ہرروز ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں جانے لگا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی علمی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت بھری گفتگو سے مستفید ہونے لگا۔ اور پھر جب مدینہ منورہ سے واپس گھر پہنچا۔ تو ڈاکٹر صاحب سے سلسلہ خط وکتابت جاری رکھا۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی میرے ہر عریضہ کا جواب لکھتے رہے۔ میں نے ماہِ طیبہ ان کے نام جاری کر دیا۔ جس کے مطالعہ سے وہ بڑے محظوظ ہوتے رہے۔ اور اِس کی تعریف میں ایک خط بھی لکھا۔ جو میں نے ماہِ طیبہ میں شائع کر دیا تھا۔

اس دفعہ کی حاضری پر میں ڈاکٹر صاحب کے مکان پر گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپنے مکان بدل لیا ہے۔ اور اب آپ محلۃ الشونہ کی بجائے مسجد قبا شریف کے راستے میں برلبِ سڑک نئی آبادی میں مقیم ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ کے اس نئے مکان کی تلاش کرلی۔ اور مطب میں پہنچ کر ڈاکٹر صاحب کو آواز دی۔ آپ اللہ سے

تشریف لائے۔ اور مجھے دیکھ کر پہچاننے لگے۔ میں نے خود ہی عرض کیا۔ کہ میں محمد بشیر ہوں۔ ماہِ طیبہ کا مدیر۔ بس میرا نام سنتے ہی ڈاکٹر صاحب "یا مرحبا، یا مرحبا" فرماتے ہوئے مجھ سے لپٹ گئے۔ اور اس طرح مسرت کا اظہار فرمایا۔ جیسے انہیں عید کا چاند نظر آگیا ہو۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بار بار یہی فرمانے لگے۔ "یا مرحبا یا مرحبا" اور پھر فرمایا۔ کہ آپ نے مجھے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہ دی؟ مجھے تار دیا ہوتا۔ مجھے خط لکھا ہوتا۔ میں نے عرض کر دیا۔ کہ چونکہ قرعہ اندازی کے سبب کچھ یقین نہ تھا۔ اس لئے اطلاع نہ دے سکا۔ پھر یہ سن کر کہ رشید و بلال اور ان کی والدہ بھی ساتھ ہیں۔ مزید خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ آج ہی عصر کے وقت انہیں یہاں لاؤ۔ اور کھانا بھی یہیں کھاؤ۔ اور میرے ساتھ موٹر میں سیر بھی کرو۔ میں نے بہتیرا کہا۔ کہ آپ یہ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر کسی صورت نہ مانے۔ اور مجھ سے فرمایا۔ کہ بچوں کو عصر کے وقت تک لے کر یہاں ضرور پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس آکر بچوں کو ڈاکٹر صاحب کے ہاں لے گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے رشید و بلال کو گود میں لیا اور ان سے پیار کیا۔ ان کی والدہ کو اوپر بھیج دیا۔ وہاں ڈاکٹر صاحب کی بیگم صاحبہ انتہائی

محبت و شفقت سے پیش آئیں۔ اور پھر نماز مغرب کے
بعد ٹیکسی منگوا کر اس میں ہمیں بٹھا کر حضرت سیدالشہداء
امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر لے گئے اور فرمایا
مجھے فالج ہوگیا تھا۔ اور بڑھاپے کا فالج بڑا مہلک ہوتا
ہے۔ مگر میرے لئے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کاشف
الکربات ہیں۔ مجھے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ میں
حضرتِ سیدالشہداء کی بارگاہ میں حاضری دے کر عرض کرتا
ہوں۔ تو تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ میرا ایمان ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے۔ آپ
کے صحابہ کرام بھی ہماری مشکلات دور فرماتے ہیں۔ اور
در اصل یہ سارا فیض حضور قاسمِ نعم اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم ہی کا ہے۔ پھر یہاں سے گھر آئے۔ اور نماز عشاء
سے قبل کھانا کھایا۔ سبحان اللہ! ایک پردیسی مہمان سے
اس قدر محبت و شفقت کا مظاہرہ! کہ میں حیران رہ
گیا۔ قسم قسم کے پُرتکلف کھانے چنے گئے۔ اور یہ لذیذ
اور مدنی کھانے ہمیں ڈاکٹر صاحب کی بدولت نصیب ہوئے
فالحمد اللہ علٰے ذالک۔ کھانا کھانے کے بعد پھر نماز عشاء
پڑھی گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب پھر ہمیں اور اپنے بچوں کو
بھی موٹر پر بٹھاکر مدینہ منورہ سے باہر ذوالحلیفہ تک سیر

کے لئے لے گئے۔ رات کا سہانا وقت اور مدینہ منورہ کی سرزمین نور علےٰ نور کا سماں تھا۔ ٹھنڈی اور مفرح ہوا۔ ساری کلفتیں اور پریشانیاں دور کر دینے والی اس تفریح کا میں کیا بیان کروں؟ اور ڈاکٹر صاحب کے اس خلق و کرم کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں؟ یہ سارا کرم در اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کہ اپنے اس گنہ گار کی محبت حضرت ڈاکٹر صاحب کے دل میں ڈال دی۔ اور ڈاکٹر صاحب کچھ ایسی محبت و شفقت فرمارہے ہیں۔ کہ کوئی حقیقی عزیز بھی ایسا سلوک نہ کرے۔ ذوالحلیفہ کے ایک ہوٹل کے پاس موٹر ٹھہرائی گئی۔ اور وہاں کھلے میدان میں چٹائیاں بچھوا کر ان پر بیٹھا گیا۔ اور قہوہ منگوایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب بار بار یہی فرمارہے ہیں۔ کہ مجھے آج بڑی مسرت اور خوشی ہے۔ کہ بشیر سے ملاقات ہوگئی۔ یامرحبا یا مرحبا۔ ڈاکٹر صاحب جب خوشی اور مسرت کے ساتھ یامرحبا یامرحبا بالبشیر فرماتے ہیں۔ تو بڑا لطف آتا ہے۔ گھنٹہ بھر کے بعد وہاں سے لوٹے۔ اور ڈاکٹر صاحب ہمیں کار پر ہماری قیامگاہ تک چھوڑ کر آئے۔ مدینہ منورہ کی ہر بات نرالی ہے۔ ورنہ اتنی دور دراز کون کسی کو پوچھتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مدینہ منورہ ہی ایک ایسا شہر ہے۔ جہاں کسی پردیسی

اور مسافر کا دل اداس نہیں ہوتا۔ اور پریشان نہیں ہوتا۔ سبز گنبد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر لینے سے سب غم دور ہو جاتے ہیں۔ ؎

اُن کے نثار کوئی کیسے بھی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں، سب غم بھلا دیئے ہیں

۶ر مئی تا ۱۳ر مئی
بروز
جمعہ تا جمعہ

مدینہ منورہ میں ہر حاجی دس روز رہ سکتا ہے۔ اور اگر دس روز سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو۔ تو ہر شخص کو فی یوم ایک ریال دینا پڑتا ہے۔ چونکہ مدینہ منورہ سے جانے پر دل نہیں چاہتا۔ اور حج کو ابھی کافی دن باقی ہیں۔ اس لئے ہم نے دس روز اس مکان میں رہنے کے بعد ایک دوسرا مکان کرایہ پر لے لیا ہے۔ اور معلم صاحب سے کہہ دیا ہے۔ کہ ہم فی کس ہر روز ایک ریال دے دیں گے۔ اور ابھی کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں اور قیام کریں گے۔ چنانچہ اب ہم دوسرے مکان میں ہیں۔ یہ مکان پہلے مکان سے کھلا اور صاف ہے۔ اور کرایہ

بھی پچاس ریال ہے۔ اور اس میں یہ قید بھی نہیں۔ کہ دس روز ہی رہو۔ بلکہ جب تک دل چاہے ہم اس میں رہ سکتے ہیں۔ تجربہ نے یہ بتایا ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں پہنچکر ذرا کوشش کرکے اِدھر اُدھر تلاش کرنے سے مکان اچھا اور سستا مل سکتا ہے۔ اور صرف معلم کے بھروسہ پر رہنے سے مکان تنگ بھی ملے گا۔ اور مہنگا بھی۔

۱۲ر مئی کو حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب اکاڑوی حال خطیب کراچی تشریف لے آئے۔ بڑی خوشی ہوئی۔ مولانا نے بتایا۔ کہ وہ بحرین کے راستے سے دہران اور دہران سے ریاض اور ریاض سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں۔ اور مکہ مکرمہ سے آج ہی مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔ مولانا کو مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ اہل سنت میں ایک ممتاز اور مسلم خوش بیان مقرر ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس پیر کی شب کو یہاں میرے مکان پہ محفلِ میلاد ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا کی مرضی کے مطابق ۱۶ر مئی پیر کی شب کو یہاں مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین پر محفل میلاد کا انعقاد ہوگا۔

وجد

آج بعد نماز عصر ایک عجیب منظر دیکھنے میں

آیا۔ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ روضۂ انور کے سامنے حاضر ہونے والوں کو جالی مبارک سے دور رکھنے کے لئے تین چار "شرطی" متعین رہتے ہیں۔ ہزاروں امتی سلام پڑھنے کے لئے یہاں حاضر رہتے ہیں۔ اور یہ شرطی قبر انور کی طرف پیٹھ کئے ہوئے۔ بلکہ دیوار انور سے پشت لگائے ہوئے کھڑے اور بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جس شخص کو بھی جالی شریف سے قریب ہوتا دیکھیں۔ اُسے دھکے دیکر پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ آج نماز عصر کے بعد اسی ہجوم میں میں سلام عرض کر رہا تھا کہ ایک مصری شخص چیخ مار کر اور یا رسول کہہ کر گر گیا۔ اور بیہوش ہوگیا۔ اس کے گرنے سے یہ شرطی ایک دم اس کی طرف دوڑے۔ لوگ اُس مصری کے منہ میں پانی ڈال رہے تھے۔ اور وہ جب بھی ذرا ہوش میں آتا۔ تو بآواز بلند "یا رسول اللہ" کہتا۔ یہ شرطی اُسے کہتے۔ "قُل" لا إله الا اللہ محمد رسول اللہ" یعنی کلمہ پڑھو۔ وہ کہتا۔ "لا إله الا اللہ محمد رسول اللہ، یا رسول اللہ۔" شرطی پھر کہتے۔ قُل "لا إله الا اللہ" مگر وہ "یا رسول اللہ" ضرور کہتا۔ آخر یہ شرطی اُسے اٹھا کر باہر دھکیلنے لگے۔ اِس عرصہ میں "شرطیوں" کو یہ خیال نہ رہا۔ کہ "جالی مبارک" کو چومنے والوں کو جالی شریف چومنے کا موقعہ مل جائے گا۔ چنانچہ اس تھوڑے سے وقفہ میں کئی عشاق

نے دل کھول کر جالی مبارک کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ اتنے میں یہ شرطی پھر "حرام" "حرام" کہتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے۔

خوشبو ملنا

یہ "شرطی" روضۂ انور کی دیواروں اور جالیوں کو خوشبو بھی نہیں ملنے دیتے۔ آپ اگر کسی شرطی سے کہیں۔ کہ یہ میرے پاس عطر کی شیشی ہے۔ اسے روضۂ انور کے اندر ڈالنا چاہتا ہوں۔ یا دیوار انور سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو وہ "شرطی" اسے بھی "حرام" کہہ کر شیشی آپ سے لے لیگا۔ اور کچھ عطر خود اپنے کپڑوں پر مل لے گا۔ کچھ دوسرے اپنے ساتھیوں کو دے دیگا۔ گویا دیوار انور پر خوشبو ملنا حرام اور "شرطی" کے کپڑوں پر حلال۔

قیام وجلوس

ایک بات اور بھی دیکھی۔ کہ مواجہ شریف میں سب دست بستہ قیام میں سلام عرض کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص مؤدب طور پر بیٹھ کر سلام عرض کرنا چاہے۔ تو "شرطی" اسے بھی اٹھا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ قیام کرکے سلام پڑھو۔ یہ چیز دیکھ کر بھی تعجب ہوا۔ کہ کہیں تو ہمیں قیام سے روکا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ قیام بدعت و حرام ہے۔ درود و سلام پڑھنا ہے تو بیٹھ کر پڑھو۔ اور یہاں بیٹھنے سے روکا جاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے۔ کہ بیٹھو مت قیام کرکے سلام پڑھو۔ مزید برآں یہ شرطی مواجہ شریف میں مؤدب طریق سے بیٹھنے والوں کو بیٹھنے نہیں دیتے۔ اور خود انتہائی غیر مؤدب طریق سے قبرِ انور کی طرف پیٹھ کئے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ فیا للعجب!

۱۴ر مئی تا ۲۰ر مئی

بروز

ہفتہ تا جمعہ

۱۴ر مئی رات کو حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کے مکان پر محفل میلاد کا انعقاد ہوا۔ نماز عشاء کے بعد حرم شریف سے فارغ ہوکر میں حضرت مولانا کے مکان پر پہنچا۔ حضرت مولانا نے اپنے مکان کو خوب آراستہ کر رکھا ہے۔ اور اس محفلِ پاک میں بہت سے ممتاز احبابِ اہل سنت بھی شریک ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اور محفل میلاد شریف کا افتتاح ہوا۔ سب سے پہلے ایک مدنی نعت خواں صاحب نے پیارے انداز میں نعت خوانی کی۔ اور پھر مولانا محمد شفیع صاحب نے اردو اور فارسی کی نعتیں سنائیں۔ اور ان کے بعد میں نے "ذکرِ رسول کے عنوان پر تقریباً ایک گھنٹہ

تقریر کی۔ خدا و رسول کے فضل و کرم سے حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب اور حاضرین نے میری اس تقریر کو بڑا پسند کیا۔ اور میرے لئے دعائیں کیں۔ الحمد للہ!

مولانا ضیاء الدین صاحب کے مکان پر محفل میلاد میں جو احباب شریک تھے۔ ان میں سے ایک میرے پرانے کرمفرما سیٹھ ابوبکر مالک لکھپتی ہوٹل بمبئی بھی تھے۔ جس زمانہ میں میں بمبئی جایا کرتا تھا۔ سیٹھ صاحب اسی زمانے سے میرے واقف اور میرے بڑے ہی مخلص دوست ہیں۔ ۱۳۸۲ھ میں جب میں حج کے لئے آیا ہوں۔ اس سال بھی سیٹھ صاحب حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور ان سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ حسن اتفاق سے اس سال بھی سیٹھ صاحب سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوگئی۔ اور ملاقات بھی عجیب رنگ میں ہوئی۔ سیٹھ صاحب نے میرے متعلق کسی سے سن پایا۔ کہ میں اس سال بھی مدینہ منورہ کی حاضری کے لئے آیا ہوا ہوں۔ اور حضرت غلام حمید صاحب کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں۔ چنانچہ ایک دوپہر کو میں اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ معلم صاحب کے ایک آدمی نے مجھے آواز دی۔ کہ باہر کوئی صاحب آپ کو ملنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں باہر نکلا۔ تو ایک صاحب عربی

لباس میں ملبوس مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ اور ان صاحب نے جواب دیکر فرمایا۔ ما اسمک۔ آپ کا نام کیا ہے؟ میں یہ آواز سن کر کچھ سوچنے لگا۔ کیونکہ یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی۔ پھر غور سے جو شکل و صورت کو دیکھا۔ تو بے ساختہ پکار اٹھا۔ سیٹھ ابوبکر صاحب! سبحان اللہ! ایک دیرینہ کرمفرما سے ملاقات اور وہ بھی مدینہ منورہ میں۔ دل بڑا ہی خوش ہوا۔ سیٹھ صاحب کو عربی لباس میں ملبوس دیکھ کر دل اور بھی زیادہ مسرور ہوا۔ اکثر احباب مدینہ منورہ میں عربی لباس پہن لیتے ہیں۔ جس میں وہ بڑے ہی پیارے اور اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ ہے ہی پیارے کا پیارا لباس۔

عربی لباس

یہ حقیقت ہے کہ عربی لباس ایک بہترین لباس ہے۔ ڈھیلا ڈھالا اور دیدہ زیب و خوشنما۔ مدنی حضرات اپنے اس لباس میں بڑے ہی پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لباس انگریزی لباس بھی ہے۔ برائے نام لباس۔ اس لئے کہ لباس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ قابل ستر مواضع کو لباس چھپا دے۔ مگر انگریزی لباس کی پتلون ہی کو دیکھ لیجئے۔ بالخصوص چست پتلون کو کہ وہ بدن کو چھپاتی ہے یا یہ منظر پیش کرتی ہے کہ ع

جتقدر دبے تھے وہ سارے نمایاں ہو گئے

عربی لباس ڈھیلا کھیلا اور لمبا ہوتا ہے۔ جس سے لباس کا مقصد سَو فیصدی حاصل ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں انگریزی لباس پہنا بھی فیشن میں داخل ہے۔ اور اسے حسن و جمال کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حسن و جمال خون سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ پتلون سے۔ کاش! ہمارے فیشن ایبل حضرات اگر کوئی دوسرا لباس ہی پہننا چاہتے ہیں۔ تو عربی لباس پہن کر دیکھیں۔ کہ کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کوئی جذباتی بات نہیں واقعہ ہے۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا واقعی محبوب و پیاری ہے۔ اور اس عربی لباس کو بھی محبوب کبریا سے نسبت حاصل ہے۔ اور یہ لباس بڑا ہی پیارا لباس ہے۔

عربی زبان

مدینہ منورہ کی زبان بھی کچھ ایسی پیاری اور دلآویز زبان ہے۔ کہ جی چاہتا ہے سنتے ہی جائیں۔ ہمارے ہاں کے دوکانداروں کی آوازیں بھی آپ نے سنی ہیں۔ "چنا جور گرم" اور "کنگھی بمبئی والی ہے کراچی والی ہے" وغیرہ۔ اور مدینہ منورہ کے دکانداروں کی بھی ایمان افروز ندائیں ہم نے سنی ہیں۔ دودھ بیچنے والے کی صدا یہ ہے۔ اِشْتَرُوا الْحَلِیْبَ وَصَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ۔ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہوتا ہے

کہ پیو دودھ اور پڑھو درود !! سبحان اللہ ! صدا کی صدا اور وعظ کا وعظ ۔ آپ کسی دکان پر چلے جایئے ۔ اور کسی چیز کا سودا کیجیے ۔ تو دکاندار آپ کو اس چیز کی جو قیمت بتائے گا ۔ اگر آپ نے اس سے کم بتائی ۔ تو دکاندار آپ کی بتائی ہوئی قیمت کو نامنظور ان لفظوں میں کرے گا ۔ یا شیخ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ۔ اور اگر کوئی گاہک دکاندار کی بتائی ہوئی قیمت کو زیادہ سمجھتا ہے ۔ تو گاہک بھی اتنی زیادہ قیمت کی نامنظوری کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے ۔ کہ " صَلِّ عَلَے النَّبِیِّ " گویا ہر بات میں درود پاک کا ذکر ضرور ہوتا ہے ۔ دو آدمی لڑ جھگڑ رہے ہوں ۔ تو ان دونوں کی لڑائی ختم کرانے کیلئے آپ لاکھ جتن بھی کر چکے ہوں ۔ اور وہ لڑائی ختم نہ ہوتی ہو ۔ تو آپ ان دونوں کے درمیان جاکر اتنا کہہ دیجیے ۔ " صَلِّ عَلَے النَّبِیِّ " بس لڑائی وہیں ختم ۔ سبحان اللہ ! کیا ہی عجب فضا ہے ۔ اور ہر دکان و مکان پر درود و سلام اور نبی کا نام موجود ہے ۔ یہ جملہ " صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ " نہ صرف مدینہ منورہ ہی کے باشندوں بلکہ مکہ معظمہ کے بھی ہر چھوٹے بڑے مرد اور عورت کی زبان پر بالعموم جاری رہتا ہے ۔ خرید و فروخت ، کھانے پینے ، اور لڑائی جھگڑا مٹانے کے وقت اور دیگر مواقع پر بھی بس یہی ایک جملہ مقدسہ ہے ۔ جو

سب کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ اور کچھ اس طرح کہ بے ساختہ یہی جملہ نکل جاتا ہے۔

رشید و بلال بھی اب اس پیارے جملہ کے عادی ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ میں گھر میں آیا۔ تو یہ دونوں کچھ شوخی کر رہے تھے۔ میں نے ان کو ڈانٹا۔ تو رشید جو ماشاء اللہ بڑا ہی دانا ہے۔ میرے تیور دیکھ کر کہنے لگا۔ ابا جی! صلّ علی النّبیؐ کچھ نہ پوچھئے میری کیا کیفیت ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سارا غصہ ایک دم جاتا رہا۔ اور میں اس پیارے منہ کو جس سے یہ پیارا جملہ نکلا۔ چومنے لگا۔

عَزِیزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ

عزیزی رشید احمد کی بعض باتیں تو ایسی ہیں۔ کہ میں سن کر حیران ہی تو رہ جاتا ہوں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کے مکان پر جو محفل میلاد منعقد ہوئی تھی۔ اس میں رشید و بلال بھی میرے ہمراہ شریک تھے۔ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک بیان کرتے ہوئے یہ بھی سنایا۔ کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ کہ عَزِیزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ۔ جو بات تمہیں تکلیف دے۔ وہ حضور پر گراں گزرتی ہے۔ دوسرے دن کسی شرارت پر میں نے رشید کو ایک طمانچہ مار دیا۔ تو وہ روتے ہوئے کہنے لگا۔ کہ ابھی کل ہی تو آپ نے سنایا ہے۔ کہ کسی

امتی کو کوئی تکلیف ہو تو حضور پر وہ گراں گزرتی ہے۔ تو میں بھی تو حضور کا ایک امتی ہوں۔ پھر آپ نے جو مجھے طمانچہ مارا ہے۔ کیا حضور پر یہ گراں نہ گزرا ہوگا؟ بخدا اس کا یہ وعظ سن کر میرے آنسو جاری ہوگئے۔ اور میں نے اُسے گود میں لیا، چوما اور اُسے بصد مشکل راضی کرلیا۔ ماشاء اللہ بڑا ہی پیارا اور ذہین بچہ ہے۔ سلمہ اللہ تعالےٰ!

رشید و بلال یہ دونوں بھائی مدینہ منورہ میں کچھ ایسے ہل گئے ہیں۔ کہ دونوں باہر جاکر کھیل بھی آتے ہیں۔ اور مسجد نبوی شریف میں جاکر بارگاہِ عرش پناہ میں حاضری دے کر سلام بھی عرض کر آتے ہیں۔ چنانچہ رشید نے مجھے کئی بار بتایا ہے۔ کہ اباجی میں ہجوم میں سے ہوتا ہوا نجدی سپاہی کی نظریں بچاکر جالی مبارک کو چوم بھی آیا ہوں۔ بلال چونکہ بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ تر مسجد شریف میں جاکر کبوترانِ حرم کی زیارت کرتا رہتا اور ان سے دل بہلاتا رہتا ہے۔ ہاں جب میرے ساتھ مواجہہ شریف کی حاضری دیتا ہے۔ تو وہ بھی میرے ساتھ دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بڑا ہی پیارا معلوم ہوتا ہے۔ میرے ساتھ جب یہ دونوں ہوتے ہیں۔ تو مواجہہ شریف کی حاضری کے وقت میری عجب کیفیت ہوتی ہے۔ میری یہ

گنہگار زبان آقا کے حضور یہ عرض کرنے لگتی ہے۔ کہ حضور! آپ کا یہ غلام بشیر اور آپ کے یہ دو ننھے امتی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضور! ہم پر کرم فرمایئے۔ ترحم یا رسول اللہ! ترحم! اللہ اکبر! کیا ہی مزہ اور کیا ہی روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ بخدا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضری، ایک ایسی نعمت ہے۔ جس کی نظیر کوئی اور نعمت نہیں۔ کعبہ معظمہ کی حاضری بھی ایک گرانقدر انعامِ حق ہے۔ لیکن جو لطف و انبساط اور کیف و سرور اِس حاضری میں ہے۔ وہ اس حاضری میں بھی نہیں۔ کعبہ معظمہ میں ہم نے دیکھا ہے۔ کہ بڑے بڑے نیکوکار اور مقربین بھی وہاں مرعوب و خائف نظر آتے ہیں۔ مگر اس بارگاہِ رحمت میں یقین جانیئے کہ جس قدر کوئی زیادہ گنہگار ہوگا۔ اُسے اتنا ہی لطف و سرور اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ؎

وان مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں گنہگاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو!

مواجہ شریف کی حاضری کے وقت کوئی ایسی آنکھ نہیں جو آنسوؤں کی صورت میں عقیدت کے موتی نچھاور نہ کرتی ہو۔ میرے یا اپنی والدہ کے ساتھ رشید و بلال جب حاضری دیتے ہیں۔ تو یہ حضور کے ننھے امتی بھی ننھے ننھے آنسو

بہانے لگتے ہیں۔ اور میں کیا عرض کروں۔ کہ اس مقدس حاضری کے وقت آنسو بہانے میں کیا لطف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ بس کچھ نہ پوچھئے۔ ہاں دعا کیجئے۔ کہ آپ کو بھی اس شرف حاضری سے مشرف کیا جائے۔ پھر آپ خود ہی معلوم کرلیں گے۔ کہ یہ حاضری اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہی وہ رونا ہے۔ جس کی بدولت کل ہنسنا نصیب ہوگا۔ اور وہی کل روئیں گے۔ جو آج اس حاضری پہ لَا تُشَدُّ الرِّحَال کی خود ساختہ آڑ میں ہنستے ہیں۔

مدینہ منورہ میں یہ ایام بڑے مزے میں گذر رہے ہیں روضۂ انور کی جس وقت چاہے زیارت کر لیجئے۔ مدینہ شریف کے جس بازار میں نکل جایئے۔ نور ہی نور نظر آتا ہے۔ اس تقدیس مآب شہر کا ذرہ ذرہ رشکِ صد آفتاب ہے۔ مدینہ پاک کی مبارک گلیوں میں پھرتے ہوئے سوچتا ہوں۔ کہ کیا میں واقعی حضور کے شہر میں پھر رہا ہوں۔ اور یہ بھی خیال آتا ہے۔ کہ یہی وہ مبارک راستے اور کوچے ہیں۔ جنہیں پائمالیٔ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہے کیا کریں۔ ہمت و توفیق سے باہر ہے۔ ورنہ یہ وہ کوچے ہیں۔ جن میں سر کے بل چلنا مناسب ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ اعلیحضرت بریلوی کا شعر ہے جو میں نے لکھا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اعلیحضرت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت تھی۔ اور یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ کہ اعلیحضرت کا علمی چرچا اور فاضلانہ دبدبہ عرب و عجم میں نظر آتا ہے۔ یوں تو اور بھی کئی لوگ "عالم و مولوی" کہلاتے ہیں۔ مگر جو قبولیت اعلیحضرت کے حصہ میں آئی۔ وہ اس دور میں اور کسی میں نظر نہ آئی فَوُضِعَ لَہٗ الْمَقْبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔ کے مطابق اعلیحضرت کے علم و فضل کو ایک دنیا نے قبول کیا۔ اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ محبِ صادق بڑے بڑے علم و فضل والوں کا معتمد علیہ بن گیا۔ سچ ہے۔ فَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ اعلیحضرت نے اس شعر میں اسی جذبے کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ مدینہ پاک کی گلیوں میں تو سر کے بل چلنا لازم ہے۔ سبحان اللہ! ان عشاق کے جذبے بھی قابل قدر ہیں۔ ایک اور صاحب ہیں جو محفل میلاد کے قیام کے لئے ارشاد فرماتے ہیں ــــ کہ لَوِاسْتَطَعْتُ الْقِیَامَ عَلٰی رَاْسِیْ لَفَعَلْتُ۔ اگر میں سر کے بل قیام کر سکتا تو یہی قیام سر کے بل ہی ہوتا۔" (نزہتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۳)

یہ ہے ایمان اور حبِّ رسول!

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ کی یہ نورانی گلیاں اور مبارک کوچے رشکِ صد جنت ہیں۔ ہر طرف نور ہی نور اور سرور ہی سرور نظر آتا ہے ؎

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان مبارک گلیوں میں چلا کرتے تھے۔ تو ایک طرف ہو کر کنارے کنارے چلتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ میں وسط راہ میں اس لئے نہیں چلتا۔ تاکہ میرے قدم ان مقدس جگہوں پر نہ پڑ جائیں۔ جن پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑ چکے ہیں۔ نیز آپ گلی کوچوں میں سے گزرتے ہوئے دیواروں کو چومتے ہوئے گزرتے تھے۔ کہ شائد ان دیواروں کو حضور کے ہاتھوں نے چھوا ہو۔ سبحان اللہ! کیا ہی عشق و محبت ہے۔ اب یہاں "برائے نام عقل" تو ضرور بول اٹھے گی۔ کہ یہ محض فضول باتیں اور خود ساختہ بدعتیں ہیں۔ کہ گلیوں کے کنارے کنارے چلنا اور دیواروں کو چومتے ہوئے گزرنا۔ مگر عشق و ایمان اس کا جواب ایسی عقل کو یہی دے گا۔ کہ ؎

ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں کچھ ایسے رنگے ہوئے تھے۔ کہ آپ سے جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا۔ تو آپ فرماتے۔ کہ مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث سننی ہے۔ اگر سائل محض مسئلہ پوچھنا چاہتا۔ تو آپ مسئلہ بتا دیتے۔ اور اگر وہ حدیث سننا چاہتا۔ تو آپ اُسے بٹھاکر خود غسل فرماتے۔ اور نئے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگاتے۔ اور پھر مسند پر تشریف فرما ہوکر بڑے اہتمام کے ساتھ حدیث سناتے۔ دیکھا آپ نے یہ ہے عشق و محبت کا کرشمہ! برائے نام عقل تو یہاں بھی وہی اپنی رٹ رٹے گی۔ کہ حدیث سنانے کے لیئے یہ اہتمام و انتظام۔ غسل کرنا، نئے کپڑے پہننا۔ اور خوشبو لگانا یہ سب باتیں خود ساختہ اور بدعت ہیں۔ مگر محبتِ رسول کا یہاں بھی جواب یہی ہے۔ کہ ؎

ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں

محفلِ میلاد شریف میں بھی غلامانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام و انتظام اور زیب و زینت دیکھ کر برائے نام عقل بدعت کا فتویٰ سناتی ہے۔ مگر ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ کہ ؎

ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور ماہِ طیبہ کے کسی شمارہ میں میں حوالہ لکھ بھی چکا ہوں۔ کہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پر کسی منکر حدیث نے یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ تم لوگوں نے حدیث کو قرآن کے برابر کر ڈالا ہے۔ دیکھو تمہارے امام بخاری نے جب حدیثوں کو جمع کیا۔ تو ہر حدیث کے لئے وہ ایک نیا غسل کرتے پھر حدیث لکھتے تھے۔ حالانکہ یہ حکم تو قرآن کے لئے ہے۔ کہ لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ مگر تم لوگوں نے حدیث کو بھی قرآن کا درجہ دے دیا ہے"۔ منکرِ حدیث کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی ہم سے کہے۔ کہ تم لوگوں نے تو رسول کو بڑھا کر بالکل خدا کے برابر کر دیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے منکرِ حدیث کو جو جواب دیا۔ وہ بڑا ہی پُر لطف اور صحیح جواب ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ بیشک امام بخاری کے اس فعل کا قرآن و حدیث میں شرعی حکم تو کوئی نہیں۔ مگر یہ ایک ادب و احترام کا جذبہ ہے۔ جس سے اگر کرنے والوں کو روکا جائے گا۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ع۔ ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں"۔ (یہ اعتراض اور اس کا جواب اخبار اہلحدیث امرتسر کا اقتباس ہے۔ جو ماہِ طیبہ کے گذشتہ سال کے شمارہ میلاد شریف میں با حوالہ شائع ہو چکا ہے۔ مقصد میرا یہ ہے۔

کہ مدینہ منورہ کی حاضری اگر محبت و ادب کے ساتھ ہو۔ تو پھر مدینہ منورہ کی شان صحیح معنوں میں نظر آتی ہے۔ بخدا میری اپنی کیفیت یہ ہے۔ کہ بار بار سوچتا ہوں۔ کہ کیا واقعی میں مدینہ منورہ میں ہوں۔ دیارِ حبیب میں ہوں۔ کہاں ایک گنہگار اور کہاں یہ پاک دیار۔ زائر مدینہ کو بجا طور پر یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ یہ کہے۔ کہ میں فرش سے عرش پر آ پہنچا ہوں۔ یہی وہ شہر پاک ہے۔۔ جہاں ہر روز ستّر ہزار فرشتے زیارت کے لیئے حاضری دیتے ہیں۔ یہ نوریوں کا شہر ہے۔ اللہ کی رحمتوں کا شہر ہے۔ خدا کی برکتوں کا شہر ہے۔ قاسم نعم اللہ کا شہر ہے۔ اور سلطانِ دارین کی سلطنت کا دار الخلافہ شہر ہے۔ یہی وہ شہر پاک ہے کہ اس کے ہر مکان، ہر دیوار اور ہر پتھر کو سبز گنبد کی قربت میسر ہے۔ اور یہی وہ شہر پاک ہے جس کے ہر باشندہ کی مبارک آنکھیں دیدارِ گنبدِ خضرا سے منور رہتی ہیں۔ اور یہی وہ شہر پاک ہے۔ جس کے چاروں طرف جدھر بھی نکل جایئے۔ دور دور سے بھی محبوب کبریا کی آرامگاہ کا نورانی گنبد اپنی رفعت و بلندی کے ساتھ نظروں کے سامنے رہتا ہے۔

مدینہ منورہ میں اکثر مکانات تین تین منزلوں کے بھی

ہیں۔ اور بڑی بڑی اونچی عمارتیں بھی موجود ہیں۔ مگر زائرانِ مدینہ پاک سے پوچھ لیجئے گا۔ کہ دور سے دیکھنے والے کے سامنے ساری بلندیاں پست پڑ جاتی ہیں۔ اور صرف ایک سبز گنبد ہی ہے۔ جو سارے شہر سے بلند و اونچا نظر آتا ہے۔ گویا یہ اعلان فرماتا ہے۔ کہ تم چاہے کتنے بھی دور ہو جاؤ۔ میری نظر ہی میں ہو۔ اور یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے۔ کہ بڑے بڑے قد آور صحابہ کرام میں آپ تشریف فرما ہوتے۔ تو سب سے بلند و بالا آپ ہی نظر آتے تھے۔ ؎

دیون ہر اِک تھیں اُچے ہی وکھالی
دِسن چن وانگ بھادیں رات کالی

مدینہ منورہ کی کس کس خوبی و کمال کا ذکر کیا جائے مدینہ واقعی مدینہ ہے۔ اور جس نے مدینہ نہیں دیکھا۔ اُس کا دنیا میں آنا نہ آنا برابر ہے۔ ع

مدینہ نہ دیکھا، تو کچھ بھی نہ دیکھا

مدینہ منورہ کے کسی دکاندار سے آپ راستہ پوچھئے۔ تو وہ دکاندار اپنی دکان کو چھوڑ کر اپنے ساتھ ہو لے گا۔ اور آپ کو منزل تک پہنچا کر آئے گا۔ گویا یہ بتائے گا۔ کہ ہم اس شہر کے باشندہ ہیں۔ جس شہر میں وہ ہادیٔ

گم گشتگان تشریف فرما ہیں۔ جو گمراہوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں
جنت میں پہنچا دیتا ہے۔ میں کس زبان سے اللہ کا شکریہ
ادا کروں۔ جس نے مجھے اس رشکِ جنت شہر کی دوسری
مرتبہ حاضری عطا فرمائی۔ اور میں اپنے آقا کے دیارِ پاک
کی جی بھر بھر کر زیارت کر رہا ہوں۔ روضۂ انور کی زیارت
مواجھہ شریف کی حاضری، ریاض الجنۃ کا حصول، منبرِ
اقدس کا دیدار، مسجد نبوی شریف کی حضوری ہر وہ نعمت
جس کے لئے اپنے وطن میں دل ترستا اور تڑپتا رہتا
ہے۔ یہاں میسر ہے۔ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے
ہی یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے جنت میں آ گئے ہیں۔
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دایئں بایئں اور آگے
پیچھے رحمت ہی رحمت اور نور ہی نور نظر آتا ہے۔ سامنے
مواجھہ شریف کی نورانی بارشیں۔ دایئں طرف ریاض الجنۃ
کی بہاریں۔ بایئں طرف گذرگاہِ جبرائیل اور قدمانِ مبارک
کی برکتیں، اور پشت انور کی طرف حضرت فاطمہ الزہرار
رضی اللہ عنہا کے تبرکاتِ عالیہ اور اصحابِ صفہ رضوان
اللہ علیہم اجمعین کے آثارِ مبارکہ کی جلوہ ریزیاں یہ سب کچھ
جنت نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرتِ حسن علیہ الرحمۃ نے
کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ ؎

نہ پوچھو ہم کہاں پہنچے اور ان آنکھوں نے کیا دیکھا
جہاں پہنچے وہاں پہنچے جو دیکھا دل کے اندر ہے
منور چشم زائر ہے جمالِ عرشِ اعظم سے
نظر میں سبز قبہ کی تجلی جلوہ گستر ہے
یہ رفعت درگہِ عرش آستاں کے قرب سے پائی
کہ ہر ہر سانس ہر ہر گام پر معراج دیگر ہے
ہزاروں بے نواؤں کے ہیں جمگھٹ آستانہ پر
طلب دل میں صدائے یا رسول اللہ لب پر ہے
تری رحمت کے صدقے یہ تری رحمت کا صدقہ تھا
کہ ان ناپاک آنکھوں کو یہ نظارہ میسر ہے

نومسلم حاجی

۱۹۵۶ء میں جب میں حج کے لئے آیا ہوں۔ تو راولپنڈی سے چلنے والی پاک حج ٹرانسپورٹ کے ذریعہ آیا تھا۔ اور تین سو حاجیوں کا یہ قافلہ متعدد بسوں پر سوار ہوکر کوئٹہ، ایران، عراق بصرہ اور کوئت سے ہوتا ہوا سرزمین حجاز میں پہنچا تھا۔ اس سفر کی بھی میں نے ڈائری لکھی تھی۔ جو ماہِ طیبہ میں شائع ہوچکی ہے۔ اس ڈائری کی چند سطریں اس وقت یہاں درج کرتا ہوں۔ ۱۹۵۶ء کے اس قافلہ میں ایک نومسلم سکھ پروفیسر بھی تھے جو گارڈن

کالج راولپنڈی میں پروفیسر تھے۔ اور مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور اب ان کا نام "شاہ رحمن" تھا۔ ان کا تذکرہ اس وقت کی ڈائری میں میں نے حسب ذیل لفظوں میں کیا تھا۔

نومسلم حاجی میری سیٹ کی پیچھے کی سیٹ پر ایک متشرع، متدین، سنت، کے مطابق باریش اور انتہائی نورانی شکل کے حاجی صاحب تشریف فرما ہیں۔ وہ ہر وقت قرآن خوانی اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ بزرگ گارڈن کالج راولپنڈی کے پروفیسر ہیں۔ چند سال پہلے سکھ تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان پر خاص کرم فرمایا اور یہ اپنے اہل وعیال سمیت حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اپنے محلہ میں ایک مسجد بھی بنوا دی ہے اور اب حج کو جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! ایسا ایمان افروز انقلاب دیکھ کر دل بڑا مسرور ہوا۔ یہ خدا کی شان ہے۔ کہ ایک نومسلم سر تا پا اشتیاق بن کر زیارتِ حرمین شریفین کو جا رہا ہے۔ اور ایک نام کے مسلمان وہ بھی ہیں

جو استطاعت کے باوجود لندن و پیرس کے چکر تو
کاٹتے ہیں. مگر حج کے سفر کو "آؤٹ آف فیشن"
سمجھتے ہیں."

اب اس دفعہ جو میں حج کو آیا ہوں۔ تو آپ پڑھ چکے
کہ جہاز میں ہم نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اور ہمارا ارادہ
سیدھا مدینہ منورہ ہی آنے کا تھا. چنانچہ جب ہم جدہ پہنچے
اور کسٹم ہاؤس کے طویل و عریض وسیع مقام میں جمع ہوئے،
تو میری آنکھیں اس انبوہِ کثیر میں ان لوگوں کی تلاش
میں رہیں۔ جو بغیر احرام کے تھے. چنانچہ مجھے جو حاجی بھی
بغیر احرام کے نظر آتا۔ میرا دل بے حد مسرور ہوتا۔ کہ یہ
بھی ہماری طرح پہلے مدینہ منورہ کی حاضری دے گا۔ اسی
تلاش میں مجھے ایک خوش پوش حاجی صاحب نظر آئے.
جو سفید سلوار اور خوش نما اچکن میں ملبوس تھے. انہیں
دیکھ کر دل خوش ہوا۔ کہ یہ صاحب بھی کوئی ہمارے ہی
رفیق سفر ہیں۔ اور پہلے مدینہ منورہ ہی کی حاضری دینگے۔
میری طرف ان کی پیٹھ تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے
اپنا رُخ بدلا۔ اور منہ ان کا میری طرف ہوا۔ تو میں انہیں
دیکھتے ہی بے ساختہ اٹھا۔ اور دوڑتا ہوا ان سے جا لپٹا.
انہوں نے مجھے دیکھا۔ تو فرطِ مسرت سے پکار اٹھے۔ مولانا

بشیر صاحب! اور میں بھی خوشی سے پکار اٹھا۔ کہ پروفیسر شاہ رحمٰن صاحب! سبحان اللہ! یہ وہی نو مسلم حاجی صاحب تھے جو ۵۲ء میں بھی میرے ساتھ حج کو آئے تھے۔ اور میرے والی بس میں میری پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ آپ خود ہی اندازہ کر لیجئے۔ کہ اس دفعہ بھی جدہ شریف میں ان سے مل کر اور یہ معلوم کرکے کہ اس سال بھی یہ حج کے لئے آئے ہیں۔ مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ ۵۲ء کی ملاقات اور سفر حج میں اکٹھا رہنے کے بعد پروفیسر صاحب مجھ سے کافی انس رکھنے لگے تھے۔ اثناء سفر میں میری تقریریں سن سنکر رویا کرتے تھے۔ اور ہاتھ چوما کرتے تھے۔ اور پھر واپسی کے بعد راولپنڈی میں مجھے بلاکر اپنی مسجد میں ایک محفل میلاد منعقد کرکے میری تقریر بھی کرائی تھی۔ خدا کے فضل و کرم سے پروفیسر صاحب کو اپنے علم و فضل کی بدولت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ ایسا پیار اور محبت ہوگئی ہے۔ کہ وہ اس حقیقت کا اعلان فرماتے رہتے ہیں کہ اگر "نری خشک توحید ہی اسلام ہوتی۔ تو مجھے اسلام قبول کرنے میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ اسلام تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت و پیار اور آپ کے ادب و احترام کا نام ہے۔ اور یہ دیکھ کر

دل بڑا خوش ہوتا ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ مثلاً حضور کے علم و وقار، اور آپ کے تصرف و اختیار پر عقلی دلائل پیش کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھنے والی "عقل" کی تکذیب و تردید کرتے ہیں ایک نومسلم کے ایسے پاکیزہ خیالات و ایمان پرور جذبات دیکھ کر اُن کی قبولیت پہ رشک آتا ہے اور میں خود ان کے ہاتھ چوم لیا کرتا ہوں

اس دفعہ بھی جدہ شریف میں انہیں دیکھ کر بید خوشی ہوئی۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ اسی جہاز پر تشریف لائے ہیں؟ اور اگر یہی بات ہے۔ تو جہاز میں تو کہیں ملاقات ہوئی نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ پروفیسر صاحب نے فرمایا۔ نہیں مولانا! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت تو مجھے رمضان شریف سے بھی پہلے ہی یہاں لے آئی ہے۔ میں رمضان شریف سے پہلے ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔ اور عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہو گیا تھا۔ اور حضور کی مہربانی سے سارا رمضان شریف حضور ہی کے قدموں میں گزارا ہے۔ اور ابھی تک وہیں ہوں۔ اس جہاز کی خبر سن کر میں آج ہی مدینہ منورہ سے یہاں پہنچا ہوں اور اپنے ایک دوست کی تلاش میں ہوں۔ وہ تو ملا نہیں

اور آپ مل گئے۔ اور اب میں پھر مدینہ منورہ ہی جاؤں گا۔ اور حج کے ایام میں کعبہ شریف کی حاضری دوں گا۔

پروفیسر صاحب کا یہ جذبہ عالیہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ان پر یہ کسقدر مہربانی ہے۔ کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ خدا شاہد ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سنتے ہی پروفیسر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اور یہ دوسری مرتبہ کی حاضری بقول ان کے حضور ہی محبت کی رہین منت ہے۔ ورنہ فریضۂ حج تو وہ ادا کر ہی چکے تھے۔ سچ ہے۔ محبت و عشق نبوی ہر ایک کا حصہ نہیں یہ مقدس اور گرانقدر نعمت اس کے اہل ہی کو ملتی ہے ایک بادشاہ اپنے جام میں بچا ہوا اپنا تبرک اپنے کسی معزز و مقرب ہی کو دیتا ہے۔ یہ کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ کہ ایک بادشاہ اپنا "جوٹھا" کسی بھنگی کو دے رہا ہو۔ وہ اگر یہ تبرک دے گا۔ تو کسی خاص مصاحب و مقرب کو دے گا۔ بلا شبہ "حب رسول" یہ ایک "تبرک حق" ہے۔ جو خاصانِ خدا ہی کو ملتا ہے۔ نا اہلوں کو نہیں۔

مدینہ منورہ کے عرصۂ قیام میں پروفیسر شاہ رحمن صاحب سے ہر روز مسجد نبوی شریف میں ملاقات ہوتی ہے۔ اور

آپ مواجہ شریف کی حاضری کے بعد زیادہ تر گنبدِ خضراء کے سامنے صحنِ مسجد میں بیٹھے رہتے۔ اور درود شریف و درود و وظائف پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔

مدینہ منورہ سے واپسی

حج کے ایام قریب آ رہے ہیں۔ اور اب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے واپسی کا منظر میں ۱۹۵۴ء میں دیکھ چکا ہوں۔ اور ان ایام میں بھی جب کوئی زائر مدینہ منورہ سے پلٹتا ہے۔ دیکھتا ہوں۔ بس یوں سمجھئے۔ جیسے دودھ پیتے بچے کو ماں کی گود سے اس وقت چھینا جائے جب وہ بڑے اطمینان و سکون سے دودھ پی رہا ہو۔ تو اس وقت آپ خود سوچ لیجئے۔ کہ اس بچے کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور وہ کس قدر چیختا ہے۔ بخدا۔ روضۂ انور کی جدائی اس گھڑی سے کہیں زیادہ پریشان کن ہوتی ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائی و شیدائی واپسی کے وقت روتے اور چیختے ہیں۔ اور بعض کو تو غش بھی آجاتا ہے۔ اب میں بھی یہ سوچنے لگا ہوں۔ کہ جدائی کے دن قریب آ رہے ہیں۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہوتا ہوں۔ تو جالی مبارک

اور سبز نورانی پردوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتا ہوں اور سوچتا ہوں۔ کہ کیا اب اس نورانی منظر کے نظارہ کو ترسنے کے دن پھر آرہے ہیں۔ اور کیا اب میں پھر حضور سے بچھڑ جاؤں گا؛ روتا ہوں۔ آنسو بہاتا ہوں۔ اور دعائیں کرتا ہوں۔ کہ آقا! اس اپنے غلام بشیر کو پھر بلانا۔ پھر اس نعمت سے سرفراز فرمانا۔ حضور! میری اس حاضری کو قبول فرمائیں۔ اور میری اس تمنا کو بھی قبول فرمائیں۔ کہ ؎

مدینے جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

اب ان آخری دنوں میں حاضری پاک کچھ عجیب کیفیت سے ہونے لگی ہے۔ ابتدائی دنوں میں خوشی ہی خوشی تھی۔ مگر اب فراق و ہجر کے خیال سے دل پریشان بھی رہنے لگا ہے۔ مگر وہ لذت جو حاضری میں ملتی رہی۔ اسی میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ اور بھی زیادہ حاصل ہو رہی ہے۔

میرے عم زاد بڑے بھائی حضرت مولانا عبد القادر صاحب بھی امسال (بھارت) الٰہ آباد سے حج کے لئے آ رہے ہیں میں تو مہینہ بھر یہاں پہلے حاضر ہو گیا ہوں اور بھائی

صاحب قبلہ بھارت سے آخری جہاز پر آنے والے ہیں۔ ان کا جہاز سنا ہے کہ ۲۶ر مئی تک جدہ پہنچ جائے گا اور مجھے انہوں نے لکھا تھا۔ کہ میں ۲۶ر مئی سے پہلے پہلے مکہ معظمہ پہنچ جاؤں۔ اور وہاں ایک مکان کا انتظام کر رکھوں۔ ہماری پاکستانی ڈائریوں میں حج کا دن ۵ جون کو لکھا ہے۔ لیکن یہاں افواہ گرم ہے۔ کہ حج ۴ر جون کو ہوگا بہر حال اب مدینہ منورہ سے بادلِ ناخواستہ روانگی کا پروگرام زیر غور ہے۔ اور میں نے اپنے ارادہ کا اظہار حضرت غلام حیدر صاحب سے کر دیا ہے۔ اور حضرت موصوف نے فرمایا ہے۔ کہ سینچر کے روز آپ کی روانگی کا انتظام کر دیا جائے گا۔

میں اپنی قیامگاہ پر آیا ہوں۔ اور رشید و بلال اور ان کی والدہ سے کہا ہے۔ کہ انشاء اللہ اب سینچر کے روز یہاں سے مکہ معظمہ کو روانگی ہے۔ رشید جو بلا کا ذہین اور شیدائے مدینہ منورہ ہے۔ کہنے لگا۔ کہ اباجی! آپ مجھے یہیں چھوڑ جایئے۔ اور حج کرنے کے بعد پھر آیئے۔ اور مجھے یہاں سے پھر ساتھ لے لیجیئے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ رشید کی اکثر باتیں مجھے رُلا دیتی ہیں۔ اور وہ ایسی مزے کی باتیں کرتا ہے۔ کہ اس کی چھوٹی سی عمر میں اس

کی بلند خیالی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا۔ بیٹا! ہمارے ساتھ ہی تم بھی چلو۔ اب اللہ کا گھر بھی تو چل کر دیکھو۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اور حج کے دنوں چھوٹے بڑے سبھی وہاں جاتے ہیں۔ یہ دن رہیں گزارنے ہوں گے۔ خدا نے چاہا۔ اور حضور کا کرم ہوا۔ تو ہم پھر بھی یہاں آئیں گے۔ چنانچہ رشید اب خوش ہے۔ اور کعبہ معظمہ کی زیارت کے لئے بھی تیار ہونے لگا ہے۔

محفلِ میلاد

جمعرات کو حضرت شاہ رحمٰن سے ملاقات ہوئی۔ تو پروفیسر صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت غلام حیدر صاحب کل بعد از نماز جمعہ اپنے مکان میں محفل میلاد منعقد کرنے والے ہیں۔ اور میرے وہ خاص کرمفرما ہیں۔ مجھ سے انہوں نے کل کی محفل میں شرکت کے لئے فرمایا ہے۔ اور میں نے ان سے کہا ہے۔ کہ اس محفل میں مولانا بشیر صاحب کو بھی جو آپ ہی کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بلائیے۔ اور ان سے کچھ بیان بھی سنیئے۔ حضرت غلام حیدر صاحب نے پوچھا۔ کہ کیا یہ کچھ بیان بھی کر لیتے ہیں۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ آپ سنیئے تو سہی۔ چنانچہ جمعہ کے روز حضرت غلام حیدر صاحب نے مجھ

سے فرمایا۔ کہ آج بعد از نماز جمعہ آپ کھانا میرے مکان پر کھائیے۔ اور محفلِ میلاد میں بھی شرکت کیجئے۔ میں نے یہ دعوت قبول کر لی ہے۔ اور نماز جمعہ کے بعد میں اُن کے مکان پر گیا ہوں۔ رشید و بلال بھی میرے ساتھ ہیں مجھ سے قبل حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب تونسہ شریف اور ان کے چند خدام۔ پروفیسر شاہ رحمٰن صاحب اور راولپنڈی و کراچی اور گوجرانوالہ کے چند معزز حضرات بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ پُرتکلف مدنی دعوت کے بعد محفلِ پاک کا افتتاح تلاوت و نعت خوانی سے ہُوا۔ اور پھر مجھے کچھ سنانے کے لئے ارشاد ہُوا۔ میں نے اس مختصر سی محفلِ پاک میں اعلیحضرت کی نعت "چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے" مدینہ پاک کی مقدس سرزمین پر اور روضۂ انور کے بالکل قریب اس مکان میں جب میں نے یہ شعر پڑھا۔ سے

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
فقیروں غریبوں کے ٹھہرانے والے

تو میری کیفیت کیا عرض کروں۔ کہ کیا تھی۔ آپ خود تصور فرمالیں۔ کہ سرزمینِ پاک پر اور گنبدِ خضراء کے متصل اعلیحضرت کی اس نعت کے اِس شعر نے کیا رنگ جمایا

ہوگا۔ سامعین پر بھی کیف طاری اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر میں نے حاضری مدینہ منورہ کی برکتیں، اور اس نعمتِ عظیمہ کی عظمت کا بیان شروع کیا۔ اور اثناء بیان میں یہ شعر پڑھا ۔

کرم یا محمدؐ، کرم یا محمدؐ
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اللہ اکبر! کیا عرض کروں۔ کہ اس شعر نے کیا لطف و سرور پیدا کیا۔ سرزمینِ طیبہ، اور روضۂ انور کی قربت اور سرکار دو عالم کے غلاموں کا بھیک مانگنے کے لئے اِس بارگاہ عالی میں حاضر ہونا۔ ان حقائق کے پیشِ نظر یہ شعر پڑھتے ہوئے اس گنہ گار کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ آنکھوں سے عقیدت کے موتی جھڑنے لگے۔ اور دستِ سوال اوپر اٹھ گیا۔ اور زبان بار بار یہی شعر دہرانے لگی،

کرم یا محمدؐ کرم یا محمدؐ
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

یہ حقیقت ہے کہ سرورِ دوؔ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت اس وقت خاص طور پر اس محفل میلاد پر منعطف تھی۔ اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ اور حاضرینِ محفل تھوڑی دیر تو میری ہی زبان سے یہ شعر

سنتے رہے۔ کہ ؎

کرم یا محمدؐ، کرم یا محمدؐ
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اور پھر جب میں نے متعدد بار یہ شعر دہرایا۔ تو ساری محفل کا ایک عجیب رنگ تھا۔ اور یوں نظر آنے لگا۔ کہ آقا اپنے غلاموں کو بھیک دینے کیلئے تشریف فرما ہیں۔ اور غلام بے خودی کے عالم میں بڑھ بڑھ کر یہ عرض کر رہے ہیں کہ

؎ کرم یا محمدؐ، کرم یا محمد
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

میرے اس شعر پڑھنے اور بار بار دہرانے سے اب کیفیت یہ ہوگئی۔ کہ حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب پر بے خودی طاری ہوئی۔ اور روتے ہوئے وہ بھی یہی شعر پڑھنے لگے۔

کرم یا محمد، کرم یا محمد
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اس کے بعد پھر حضرت شاہ رحمٰن صاحب نے بھی اسی کیفیت سے یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر دوسرے صاحب نے بھی، پھر تیسرے نے بھی۔ حتیٰ کہ حضرت غلام حیدر صاحب بھی اسی کیفیت میں بے ساختہ پکار اٹھے۔ کہ ؎

کرم یا محمد ، کرم یا محمد !
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اب اس محفل میں ایک عجیب رنگ پیدا ہو چکا تھا۔ سب کے سب رو رہے ہیں۔ اور دیوانہ وار ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں۔ اور سب اپنی اپنی دھن میں یہی پکار رہے ہیں۔ کہ ؎

کرم یا محمد ،کرم یا محمد !
کہ در پر تمہارا غلام آگیا ہے

اب جو سب کے سب ایک ہی عرض کر رہے تھے تو میرے کانوں نے حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب کو یہ شعر یوں پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ ؎

کرم یا محمد ، کرم یا محمد !
کہ در پر تمہارے غلام آگئے ہیں

گویا ہم سارے کے سارے ہی حضور کے غلام ہیں جو بھیک مانگنے کو حاضر ہوگئے ہیں۔ یا رسول اللہ ! کرم فرمایئے۔ آقا ! اور بھیک دیجئے حضور ! سبحان اللہ ! اس محفلِ پاک کا یہ کیف و سرور کبھی نہ بھولے گا۔ یہ محفلِ پاک پھر قیام و سلام پر ختم ہوئی۔ اس گنہ گار نے "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" اعلیحضرت کا یہ

ام پڑھا۔ اور دعا ہوئی۔ بعد از دعا میں نے رشید و بلال کو دیکھا۔ جن کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ معلوم ہوا۔ کہ آقا کے حضور یہ ننھے سائل بھی اپنے داتا سے رو رو کر بھیک مانگ رہے تھے۔ حضرت غلام حیدر صاحب مجھ سے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ ملے۔ اور بَارَکَ اللّٰہُ وَاَحْسَنْتَ کے مبارک کلمات سے مجھے داد دی۔ اور بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے آپ سے تعارف حاصل نہ تھا۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا تو اپنے ملک میں — شیر پنجاب کے نام سے مشہور ہیں۔

سمندر

یہاں حضرت غلام حیدر صاحب نے ایک بڑے مزے کی بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا۔ کہ یہاں بڑے بڑے ذی علم، ذی جاہ، بادشاہ اور امیر سبھی آتے ہیں۔ مگر یہاں جن کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے کسی کی کوئی امتیازی حیثیت ظاہر نہیں رہتی۔ اس بارگاہ کے سبھی غلام ہیں۔ اور سب ہی یہاں سائل و محتاج بن کر آتے ہیں۔ اپنے اپنے ہاں کوئی کچھ بھی ہو۔ مگر یہاں تو حضور ہی حضور کا جلوہ ہے۔ حضرت غلام حیدرؒ صاحب کا یہ ایمان افروز ارشاد سنکر دل خوش ہوا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ دریا جب تک سمندر سے

دور ہے۔ اس کی امتیازی حیثیت باقی ہے۔ کوئی ستلج کہلاتا ہے۔ کوئی بیاس، کوئی چناب اور کوئی راوی۔ مگر جب یہ اپنے اصل سمندر سے جا ملتے ہیں۔ تو نہ ستلج کا نام باقی رہتا ہے، نہ بیاس کا، نہ چناب کا اور نہ راوی کا۔ پھر تو سمندر ہی سمندر ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔ اور اسی سمندر سے تمام عظمتیں، تمام رفعتیں اور تمام خوبیاں نکلیں۔ ع

اسی دریا سے یہ نہریں ہوئیں جاری ساری

اور یہ نہریں جب اپنے اپنے علاقوں میں ہوتی ہیں۔ تو ان کے امتیازی وصف نمایاں نظر آتے ہیں۔ مگر جب یہ اپنے اصل سے آ ملتی ہیں۔ تو پھر بمطابق ؎

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

— ہر سمت حضور ہی حضور نظر آتے ہیں ......

... کوئی شیرِ پنجاب ہو یا افضل العلماء، غوث زمانہ ہو یا تاج الاولیاء، جب مدینہ منورہ حاضر ہوتا ہے۔ تو اس کی اپنی جملہ حیثیتیں اس بحرِ ذخار میں مل کر ظاہر نہیں رہتیں۔ اور بڑے بڑے علم و فضل اور قرب والے بھی یہاں حاضر ہوتے ہیں تو اسطرح کہ ؎ کوئی جانے منہ میں زباں نہیں

نہیں، بلکہ جسم میں جاں نہیں

اسی لئے شاعر نے لکھا ہے۔ کہ ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

جمعہ کے روز رات کو مکہ معظمہ کی تیاریوں میں معروف رہا ہوں۔ اس لئے کہ حضرت غلام حیدر صاحب نے فرما دیا ہے۔ کہ کل عصر کے وقت آپ کی بس یہاں سے روانہ ہو گی۔

۱۲ مئی بروز ہفتہ

آج صبح اٹھا ہوں۔ اور حسب معمول بارگاہ معلےٰ کی حاضری دی۔ نماز پڑھی۔ سلام عرض کیا۔ لیکن آج سلام کے لئے حاضری کے وقت یہ خیال آرہا ہے۔ کہ کل صبح یہ مبارک گھڑی نصیب میں نہ ہوگی۔ اور افسوس کہ اس کیف و سرور اور آقا کے حضور حاضری کے اس لطف کو ترسنا ہوگا۔ خدا شاہد ہے۔ کہ اس خیال سے دل تڑپنے لگا۔ اور مواجہ شریف میں ان گنہ گار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سر جھکا ہوا ہے اور زبان یہ شعر ادا کر رہی ہے۔ کہ ؎

غنیمت جانیئے مل بیٹھنے کو!
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

آج جی بھر کر عرضیں کر رہا ہوں۔ اور کبھی کبھی جھکی ہوئی نظروں کو اوپر اٹھا کر سنہری جالیوں اور سبز پردوں کی بھی زیارت کر لیتا ہوں۔ اور سوچ رہا ہوں، کہ اب بعد از فراق آنکھیں بند کر کے تصور ہی میں یہ پیارا منظر نظر آیا کرے گا۔ اس لئے کہ اہلِ محبت حالتِ بُعد میں دیدارِ جاناں کے لئے یہی طریق اختیار کیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ ایک شاعر نے لکھا ہے۔ کہ ؎

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

دل نہیں چاہتا کہ یہاں سے ہلوں۔ سینکڑوں کے اس اجتماع میں جو ہر وقت مواجہ شریف میں نظر آتا ہے۔ اور بالخصوص ہر نماز کے بعد تو عشاقِ نبوی اور پروانہائے شمعِ رسالت کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ سنہری جالیوں کے قریب پہنچنا بڑا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ مجھے خدا کے فضل اور حضور کی مہربانی سے جالی شریف کے سامنے کے ستون کے پاس جگہ مل ہی جاتی ہے۔ اور میں ہر روز اور ہر نماز کے بعد اسی ستون کے ساتھ آقا کے حضور دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور سر جھکائے ہوئے سینکڑوں دوسرے غلاموں اور فریادیوں کے اس پیارے ہجوم میں

اپنی عرضیں پیش کرتا رہتا ہوں۔ عمر بھر کا خلاصہ اور ساری نعمتوں کی جان یہی وہ ساعتیں ہیں۔ جن ساعتوں میں اس پیارے ستون کے پاس آقا کے حضور حاضری کا موقعہ ملتا ہے۔ آج تو اس جگہ سے ہٹنے پر دل نہیں چاہتا۔ چنانچہ کافی عرصہ یہیں رہا ہوں۔ اور اپنے مالک و مولے اور اپنے آقا و داتا سے بہت کچھ مانگا اور مانگا اور پایا۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اُس کریم آقا کا دربار ہے۔ جس کے متعلق اعلیحضرت نے لکھا ہے۔ کہ ؎

منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دَین ہے!
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور یہ اُس کریم آقا کی بارگاہ ہے۔ جس سے اگر مانگا جائے۔ تو دوسرے سخیوں کے برعکس آپ خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے کسی کریم سے مانگیئے۔ تو مانگنے والا دعائیں دیتا ہے۔ مگر یہاں یہ عالم ہے۔ کہ خود کریم آقا اپنے مانگنے والوں کو دعائیں دیتا ہے۔ ؎

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا!
خو بھیک دیں اور خود کہیں "منگتے" کا بھلا ہو

چنانچہ اس گنہ گار فقیر نے اپنے سخی آقا سے جو مانگا تھا، مانگا۔ مانگا اور پایا۔ اور پھر سلام عرض کرکے گھر واپس

آیا ہوں۔ اور آج چونکہ مکہ معظمہ کو روانگی کا روز ہے۔ اس لئے رشید و بلال اور ان کی والدہ کو دیکھا کہ سامان درست کر رہے ہیں۔ رشید و بلال کی والدہ نے مجھ سے کہا۔ کہ میں بھی ابھی ابھی بارگاہ عالی کی حاضری دے کر آئی ہوں۔ اور اب آپ کچھ یہ سامان درست کیجئے۔ میں پھر بارگاہ عالی میں جا رہی ہوں۔ میرا تو دل چاہتا ہے۔ کہ سارا دن آج وہیں حاضر رہوں۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ تم جاؤ۔ اور میں سامان درست کرتا ہوں۔ چنانچہ اب میں اور رشید و بلال تینوں گھر میں ہیں۔ اور منتشر چیزوں کو جمع کر رہے ہیں۔ یہ دیکھئے دونوں بھائی کسی بات پر آپس میں جھگڑ پڑے ہیں۔ میں نے رشید کو ڈانٹا ہے۔ مگر یہ پھر بھی باز نہیں آیا۔ اور اسے میں نے سختی سے ڈانٹا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ تم گھر پہنچو گے۔ تو تمہارے بڑے بھائی عطاء المصطفیٰ سے میں تمہیں پٹواؤں گا۔ خدا سلامت رکھے رشید کو۔ اس کے جواب میں اس نے ایک اور ایمان افروز بات کہہ ڈالی۔ جس سے میرا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ کہنے لگا۔ بھائی جان سے آپ پٹوائیں گے کیا؟ مدینہ شریف سے ہو کر جا رہا ہوں۔ وہ تو میرے پیر چومیں گے۔ سبحان اللہ! کیا اچھی بات کہہ ڈالی ہے۔ واقعی مدینہ منورہ کے تو کتے بھی ہمارے لئے قابل

تعظیم ہیں۔ اور یہ میں دیکھ چکا ہوں۔ کہ جو شخص مدینہ منورہ سے ہوکر گھر واپس لوٹتا ہے۔ لوگ واقعی اس کے پیر بھی چومتے ہیں۔

احرام

آج بعد از ظہر حضرت غلام حیدر صاحب کا پیغام آیا۔ کہ نماز عصر کے بعد آپ کی لبس روانہ ہو جائے گی۔ چنانچہ بعد از ظہر ہم سب نے غسل کیا ہے۔ اور میں نے اپنا احرام نکالا۔ عزیزی رشید و بلال کے ننھے احرام بھی نکالے۔ یہ احرام ہم کراچی سے خرید کر ساتھ لائے ہیں۔ "احرام" کی دو سفید چادریں ہوتی ہیں۔ ایک اوپر اوڑھنے کے لئے۔ اور ایک نیچے باندھنے کے لئے۔ اور حالتِ احرام میں سر ننگا ہونا ضروری ہے۔ اور جوتا اس قسم کا ہو۔ جس سے پیر کا اوپر کا حصہ یعنی ابھری ہوئی ہڈی ڈھکنے نہ پائے۔ یعنی جوتے کا پنجہ چھوٹا ہونا چاہیئے۔ تاکہ پیر کا اوپر کا حصہ ننگا رہے۔ میں نے تو مدینہ منورہ سے اپنے لئے دو ریال کی ایک چپل خرید لی ہے۔ اور رشید و بلال کے لئے بھی اسی ساخت کی دو چپلیاں خرید لی ہیں۔ یہ چپلیاں حالتِ احرام کے لئے بڑی موزوں ہیں۔ عورتوں کا احرام بڑا آسان ہے۔ سر پر صرف ایک کپڑا باندھنا پڑھتا ہے۔ جس سے سر کے سارے بال اُس کپڑے کے نیچے آجائیں۔ اور جس طرح

مرد کے لئے سر کا ننگا رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے اس کے منہ کا ننگا رہنا ضروری ہے۔ سبحان اللہ! یہ بھی ایک امتحان ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے اجتماع میں عورت کے لئے یہ حکم کہ منہ پر کپڑا نہ لگنے پائے۔ گویا اس بات کا اعلان ہے۔ کہ اس پاکیزہ اجتماع میں شیطان و شیطانیت کا کوئی دخل نہیں۔ اور واقعی ہوتا بھی یہی ہے کہ کئی لاکھ کے اجتماع میں عورتیں ننگے منہ ہوتیں ہیں۔ مگر کیا مجال کہ کسی کے دل میں کوئی وسوسہ تک بھی آئے۔ رشید و بلال کی والدہ نے بھی اپنا احرام نکالا۔ اور ہم سب نے غسل کر کے آج اپنا اپنا احرام زیب تن کر لیا ہے۔ سبحان اللہ! یہ لباس بھی ایک عجب ایمان افروز ہے۔ رشید و بلال نے جب احرام باندھا ہے۔ تو میری آنکھیں یہ پیارا نظارہ دیکھ کر خوشی کے عالم میں شکریہ کے موتی آنسوؤں کی شکل میں بکھیرنے لگی ہیں۔ بخدا بڑے ہی پیارے معلوم ہو رہے ہیں۔ اور یہ دونوں بھائی خود بھی اس لباس کو پہن کر بڑے خوش ہیں۔ ہمارے اس مکان کے مختلف کمروں میں اور بھی کئی حاجی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہمارے کمرے کے متصل کمرے میں دمشق کے دو مرد اور دو عورتیں رہتے ہیں۔ اور یہ ہم سے آٹھ روز بعد میں مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔

میری غیر حاضری میں یہ دمشقی عورتیں رشید و بلال کی والدہ کے پاس آتی ہیں۔ اور کبھی یہ ان کے پاس چلی جاتی ہے وہ عورتیں اردو نہیں جانتیں۔ اور یہ عربی نہیں بول سکتیں۔ لیکن پھر بھی چونکہ "نسائیت" ایک ایسی قدر مشترک ہے جس سے دو مختلف اللسان عورتیں بھی خاموش نہیں رہ سکتیں۔ اور آپس میں کسی نہ کسی طرح چاہے اشاروں ہی سے کوئی نہ کوئی بات کر کے ہی رہتی ہیں۔ اس لئے اشاروں ہی اشاروں میں اور کچھ ٹوٹی پھوٹی زبان سے ان کا آپس میں اتنا تعارف ہو چکا ہے۔ کہ وہ دمشق کی رہنے والی ہیں۔ اور یہ پاکستان کی چنانچہ رشید و بلال کی والدہ نے بتایا۔ کہ پہلی مرتبہ انہوں نے مجھ سے اشارہ کر کے یوں پوچھا۔ "تم"۔ "وطن"؟ میں نے کہا پاکستان۔ پھر میں نے پوچھا۔ "انت"؟ اور میں نے بھی اشارہ کیا۔ کہ "وطن"! تو وہ بولیں۔ "شام۔ دمشق"! اس کے بعد جب بھی کبھی یہ مل بیٹھتیں۔ رشید کی والدہ کے بیان کے مطابق یونہی اشاروں ہی اشاروں میں بہت سی باتیں ہو جاتیں۔ اسی اثناء میں اگر میں گھر میں آتا۔ تو میرے کھانسنے سے وہ اپنے کمرے میں چلی جاتیں۔ اور دمشقی مرد گھر میں آتے۔ تو وہ بھی کھانس کر آتے۔ اور یہ اپنے کمرے میں آ جاتی۔ رشید کی والدہ کا بیان ہے۔ کہ جب کبھی یہ

عورتیں مسجد نبوی سے آتی ہیں۔ تو میں ان سے پوچھتی ہوں
مِنْ اَیْنَ؟ کہاں سے آئی ہو؟ تو وہ کہتی ہیں۔ "رسول اللہ" "سلام"
یعنی بارگاہِ رسالت مآب میں سلام پڑھ کر آئی ہیں۔ سبحان
اللہ! کیا ہی اچھے دن ہیں۔ اور کیا ہی پیاری باتیں ہیں۔
آج ان دمشقی مرد اور عورتوں نے ہمیں احرام میں ملبوس
دیکھا۔ تو ہمیں "مبارک" "مبارک" کہنے لگے۔ پھر رشید و
بلال کو دیکھ دیکھ کر مردوں نے انہیں چومنا شروع کیا۔
اور رشید و بلال کی والدہ پھر ان کو ساتھ لے کر ان کے
کمرے میں گئی۔ کیونکہ ان عورتوں کی خواہش تھی کہ وہ
بھی رشید و بلال کو احرام میں ملبوس دیکھیں۔ چنانچہ
یہ گئے۔ تو انہوں نے انہیں گود میں اٹھایا۔ چوما۔ اور
کہا۔ مرحبا۔ مرحبا یا رشید مرحبا یا بلال۔ پھر کہا۔ ہم بَعْدَ یَوْمَیْنِ
یعنی دو روز کے بعد ہم بھی مکہ معظمہ آئیں گے۔

لیجئے۔ عصر کا ٹائم ہوگیا۔ بس باب مجیدی کے سامنے
کھڑی ہے۔ اور ہمارے رفیقانِ سفر اپنا اپنا سامان بس
میں لا رہے ہیں۔ میں بھی حمّال کی تلاش میں ہوں۔ جو
ہمارا سامان اٹھا کر بس میں لے چلے۔ اور اب ہمیں
بارگاہِ رسالت میں الوداعی سلام کرنے کے لئے بھی
حاضر ہونا ہے۔

احرام کا معنی

احرام کا معنی ہے "حرام کرنا" چونکہ حاجی جسوقت حج کی نیت کر لیتا ہے۔ تو اس پر کچھ جائز و حلال چیزیں بھی اس احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسے احرام کہتے ہیں۔ اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں۔ جن کو حاجی حالتِ احرام میں پہنتا ہے

احرام باندھنے کا طریقہ

احرام باندھنے سے پہلے حجامت بنوانی چاہیئے۔ مسواک و وضو اور غسل کرنا چاہیئے غسل نہ کرسکیں تو وضو کریں۔ عورتیں اور بچے بھی نہائیں۔ اور باطہارت احرام باندھیں۔ چنانچہ ہم سب نے ایسا ہی کیا ہے۔

احرام سے پہلے سر میں تیل بھی مل لیں۔ غسل سے پہلے ناخن بھی اتروا لیں۔ مرد سِلے ہوئے کپڑے اتار ڈالیں اور جرابیں بھی اتار دیں۔ احرام سے پہلے خوشبو بھی لگانا جائز ہے۔ مگر ایسی جس کا نشان باقی نہ رہے۔ احرام کے لئے دو چادریں سفید نئی یا دھلی ہوئی ہوں۔ یہ دو چادریں پہن لیں۔ احرام کی نیت میقات پر کی جاتی ہے۔ ہاں میقات تک پہنچنے سے پہلے بھی دو چادریں پہنی جا سکتی ہیں۔ مگر نیتِ احرام میقات پر ہی کی جائے گی۔

میقات

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جس جگہ سے

مکہ معظمہ کو جانے والے کے لئے بغیر احرام باندھے آگے جانا جائز نہیں۔ مختلف ممالک کی مختلف میقاتیں ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان سے جانے والوں کے لئے کوہ یلملم میقات ہے ہندوستانی اور پاکستانی جہاز جب کوہ یلملم کے محاذ سے گزرتے ہیں۔ تو حجاج احرام کی نیت کر لیتے ہیں۔ کوہ یلملم کے قریب آجانے پر جہاز میں وسل ہو جاتا ہے۔ اور حاجیوں کو خبردار کر دیا جاتا ہے۔ کہ فلاں وقت تک جہاز میقات پر پہنچ جائے گا۔ لہٰذا احرام باندھنے والے تیار رہیں۔ چنانچہ حاجی حجامتیں بنوانا، نہانا اور وضوء کرنا شروع کر دیتے ہیں اور احرام کی چادریں پہن لیتے ہیں۔ اور میقات آجانے پر احرام کی نیت کر لیتے ہیں۔ ہمارے جہاز میں بھی ایسا ہی ہؤا تھا۔ جیسے کہ میں لکھ چکا ہوں۔ ہمیں چونکہ سیدھا مدینہ منورہ آنا تھا۔ اور ہمارا ارادہ یہ تھا۔ کہ ہم احرام وہاں سے باندھیں گے۔ جہاں خود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے باندھا تھا۔ اس لئے ہم نے جہاز میں احرام نہیں باندھا تھا۔ اور آج ہم نے غسل وغیرہ کرکے احرام باندھ لیا ہے۔ رشید و بلال اور میں دو دو سفید چادروں میں ملبوس ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے اپنے سر پر سفید رومال باندھ لیا ہے۔ یہ احرام ہم نے پہن تو یہیں لیا ہے اور نیت ہم میقات پر چلکر کرینگے۔

احرام کی حالت میں آقا کے حضور

میں نے ایک حمال کو تلاش کر کے اس سے کسی دوسرے حمال کو بھی بلا لانے کو کہا ہے۔ اور اس کو میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ ہمارا یہ سامان باب مجیدی کے سامنے کھڑی ہوئی بس پر لے چلو۔ اور اس نے مجھے اطمینان دلایا ہے۔ کہ آپ کا سامان وہاں پہنچ جائے گا۔ اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اِن گنہ گار امیتوں کا یہ مختصر سا گھرانہ (رشید و بلال اور ان کے والدین) اپنے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں الوداعی سلام عرض کرنے کو سنہری جالیوں کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ یہ دیکھیئے۔ سبز گنبد والے آقائے کل صلے اللہ علیہ وسلم کا دربار شاہانہ ہے۔ جہاں بڑے بڑے کرّو فر والے بھی بصد نیاز سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور اپنی اپنی التجائیں پیش کر رہے ہیں۔ اس انبوہِ کثیر میں رشید و بلال، اور ان کے والدین بھی ایک طرف کھڑے ہیں۔ اور اس وقت عجیب نظارہ ہے۔ اُدھر سنہری جالیاں ہیں۔ اور اِدھر احرام باندھے ہوئے رشید و بلال اور ان کے والدین سرنگوں کھڑے ہیں۔ اور الوداعی سلام عرض کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ وقت بڑا ہی بے چین کر دینے والا وقت ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور روتے ہوئے ہچکیاں بندھ چکی ہیں۔

اور بار بار یہی دعا نکل رہی ہے۔ کہ حضور! ہمیں پھر بھی اپنے حضور بلانا۔ یا رسول اللہ! آپ کے یہ غلام با دلِ ناخواستہ واپس جا رہے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہماری اس حاضری کو قبول فرمایئے۔ اور قیامت کے روز ہمیں اپنی شفاعت سے مشرف فرمایئے گا۔ اس وقت کی رقت کا حال کیا عرض کروں۔ یہ واقعہ اور حقیقت ہے۔ کہ حجاج کے لئے یہ وقت قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ دودھ پینے والے بچے کو عین اس وقت جب کہ وہ ماں کا دودھ پی رہا ہو۔ اگر ماں کی گود سے چھین لیا جائے۔ تو جو حال اس وقت اس بچے کا ہوتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک حال اُس زائر مدینہ کا اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ وہ نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت سے جدا ہونے لگتا ہے۔ یہ دیکھیئے رشید و بلال احرام میں ملبوس ہیں۔ اور یہ بھی رو رہے ہیں میری اور ساتھ ہی رشید و بلال کی والدہ کی اس وقت جو کیفیت ہے۔ رشید و بلال اس سے بھی متأثر ہو رہے ہیں۔ اور ہم یہاں روئے اور خوب روئے۔ اور اب ہم اس رونے کو بھی یاد کر کر کے روئینگے۔

یہ دیکھیئے! حضرت غلام حیدر صاحب کا ایک آدمی آ گیا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ بس تیار ہے۔ جلدی چلیئے۔ نماز عصر سے فارغ ہوکر ہم الوداعی سلام کے لیے حاضر ہوئے

تھے۔ اور اب مغرب کا وقت بھی ہو رہا ہے۔ اور پروگرام یہ ہے۔ کہ نماز مغرب راستے میں پڑھی جائے گی۔

الوداع یا رسول اللہ ؛ الوداع یا حبیب اللہ
الوداع یا شفیع المذنبین ؛ الوداع یا رحمت للعالمین

یہ دیکھیے! بلبلِ زار اپنے چمن سے جدا ہو رہا ہے۔

"الٰہی! پھر یہ وقت آئے۔ پھر یہی سنہری جالیوں کا سامنا ہو۔ اور پھر ان گنہ گار آنکھوں کے سامنے یہی پاک نظارہ ہو" آمین!

لیجیے! صاحب ہم اپنی بس پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ایک ہم ہی کیا۔ سارے ہی چشمِ پُرنم اور اپنے آقا کی جدائی سے بیچین ہیں۔ باب مجیدی کے سامنے کھڑی ہوئی یہ بس چلنے کو تیار ہے۔ حضرت غلام حیدر صاحب ہمیں الوداع کہنے کے لئے پاس ہی کھڑے ہیں۔ میں نیچے اترا۔ اور حضرت موصوف سے اجازت چاہی۔ اور بغلگیر ہوکر ملا۔ حضرت نے دعائیں دیں۔ اور میں نے عرض کیا ہے۔ کہ ہماری دوبارہ حاضری کے لئے دعا فرماتے رہیئے گا۔ رشید و بلال بھی نیچے اتر آئے ہیں۔ اور حضرت موصوف نے انہیں چوما اور پیار کیا۔ اور دعائیں دیں۔ لیجیے بس چل پڑی ہے۔ اور سب نے یکزبان ہوکر پڑھا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ !

اور اس نغمہ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی آنسوؤں کے موتی بکھیرنے لگیں !

نماز مغرب کا وقت ہو چکا ہے۔ اور طے یہ پایا ہے۔ کہ حضرت غلام حیدر صاحب کا نیا مکان جو جنت البقیع کیطرف تعمیر ہوا ہے۔ وہاں سے کچھ حجاج کو بھی بس پر بٹھانا ہے۔ وہیں جاکر نماز مغرب ادا کر لی جائے گی۔ چنانچہ بس یہاں پہنچ گئی ہے۔ اور نماز مغرب یہاں ادا کی گئی ہے۔ نماز کے بعد سب سواریاں بس میں بیٹھ گئی ہیں۔ اور ہماری بس مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف چلدی ہے۔ یہ دیکھیئے یہ سڑک جس پر ہماری بس چل رہی ہے۔ ایک ایسی جگہ واقعہ ہے۔ جو مسجد نبوی سے قریب ہی ہے۔ یہ سڑک مسجد نبوی شریف سے بائیں جانب جنت البقیع کے پاس سے نکل کر شہر کے ساتھ ساتھ گھومتی ہوئی مکہ معظمہ کو چلی جاتی ہے۔ ہماری بس کافی دیر تک مدینہ منورہ کے شہر کے گرد چلتی رہی۔ سبحان اللہ ! مدینہ پاک کا نورانی شہر اور مسجد نبوی شریف کے بلند مینار جو رات کو بجلی کے روشن قمقموں سے جگمگایا کرتے ہیں۔ اور میلوں دور سے اپنی نورانی جلوہ پاشیوں سے زائرین کو دعوتِ نظارہ دیتے رہتے ہیں۔ ہم

عازمینِ مکہ معظمہ کے پیشِ نظر ہیں۔ ہمارے جسم تو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ارواح روضۂ انور ہی کے حضور رہ گئے ہیں۔ اور یہ ہماری آنکھیں اُسی سمت لگی ہوئی ہیں۔ جس طرح آلۂ قطب نما کو چاروں طرف گھمایئے۔ تو سوئی اپنا رُخ نہیں بدلتی۔ اور ایک ہی جانب رہتی ہے۔ اسی طرح ہماری بس تو اِدھر ادھر گھومتی ہوئی جا رہی ہے۔ مگر ہماری آنکھیں جدھر لگی ہوئی ہیں۔ بس اُسی طرف ہی لگی ہوئی ہیں۔ اور ہم سب مسجد نبوی شریف کے ان نورانی میناروں کو دیکھ دیکھ کر ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

۔ پڑھتے ہوئے جدا ہو رہے ہیں۔

اس وقت مجھے اعلیحضرت کے یہ شعر یاد آگئے ہیں اور میں نے بس میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت نے کیا نہال کیا
نہ روئے گل ابھی دیکھا، نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا
یہ راج کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستمگر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اجاڑا خانۂ بیکس بڑا کمال کیا

سَو سَو رحمتیں اعلیحضرت کی روحِ پُرفتوح پر۔ کیا اچھا اور حقیقت آمیز مصرعہ کہا ہے۔

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل

واقعی کسی بلبل کا آشیانہ چمن سے باہر پھینک دینا جس طرح ایک بلبلِ زار کے لئے انتہائی موجبِ رنج و ملال ہوتا۔ یہی حال بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ دردناک۔ حال اس بلبل زار کا ہوتا ہے جسے مدتوں کے بعد چمنِ طیبہ میں ٹھکانہ ملے۔ اور پھر فرقت و ہجر کا ہاتھ اس کے آشیانہ کو چمن سے باہر پھینک دے۔ تو ایسا بلبلِ زار کیوں نہ روئے اور یوں کہے۔ کہ

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اجاڑا خانۂ بیکس بڑا کمال کیا
ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دور ان سے وہ جمال کیا

اللہ اکبر! اب ہم بھی جاکر اعلیحضرت کے یہی شعر پڑھا کریں گے۔ اور یادِ چمن میں رویا کریں گے۔ بس میں میرے ان شعروں نے عشاق کو اور بھی زیادہ رُلا دیا

اور ایک عجیب کیفیت تھی۔ جو اس وقت بس میں طاری تھی۔ مسجد شریف کی طرف نگاہیں۔ لبوں پر آہیں اور زبان پر یہی دعائیں۔ کہ ؎

مدینے جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

افسوس! اب ہماری بس مدینہ منورہ سے کافی دور نکل آئی ہے۔ اور باوجود کافی دور نکل آنے کے مسجد نبوی شریف کے مینارے دور سے بھی اپنے طلبگاروں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور طلبگار انہیں دیکھ رہے ہیں۔ تاآنکہ چھ میل کے فاصلہ پر مقام ذوالحلیفہ کی بتیاں نظر آنے لگیں۔ یہ منزل مدینہ منورہ کی میقات ہے۔ اہل مدینہ یہیں سے احرام کی نیت باندھتے ہیں۔ اور بغیر احرام باندھنے کے یہاں سے آگے بڑھنا گناہ ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہیں سے احرام باندھ کر آگے تشریف لے جاتے تھے۔ اور یہ ہماری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گنہگار غلام آج احرام کی نیت اس مقام سے باندھیں گے جہاں خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے ہم اُن جہاز میں احرام باندھنے والوں سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ بھی اور مبارک ہیں ہم لوگ

بھی۔ لیکن ہمیں اپنی اس خوش بختی پر بجا ناز ہے۔ کہ ہمیں یلملم کی بجائے ذوالحلیفہ میسر ہے۔

مقام ذوالحلیفہ

یہ منزل بیر علی بھی کہلاتی ہے۔ اور ذوالحلیفہ بھی۔ یہاں چھوٹے بڑے ہوٹل بھی ہیں۔ اور ایک مسجد بھی ہے۔ اور یہیں ایک بجلی گھر بھی ہے جہاں سے مدینہ منورہ کو بجلی مہیا کی جاتی ہے۔ ہماری بس یہاں آکر رک گئی ہے۔ اور ہم سب احرام کے لئے نیچے اتر آئے ہیں۔ ہم لوگ تو باوضوء ہیں۔ اور احرام کی چادریں بھی پہن چکے ہیں۔ اب نیت ہی کرنا باقی ہے۔ اور جن لوگوں نے وضوء کرنا ہے۔ اور احرام کی چادریں بھی پہننی ہیں۔ وہ وضوء کرنے لگے۔ وضوء کے لئے چھوٹے چھوٹے کوزے عربیوں نے پانی کے بھر رکھے ہیں۔ اور آوازیں دے رہے ہیں۔ وضوء، وضوء۔ اور دو دو قرش (سعودی آنہ) پر ایک ایک کوزہ دے رہے ہیں۔ ہمارے رفیق وضوء کرنے لگے ہیں۔ اور احرام کی چادریں پہننے لگے ہیں۔

احرام کی نیت

آپ معلوم کر چکے کہ ہم وضوء وغسل وغیرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ ہی میں احرام کی چادریں پہن آئے ہیں۔ مگر یہ احرام کی نیت باندھنے کی تیاری ہے۔ صرف چادریں پہن لینے سے احرام نہیں بندھ

جانا۔ بلکہ جب احرام کی نیت کر لی جائے۔ احرام اسوقت شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ہم سب کو یہاں میقات پر احرام کی نیت کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اوپر کی چادر سے سر ڈھانپ کر دو رکعت نفل احرام کی نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ "قل یا ایہا الکفرون" اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھیئے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد سر سے چادر ہٹا کر سر ننگا کر لیجئے۔ اور پھر حسب ذیل نیت کیجئے۔

حج کی تین قسمیں

نیت سننے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ نرے حج کی نیت کرے۔ اسے افراد کہتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ میقات سے نرے عمرہ کی نیت کرے۔ اور حج کے لئے احرام مکہ معظمہ سے باندھے۔ اسے تمتع کہتے ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کرے اسے قران کہتے ہیں۔ اور یہ سب سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں پابندی بہت زیادہ ہے۔ عمرہ و حج کی اکٹھی نیت کرنے سے عمرہ کر لینے کے بعد بھی احرام نہیں

کھول سکتا۔ جب تک کہ حج بھی نہ کرلے۔ اور تمتع میں یہ آسانی ہے۔ کہ عمرہ کر لینے کے بعد سر منڈا کر احرام کھول لینے کی اجازت ہے۔ پھر جب حج کے دن آئیں۔ تو از سر نو حج کا احرام باندھ لے۔

ہم نے اسی دوسری قسم تمتع کی نیت کرنی ہے۔ ان تینوں قسموں کی نیت الگ الگ ہے۔

اگر افراد کا ارادہ ہو۔ تو دو رکعت نفل پڑھ لینے کے بعد سر ننگا کر کے یوں نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

اگر تمتع کا ارادہ ہو تو نیت یوں کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ۔

اور اگر قران کا ارادہ ہو۔ تو نیت یوں کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ۔

اور ان تینوں صورتوں میں ان نیتوں کے بعد بلند آواز سے لَبَّیْکَ کہے۔ (عورت آہستہ آواز سے) اور لبیک کے الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ۔
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ ۔

جہاں جہاں وقف کے لئے لکیر کھینچی ہے۔ وہاں وہاں وقف کرے۔ اور یہ لبیک تین مرتبہ پڑھے۔ اسکے بعد درود شریف پڑھے۔ اور پھر حسب ذیل دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ۔

نیت کے لئے دلی ارادہ ضروری ہے۔ اور زبان سے کہنا مستحسن ہے۔ حج کی جس قسم کا ارادہ ہو۔ دل سے اس کی نیت ضرور کرے۔ اور زبان سے بھی اوپر جو نیتیں مذکور ہوئیں ادا کرے۔

احرام کے بعد

بس اب احرام بندھ گیا۔ اب کثرت سے لبیک پڑھتا رہے۔ مرد بلند آواز سے اور عورت آہستہ۔ حالات بدلنے کے وقت مثلاً سوار ہوتے ہوئے۔ سواری سے اترتے ہوئے۔ اونچی جگہ چڑھتے ہوئے۔ نیچے میں اترتے ہوئے۔ صبح کے وقت جب آنکھ کھلے۔ کسی سے ملاقات کے وقت، ہر نماز کے بعد لبیک اللّٰھم الخ پڑھے۔ اور اب احرام کے بعد خوشبو لگانا۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔ سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ بال دور کرنا۔ ناخن کاٹنا جماع کرنا، جائز نہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو جائز و حلال تھیں۔ اور احرام کے ساتھ ان کو حرام کر لیا گیا ہے۔

مباحات احرام

احرام کے بعد نہانا جائز ہے۔ مگر بدن سے میل دور نہ کرے۔ رقم رکھنے کے لئے ہمیانی باندھنا جائز ہے۔ چھتری لگانا جائز ہے۔ آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا، ٹوٹنے ہوئے ناخن کو کاٹنا۔ بغیر خوشبو کے سرمہ لگانا جائز ہے۔ بلا خوشبو اور الائچی کے پان کھانا جائز ہے۔ داڑھی اور سر کو آہستہ آہستہ کھجلانا کہ بال نہ گرے، جائز ہے۔ زور سے کھجلانے میں اگر بال گرنے کا خطرہ ہو تو نہ کھجلائے

ہم نے تمتع کے احرام کی نیت کر لی ہے۔ اور اب ہم سب لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ کی مقدس آواز بلند کرنے لگے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد سب کہنے لگتے ہیں

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ الخ

سبحان اللہ! کیا عجیب سماں ہے۔ ایک سا سب کا لباس۔ اور ایک ہی آواز اور ایک ہی کلام۔ اب ہم سب احرام سے فارغ ہوکر دو دو چادروں میں ملبوس بس میں بیٹھ گئے ہیں۔ اور اب بس راتوں رات ہی یہاں سے آگے چل پڑی ہے۔ بس چلی ہے۔ تو ہم سب پھر پکار اٹھے ہیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ

رشید ماشاء اللہ بڑا ہی ذہین ہے، تھوڑی دیر کے

بعد ہی ہم سب سے لَبَّیْک کا ورد سن سنکر یہ ساری دعا اُسے بھی یاد ہوگئی ہے۔ اور اب جب ہم سارے مل کر لبّیک کا ورد کرتے ہیں۔ تو اس کی باریک آواز ہماری آوازوں میں مل کر ایک عجیب رنگ پیدا کر دیتی ہے۔ بلال بھی پوری ہمنوائی کی کوشش کرتا ہے۔ مگر لبّیک اللّٰھم لبّیک، تک آکر پھر رک جاتا ہے۔ اور باقی کے الفاظ کچھ آگے پیچھے ادا کرنے لگتا ہے۔ بہر حال کوشش کرتا ہے اور ہمارے ساتھ ساتھ بولتا ضرور ہے۔ چپ نہیں رہتا۔ بس جا رہی ہے۔ اور عازمانِ حرم کی یہ مقدس آواز دشت وجبل میں گونج رہی ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

لطیفہ ضمناً ایک لطیفہ بھی سن لیجیے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک بلیک مین جو بلیک کرنے کا عادی تھا۔ خدا جانے کس نیت سے حج کرنے کو آیا۔ تو جب اُس نے احرام باندھا۔ تو اُسے بتایا گیا۔ کہ یوں کہو۔ لبّیک اللّٰھم لبّیک۔ اُس بلیک کے عادی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ بلیک اللّٰھم بلیک!

کسی نے بتایا۔ بلیک نہیں۔ لبّیک۔ بتانے والے

نے بائے مشدد پر زور دے کر کہا۔ یوں کہو۔ لَبّیک۔ تو وہ کہتا ہے۔

"بَلبّیک"

استغفراللہ! اس بندۂ خدا کو جو کچھ یاد تھا۔ وہ کچھ زبان سے نکلا۔ خدا ہدایت دے۔ آمین!

۲۲ رمئی بروز اتوار

ہاں تو ہماری بس رات کو چلتی رہی۔ اور آج فجر سے بہت پہلے مقام رابغ پہنچ گئی۔ یہ ایک بارونق منزل ہے۔ اور ایک قصبہ بھی ہے۔ بڑے چھوٹے ہوٹلوں اور کافی رونق کی جگہ ہے۔ ڈرائیور نے بارونق حصہ سے کچھ آگے ایک معمولی سے ہوٹل کے پاس بس ٹھہرا دی ہے۔ اور کہا اب یہاں فجر کی نماز پڑھ کر آگے چلیں گے۔

ان منزلوں پر جو ہوٹل ہیں۔ ان ہوٹلوں میں بنچ نما، بڑی بڑی چارپائیاں بچھی رہتی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کا کرایہ نصف ریال (سعودی روپیہ کا نصف) لیا جاتا ہے۔ نیچے زمین پر چٹائیاں بچھی رہتی ہیں۔ جن پر بیٹھنے اور لیٹنے کے چار قرش (آنے) لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک چارپائی لے لی ہے۔ جس پر میں اور بلال لیٹ گئے ہیں۔

اور رشید اور اس کی والدہ بس کے اندر ہی سیٹوں پر رہے ہیں۔ دوسرے حجاج نے بھی بعض نے چارپائیاں لی ہیں۔اور بعض چٹائیوں پر لیٹ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فجر ہوگئی ہے۔ چار چار قرش کا پانی خریدا۔ اور وضو کیا۔ اذان دی۔ اور وہیں نماز ادا کی۔

نماز میں نے پڑھائی ہے۔ نماز کے بعد وہی مقدس آواز بلند ہوئی۔ لبیک اللّٰھم لبیک۔سورج نکل آنے کے بعد ہوٹل سے قہوہ منگایا۔ چار فنجان (عربی پیالی) کی کیتلی کا نصف ریال دیا۔ اور ایک ایک فنجان قہوہ کی پی۔

ہمارا ڈرائیور ایک حبشی ہے۔ اس سے ہم کہہ رہے ہیں کہ اب چلو بھی۔ تو بڑی بے نیازی سے جواب دیتا ہے"شورا دیر اور تیرو"! (تھوڑی دیر اور ٹھہرو) اور پھر کبھی ادھر اور کبھی ادھر نکل جاتا ہے۔ ہم سب حیران ہیں۔کہ یہ دیر کیوں کر رہا ہے۔ آخر پتہ چلا۔ کہ اس کی مرضی ہے۔ کہ سارے حجاج اُسے کچھ بخشیش دیں۔ تو وہ چلے گا۔ ورنہ یوں ہی دیر کرتا رہے گا۔

بخشیش

عرب کے ان ڈرائیوروں کی یہ عادت ہے۔ کہ وہ حجاج سے بخشیش کے طلبگار ہوتے ہیں اور اگر ان کو ان کی خواہش کے مطابق فی حاجی ایک

ایک ریال جمع کر کے چالیس پینتالیس ریال دے دیئے جائیں۔ تو وہ خوشی خوشی چلتے ہیں۔ اور اگر بخل سے کام لیا جائے۔ تو پھر وہ تنگ کرتے ہیں۔ اور دیر سے پہنچاتے ہیں۔ ہماری بس میں بعض حضرات نے "بخشیش" دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ان کی وجہ سے ہم سب ڈرائیور کی خفگی کا شکار ہو رہے ہیں۔

ایک صاحب جو یو۔پی کے باشندہ ہیں۔ مجھ سے کہنے لگے۔ کہ آپ ان سے کہیئے۔ کہ سب ایک ایک ریال دے دیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہم ادھر آئے ہی خرچ کرنے کے لئے ہیں۔ ایک ایک ریال دینے میں کیا بڑی بات ہے۔ میں نے سب سے پہلے ایک ریال اپنا ایک رشید و بلال کا اور ایک ان کی والدہ کا تین ریال ان صاحب کو دے کر کہا۔ کہ سب دو۔ چنانچہ بہت سوں نے دے دیئے۔ مگر سات حضرات انکار پر مصر رہے۔ ہم نے یہ تیس اکتیس ریال ڈرائیور کی نذر کئے ہیں۔ اس نے گنے۔ اور سواریوں کی تعداد سے کم دیکھ کر خوش نہیں ہوا۔ تاہم ہماری منت و سماعت سے چل تو پڑا۔ مگر معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ابھی راستے میں اور بھی پریشان کریگا۔

عین دوپہر کے وقت ایک منزل پر ہماری بس پہنچی

ہے۔ اور دوپہر کے وقت چونکہ گرمی کی انتہائی شدت ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت ٹریفک کو قانوناً رکنا پڑتا ہے۔ ایک چھوٹے سے عربی ہوٹل کے پاس بس کو ٹھہرا دیا گیا۔ اور ہم لوگ ہوٹل کی بینچ نما چارپائیوں پر بیٹھ گئے ہیں رشید و بلال کی والدہ اور دیگر مستورات بس کے اندر ہی بیٹھی ہیں۔ ہم نے یہاں کھانا بھی کھایا ہے۔ بکرے کا گوشت تیار ہے۔ اور چھوٹی سے پلیٹ جس میں ایک بوٹی اور تھوڑا سا سالن ہے۔ نصف ریال کو ملتی ہے۔ اور پانی کی صراحی بھی نصف ریال کو مل جاتی ہے۔ اس میں میٹھا پانی ہے۔ میں نے اپنے اور بچوں کے لئے دو پلیٹیں اور ایک صراحی لی۔ اور دو روٹیاں جو یہاں چھ چھ قرش کو ملتی ہیں۔ لیں۔ اور کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر میں چند لڑکے "حَبحَب" کی آواز لگاتے ہوئے آگئے۔ "حَبحَب" عربی زبان میں تربوز کو کہتے ہیں۔ ہم نے عربی میں اس کا نام بطیخ پڑھا ہے۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا۔ کہ عام نام اس کا یہاں حبحب ہی ہے۔ اس طرف کے یہ حبحب بہت بڑے بڑے اور اندر سے انتہائی سرخ اور بڑے میٹھے ہوتے ہیں۔ اور دو دو ریال۔ ایک ایک ریال میں اچھے حبحب مل جاتے ہیں۔ رشید و بلال ضد کرنے لگے ہیں۔ اور میں نے ایک

جنجب خرید لیا۔ اور اُسے چیرا تو بڑا سُرخ اور میٹھا نکلا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی جبجب خریدے۔ اور اس تمازت و گرمی کے وقت مزے لے لے کر کھائے۔

اس وقت ہوٹل میں بیٹھے ہوئے اگرچہ ہم زیر سایہ ہیں۔ مگر گرمی کی لُو یہاں بھی پہنچ رہی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ یہ نصف ریال ان بنچ نما چارپائیوں کا نہیں۔ بلکہ اس دھوپ سے بچاؤ کا ہے۔ جو زیادہ نہیں۔ ۵۴ء میں جب میں آیا تھا۔ تو مجھے یاد ہے۔ کہ اسی طرح مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ہم دوپہر کے وقت ایک ایسے ہی ہوٹل میں داخل ہوئے۔ تو میرا ایک رفیق سفر اندر داخل ہوکر چارپائی پر نہ بیٹھا۔ اور نیچے ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ چارپائی پر نہ بیٹھوں گا۔ تو نصف ریال نہ دینا پڑے گا۔ مگر صاحب ہوٹل نے اُسے حکم دیا۔ کہ گُم گُم۔ اصل میں تو

نیا مُحاورہ

لفظ قُم ہے۔ جس کا معنی ہے۔ "اٹھو"۔ مگر اب نئے محاورہ میں بالعموم گُم ہی کہتے ہیں۔ یہ تو بھلا ایک عام لفظ تھا۔ میں نے کوٹلی میں ایک عرب صاحب کو دیکھا تھا۔ جو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا حَقَّ تُقَاتِہٖ کو — یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا حَگَّ تُگَاتِہٖ پڑھ رہے تھے۔ اس نئے محاورہ

ہی کا غالباً یہ کرشمہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تو مُردوں کو "قُم باذن اللہ" فرمایا کرتے تھے۔ تو مُردے بھی زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ مگر اب اس نئے دور میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعض نقال ایسے بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ جن کا نعرہ بجائے "قُم باذن اللہ" کے "مُت باذن اللہ" ہے۔ یعنی جو زندہ ہے۔ وہ بھی مر جائے۔" سچ ہے ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلاء سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

ہاں تو اُس ہوٹل والے نے میرے ساتھی سے کہا۔ قُم۔ قُم۔ یعنی اٹھو اٹھو۔ میرے ساتھی نے کہا۔ "یا شیخ! یہ ارض اللہ"۔ یعنی یہ اللہ کی زمین ہے۔ جہاں میں بیٹھا ہوں۔ صاحب ہوٹل نے باہر کی طرف (جہاں چاروں طرف دھوپ ہی دھوپ تھی۔ اور زمین و پہاڑ شدت گرما سے تپ رہے تھے) اشارہ کرکے کہا۔

"هِيَ اَرْضُ اللهِ وَهٰذَا اَرْضِیْ۔"

یعنی اللہ کی زمین وہ ہے اور یہ میری زمین ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں بیٹھنا ہے تو نصف ریال لاؤ۔ ورنہ اٹھو۔ ناچار اُس میرے ساتھی کو بھی نصف ریال دینا پڑا۔ تو یہ نصف ریال دراصل دھوپ سے بچاؤ کا ہے۔

نماز ظہر و عصر ہم نے یہیں ادا کی ہے۔ اور پھر ہم یہاں سے چل پڑے ہیں۔ سورج غروب ہونے کو ہے۔ اور ہم جدہ کے قریب آ پہنچے ہیں۔ جدہ شہر ایک خوبصورت اور بہت بڑا شہر ہے۔ شہر کی بتیاں دور سے نظر آ رہی ہیں تھوڑی ہی دیر میں ہم شہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ڈرائیور نے کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لئے شہر کے ایک بازار کے قریب بس کھڑی کر دی ہے۔ اور ہم نے یہاں اتر کر نماز ادا کی۔ اور کچھ چائے پی۔ بچوں کو تھوڑا بہت کھانا بھی کھلا دیا ہے۔ مکہ معظمہ یہاں سے چالیس میل دور ہے۔ خیال ہے۔ کہ کھانا مکہ شریف ہی چل کر کھائیں گے۔ ڈرائیور صاحب جدہ میں اپنے مزے سے گھوم رہے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ جلدی مکہ شریف پہنچ جائیں۔ مگر ڈرائیور صاحب کو ہماری مرضی سے کیا۔ کافی عرصہ کے بعد آخر ڈرائیور صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور ہم آگے روانہ ہوتے ہیں۔ اب ہم مکہ شریف کے قریب قریب پہنچ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! ہمارے نصیب بھی کس قدر اوج پر ہیں۔ کہ اللہ کے گھر کی قربت میسر ہے۔ اور عنقریب ہم اس پاک گھر کو اپنی ان گنہ گار آنکھوں سے دیکھیں گے بھی۔

معلّم

مکہ معظمہ میں ہر حاجی اپنے اپنے معلم کے پاس پہنچتا ہے۔ اور بغیر معلّم کے اس قدر ہجوم میں گذر بھی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جہاز سے اترنے کے بعد جدہ شریف میں ہر حاجی سے اُس کے معلّم کا پوچھا جاتا ہے۔ اور ہر حاجی جس معلّم کا نام لے لے۔ اس معلّم کے کارندے اُسے اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔ اور پھر ہر کام انہیں کی وساطت سے طے پاتا ہے۔ اور حاجی جب مکہ معظمہ پہنچتے ہیں۔ تو بس کے ڈرائیور کو قانوناً ہر حاجی کو اُس کے معلّم کے گھر تک پونچاکر اُس حاجی کو اُس کے معلّم کے سپرد کر دینا لازم ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر بس جب مکہ معظمہ پہنچتی ہے۔ تو بس میں مختلف معلّموں کے حاجیوں کو ان کے معلّموں تک پہنچانے کے لئے وہ بس مکہ معظمہ کے مختلف محلوں میں پہنچتی ہے۔ اور جہاں جہاں جس جس حاجی کا معلم ہوتا ہے۔ بس اُس اُس جگہ پر پہنچ کر حاجیوں کو اتارتی جاتی ہے۔ ہمارے معلّم سیّد جعفر شاہ صاحب ہیں۔ جو محلہ جیاد میں رہتے ہیں۔ ہمارے رفقاء سفر حاجیوں میں کوئی عمر اکبر۔ کوئی سراج قصاص۔ اور کوئی کسی دوسرے معلّم صاحب کے پاس جانے والے ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے۔ کہ ہماری

بس بھی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر حاجی کو اس کے معلم کے پاس پہنچائے گی۔ وہ دیکھیے۔ مکہ معظمہ کا مقدس شہر قریب آچکا ہے اور اس شہر پاک کی مقدس بتیاں نظر آنے لگی ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ پہاڑی راستہ ہے۔ اور سب ایک ہی دھن میں ہیں۔ اور سب پکار رہے ہیں۔ کہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

عجیب کیف و سرور ہے۔ اس وقت دنیا و مافیہا سے ہم بالکل خالی الذہن ہیں۔ ایک لباس۔ ایک آواز، ایک ارادہ، ایک نیت کے ساتھ اور ایک ہی منزل کی طرف ہم سب کھچے چلے جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! اس قسم کی یکجہتی، کبھی کہیں آکر نظر آئی۔ اور یہ ہماری ہی ایک بس نہیں۔ اور بھی ہزاروں بسیں سینکڑوں کاریں سینکڑوں ٹرک، اور کئی ایک سمندری جہاز، ہوائی جہاز، اور ہزاروں لوگ پیدل بھی ان دنوں بس اسی گھر کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں۔ ہر شخص کا رخ اپنے عزیز و اقارب اور سینکڑوں دنیوی تعلقات سے پھر کر "اللہ کے گھر" کی طرف ہو چکا ہے۔ جیسے دیکھیے ایک ہی دھن میں "کعبۃ اللہ" کیطرف دوڑ رہا ہے۔ ہماری نظر اتنی وسیع نہیں۔ جو ارد گرد

دور دراز اطراف تک پہنچ سکے۔ ہاں تصور کی آنکھ سے دیکھیئے۔ کہ پاکستان، ہندوستان، ایران، افغانستان، چین جاپان، مراکش، انڈونیشیا، روس، امریکہ، افریقہ اور دنیا کے ہر گوشہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمان چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، عورتیں، مرد، اِن دنوں مکہ معظمہ کی طرف کشاں کشاں آرہے ہیں۔ اور یہ مقدس نظارہ تفسیر ہے قرآن پاک کی اس آیت کی۔ کہ

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)

اور لوگوں میں حج کی ندا کردے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے۔ پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

یعنی حج کے لئے دور دور سے اور دنیا کے ہر گوشے سے جہاں جہازوں پر اور موٹروں پر لوگ آئیں گے۔ وہاں اونٹنیوں پر بھی اور اسی طرح پیدل بھی لوگ۔ اسی گھر کی طرف دوڑیں گے۔ آیت مذکور میں ندائے حج کا حکم حضرت

ندائے غائبانہ

ابراہیم علیہ السلام کو ہوا ہے۔ کہ دنیا بھر میں حج کے لئے ندا کردو۔ چنانچہ مفسرین کرام علیہم الرحمتہ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے ابو قبیس کے پہاڑ پر چڑھ کر ساری دنیا کو حج کیلئے ندا کی۔ اور آپ کی یہ ندا جس جس کی قسمت میں حج تھا۔ ان سب نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں میں بھی سن لی۔ اور جواب میں کہا۔

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ (خزائن العرفان)

الحمد للہ! کہ ان نیک بخت لوگوں میں جنہوں نے ندائے خلیل کو سن کر لَبَّیْکَ کہا تھا۔ میں بھی تھا۔ اور رشید و بلال بھی تھے۔ اور اس ارشاد کے مطابق اس ندائے خلیل کو سب نے سنا ہے۔ باپوں کی پشتوں میں، اور ماؤں کے پیٹوں میں بھی سنا تھا۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر ایسے غائب کو دور سے ندا فرمائی۔ اور سب نے اپنی اپنی جگہ پر یہ ندا سن بھی لی۔ اور جواب بھی دیا کیوں صاحب! اگر غیر خدا کو ندا کرنا یا دور سے کسی کا کسی کی ندا کو سن لینا شرک ہو۔ تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس "ندائے غائبانہ" اور پھر باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں میں اُسے سن لینے کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور اگر یہ فرمایا جائے۔ کہ ندائے ابراہیم کو باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں تک خدا نے پہنچا دیا تھا۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ وہی خدا دور سے پڑھنے والے

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰہ"

اور دور سے کہنے والے ۔ "یَارَسُوْلَ اللّٰہ" ۔

کی ندائے غائبانہ کو سبز گنبد تک کیوں نہیں پہنچا سکتا؟ اور اگر ایک پیغمبر کی ندائے پاک کو امتی سن سکتے ہیں۔ تو امتی کی ندائے شوق کو خود پیغمبر کیوں نہیں سن سکتا؟ ہاں تو ہم کشاں کشاں اللہ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں وہ دیکھئے۔ اب ہم بالکل قریب پہنچ چکے ہیں۔ اور اس عظیم شہر کی بتیاں اور نورانی عمارات بھی نظر آنے لگی ہیں

مکہ معظمہ دیکھکر پڑھنے کی دعا

میں نے جب مکہ معظمہ کو دیکھا تو یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا

مکہ شریف جب نظر پڑے۔ تو یہی دعا پڑھنی چاہیئے۔ اب ہماری بس شہر کے اندر داخل ہوگئی ہے۔ سبحان اللہ! یہ شہر

مکہ معظمہ کا شہر

رتبہ و شان میں بھی بہت بڑا اور ظاہری طور پر بھی بہت بڑا شہر ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں، بڑی بڑی شاہراہیں، اور خوبصورت دیدہ زیب بازار ہیں۔ مدینہ منورہ کے پیارے شہر سے یہ بڑا شہر ہے مکہ معظمہ کے مختلف بازاروں سے ہماری بس گزر رہی ہے۔ اور

ہمارے لبوں پر وہی مبارک صدا ہے۔
لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

اب ہماری بس مختلف راستوں سے گذرتی ہوئی مختلف معلّموں کے گھروں پر ان کے حاجیوں کو اتار رہی ہے۔ سب سے پہلے معلّم عمر اکبر صاحب کے مکان کے قریب جاکر جو دو حاجی ہماری بس میں عمر صاحب کے تھے۔ انہیں اتارا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوُا۔ کہ ہر معلّم کا عملہ اپنے حاجیوں کے آنے کی اطلاع پاکر پہنچ جاتا ہے۔ اور بس سے سامان وغیرہ اتروا کر حاجیوں کو ساتھ لے جاتا ہے۔ اور ہر معلّم اپنے حاجیوں کی پر تکلف دعوت بھی کرتا ہے۔ اور یہ دعوتِ طعام صرف پہلے وقت کی ہوتی ہے۔ یعنی مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد پہلے ٹائم کھانا معلّم دیتا ہے اس کے بعد حاجی کا اپنا انتظام ہوتا ہے۔ ہمارے رفقاءِ سفر چونکہ جہاز سے اترنے کے بعد سیدھے مکہ مکرمہ آئے تھے۔ اور عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے وہ تو اپنے اپنے معلّموں کی اس "پہلی دعوت" سے فارغ ہو چکے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے لئے مکان کا بھی انتظام کر کے اور سامان وغیرہ اس میں بند کر کے اور اپنا تالا لگا کر

مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور اب انہیں بس سے اتر کر سیدھا
اپنے مکان میں جانا ہے۔ لیکن ہم چونکہ پہلے دربار رسالت
میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور مکہ معظمہ میں ابھی ابھی آئے ہیں
اس لیئے ہماری اس "پہلی دعوت" اور مکان وغیرہ کے
انتظام کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔ ہماری بس عمر اکبر صاحب
کے مکان کے قریب آکر ٹھہری۔ تو معلم صاحب کا عملہ بس
کے پاس آگیا۔ اور جو صاحب یہاں اترنے والے تھے۔ اترے
اور معلم صاحب کے آدمی ان کا سامان بس سے اتروانے
لگے ہیں۔ بس کے چھت پر سامان بکثرت بندھا ہوا ہے
اور کسی کا بستر نیچے اور ٹرنک اوپر اور کسی کا بستر اوپر
اور ٹرنک نیچے ہے۔ اس لئے سامان کھولنے اور اپنا اپنا
پہچاننے میں دیر لگ گئی ہے۔ اور کافی عرصہ کے بعد بس
کچھ آگے بڑھ کر پھر ایک دوسرے معلم صاحب کے مکان
کے قریب آرکی ہے۔ یہاں بھی ایک دو حاجی اترنے
والے ہیں۔ یہاں بھی ان کے معلم صاحب کے آدمی آ
پہنچے ہیں۔ اور سامان اتروانے، پہچاننے میں دیر لگ گئی
ہے۔ اسی طرح بس مختلف بازاروں، محلوں کا چکر لگانے
لگی ہے۔ ایک معلم صاحب کے ہاں سے فارغ ہوکر جب
بس آگے بڑھتی ہے۔ تو دل چاہتا ہے۔ کہ شاید اب

ہمارے معلّم صاحب کا "مقام" آئے۔ مگر نہیں۔ ڈرائیور صاحب سے معلوم ہوا ہے۔ کہ محلہ جیاد کا سب سے آخری نمبر ہے۔ اور جب سارے حاجی اپنے اپنے ہاں اتر جائیں گے۔ پھر ہمارا نمبر آئے گا۔ چنانچہ نصف رات تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ اور ہم نے اپنی "پہلی دعوت" کی انتظار ہی انتظار ہی میں اتنا وقت گزار دیا ہے۔ اپنے وطن میں بھوک کی شدت کے وقت یہ محاورہ سنا کرتے تھے۔ کہ اب تو آنتیں بھی "قل ہو اللہ" پڑھنے لگی ہیں۔ مگر آج یہاں "اللہ کے گھر" کے قریب آنتوں کا "قل ہو اللہ" پڑھنا بڑا لطف دے رہا ہے۔ رشید و بلال مکہ معظمہ کے شہر اور مقدس بازاروں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ اور رشید بار بار پوچھ رہا ہے۔ کہ کعبہ شریف کب آئے گا۔ اور وہاں کب چلیں گے؟ اور میں کہہ رہا ہوں، کہ ابھی ہم معلّم صاحب کے گھر پہنچ کر کعبہ شریف ہی کو چلیں گے۔

خدا خدا کرکے سارے حاجی اپنے اپنے معلّموں کے ہاں اتر گئے ہیں، اور اب صرف ہم ہی بس میں رہ گئے ہیں۔ اور ہماری بس محلہ جیاد کی طرف چل پڑی ہے۔ محلہ جیاد حرم شریف کے متصل ہی ہے۔ چنانچہ ہماری بس صفا مروہ والی جانب سے گزرتی ہوئی محلہ جیاد کو جا رہی ہے۔ الحمد للہ کہ حرم شریف کی اس طرف کی بلند

و بالا دیوار ان گنہ گار آنکھوں کے سامنے آگئی ہے۔ اور میں نے رشید و بلال اور ان کی والدہ سے کہا۔ تو دیکھو یہ حرم شریف کی دیوار انور ہے۔ سبحان اللہ! ہم سب پر ایک کیف طاری ہے۔ اور زبان پر۔

- لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ الخ -

جاری ہے۔ مکہ معظمہ پہنچ جانے پر

مسئلہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مسجد حرام میں جائے۔ کھانے پینے۔ کپڑے بدلنے، مکان کرایہ پر لینے وغیرہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی عذر معقول ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔

چونکہ میرے ساتھ بچے ہیں۔ اور سامان ہے۔ اور میں مدینہ منورہ کی حاضری دے کر یہاں حاضر ہوتا ہوں۔ اور مجھے اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ سامان رکھوانا ہے۔ بچوں کو کچھ کھلانا پلانا بھی ہے۔ اس لئے میں سب سے پہلے مسجد حرام شریف میں حاضر نہ ہو سکا۔ اور ہماری بس محلہ جیاد میں ایک بلند و بالا گلی کے سامنے رک گئی ہے۔ سعودی سرکاری بڑے ہسپتال کے ساتھ ہی والے بازار میں ایک بہت بلند جگہ پر ہمارے معلم صاحب کا مکان ہے۔ اور آپ کے مکان کی طرف جو گلی جاتی ہے۔ اس گلی کو عبور کرتے ہوئے کافی چڑھائی چڑھنا پڑتی ہے۔ اس گلی میں دوسرے

معلموں کے "مقام" بھی ہیں۔ ہمارے معلم صاحب کا مکان سب سے آخر میں جہاں چڑھائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں ہے۔ ہمارا ڈرائیور اوپر گیا ہے۔ نصف رات گذر چکی ہے۔ اور ہمارے معلم صاحب اور ان کے پاس جو حاجی انہیں کے احاطے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سب سو رہے ہیں۔ ڈرائیور نے جاکر اطلاع دی ہے۔ کہ آپ کے کچھ حاجی آئے ہیں۔ تو معلم صاحب اور ان کے صاحبزادے بیدار ہوئے۔ معلم صاحب کے تین صاحبزادے ہیں۔ جمال، جمیل اور کمال یہ سیّد گھرانا ہے۔ اور حضرت سید جعفر شاہ صاحب اب ضعیف ہو چکے ہیں۔ اور اب ان کے تینوں صاحبزادے سارے امور سر انجام دیتے ہیں۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب کے پاس زیادہ تر سیالکوٹی حاجی ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی ان کے پاس سیالکوٹی حاجیوں ہی کی زیادہ تعداد ہے۔ معلم صاحب کے درمیانی صاحبزادے سید جمیل صاحب معہ اپنے ملازم کے تشریف لائے۔ اور مصافحہ و معانقہ ہوا۔ ہمارا سامان اٹھوایا گیا۔ اور ہم چڑھائی عبور کرکے معلم صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب مکان کے دروازے پر تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر اھلاً و سھلاً مرحبا فرماتے ہوئے بغلگیر ہو گئے ہیں۔ اور

رشید و بلال کو گود میں اٹھا لیا ہے۔ اور ان سے پیار فرمایا۔ اور دعائیں دیں۔ اور ان کی والدہ کو اوپر زنان خانے میں بھیج دیا۔ چونکہ آدھی رات سے بھی وقت زیادہ گذر چکا ہے۔ اس لئے اب اس پُرتکلف دعوت کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں چائے تیار کی گئی۔ اور اسکے ساتھ رس اور بسکٹ رکھے گئے۔ اور ہم نے مزے سے یہ چیزیں کھائیں۔ اور چائے پی۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

طریقۂ عمرہ

آپ معلوم کر چکے۔ کہ ہمارا احرام حج تمتع کا ہے۔ اس میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور احرام کھول دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایام حج میں از سر نو حج کے لئے احرام باندھا جاتا ہے۔ چونکہ ہمارا یہ احرام عمرہ کا ہے۔ اور عمرہ کر کے ہمیں احرام کھول دینا ہے اس لئے اب ہم عمرہ کی تیاری کرنے لگے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں مسجد حرام شریف میں حاضر ہوکر طواف کرنا ہے۔ پھر صفا مروہ کی سعی۔ اور پھر حلق یعنی سر منڈانا ان امور کے بغیر ہم احرام نہیں کھول سکتے۔ معلم صاحب نے فرمایا۔ کہ بیت اللہ شریف میں اس وقت اتنا زیادہ ہجوم نہیں ہے۔ اور طواف و سعی کے لئے یہ وقت بڑا موزوں ہے۔ اسی لئے آپ اسی وقت عمرہ سے فارغ ہولیں اور احرام

کھول دیں۔ میں نے کہا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ سید جمیل صاحب نے اپنا مکمل عربی لباس زیب تن فرمایا۔ اور ہم نے وضوء کیا اور ان کی رہنمائی میں مسجد حرام شریف کو چل پڑے ہیں۔ اس وقت لبیک کی ہم نے کثرت کر دی ہے۔ اور احرام میں ملبوس ہمارا یہ مختصر سا گھرانہ اپنے خالق حقیقی کے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ سبحان اللہ! اس وقت کی کیفیت کا کیا عرض کیا جائے۔ بس کچھ نہ پوچھئے۔ وہ گھر جس کی طرف منہ کر کے ہم اپنے وطن میں نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ آج وہ مقدس گھر ہماری نظروں کے سامنے آنے والا ہے۔ یہ دیکھئے حرم شریف کی بلند و بالا اور نورانی دیواریں نظر آنے لگی ہیں۔ اور ہم نو تعمیر "باب الصفا" سے گذر کر پرانے "باب السلام" کی طرف بڑھے ہیں۔ اس لئے کہ حرم شریف کے اندر باب السلام ہی سے داخل ہونا مستحب ہے۔ چنانچہ ہم جب باب السلام پر پہنچے ہیں۔ تو وہاں جوتے اتار کر بوّاب کے سپرد کئے۔ اور پہلے اپنا دلہنا پاؤں اندر رکھا۔ اور یہ دعا پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اب جو سامنے نظر کی۔ تو اللہ کا گھر بصد آب و تاب اور اپنی جلال آمیز شان سے ان گنہ گار

آنکھوں کے سامنے تھا۔ اللہ کے مقدس گھر پر نگاہ پڑتے ہی۔ بدن میں ایک کپکپی سی پیدا ہوئی۔ اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ رشید و بلال بھی عالم تحیر میں ہیں۔ اللہ کے گھر کا رعب و دبدبہ جلال و شوکت ہمارے روئیں روئیں پر چھا گیا ہے۔ اور زبان پڑھ رہی ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

بیت اللہ شریف پر جب پہلی مرتبہ نظر پڑے۔ تو تین بار یہی کہنا چاہیئے۔ ہم نے وہیں اپنے ہاتھ اٹھائے ہیں۔ اور یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ بِرًّا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔

اس دعا کے بعد پھر جو دعا مانگیئے۔ قبول ہوتی ہے۔ ہم نے جو جو کچھ اپنے اللہ سے مانگنا تھا۔ مانگا۔

لطیفہ کسی بزرگ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ حضور! بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی سنا ہے۔ جو دعا مانگیں قبول ہو جاتی ہے۔ مگر سینکڑوں تمناؤں میں سے کس کس تمنا کا وہاں ذکر کیا جائے؟

کوئی ایسی جامع دعا بتایئے۔ جو اس وقت مانگ لی جائے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی یہ دعا مانگ لو۔

"الٰہی! میں جو دعا مانگوں قبول فرما لینا"۔

اس کے بعد پھر اطمینان سے جب بھی چاہو۔ جو دعا مانگو گے۔ خدا قبول فرمالے گا۔

مسئلہ ہمیں ابھی عشاء کی نماز بھی پڑھنا ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے۔ کہ اگر فرض نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو۔ تو پہلے نماز پڑھے۔ اور پھر طواف کرے۔ ورنہ سب کاموں سے پہلے طواف میں مشغول ہو۔ چنانچہ ہم نے پہلے نماز عشاء ادا کی۔ سبحان اللہ! عجیب منظر ہے۔ وہ مقدس گھر جس کی طرف رُخ کرکے ہم اپنے وطن میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔ آج نظروں کے سامنے ہے۔ میں، رشید و بلال اور رشید و بلال کی والدہ نماز پڑھنے لگے ہیں۔

مسجد الحرام

اس نورانی منظر کو ڈائری میں کیسے پیش کروں۔ یہ مسجد شریف ایک گول وسیع احاطہ ہے۔ جس کے چاروں طرف بکثرت دالان ہیں۔ اور بالکل درمیان میں بیت اللہ شریف ہے۔ یہاں نماز ادا کرتے وقت عجیب پیارا اور روح پرور نظارہ ہوتا

ہے۔ چاروں طرف نمازی کھڑے ہیں۔ اُس طرف کے نمازی کا منہ اِس طرف اور اس طرف کے نمازی کا منہ اُس طرف۔ اِدھر اور اُدھر کے نمازیوں کا منہ آمنے سامنے ہے۔ چونکہ منہ بیت اللہ شریف کی طرف کرنا ہے۔ اس لئے چاروں طرف کے نمازیوں کا رُخ بیت اللہ شریف کی طرف ہوتے ہوئے آمنے سامنے اور دائیں بائیں ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ کے شہر کی دوسری مسجدوں کی بھی یہی صورت ہے۔ کسی محلے کی مسجد کا محراب مشرق کو اور کسی محلہ کی مسجد کا محراب مغرب کو۔ کسی کا جنوب کی طرف اور کسی کا شمال کی طرف گویا ہر مسجد کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہونے کی وجہ سے مختلف سمتوں میں ہے۔

طواف

ہم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو سید جمیل صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اب طواف کو چلو۔ اور ہم طواف کے لئے بڑھے۔ طواف کسی چیز کے چاروں طرف چکر لگانے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں بیت اللہ شریف کے چاروں طرف سات چکر لگانے کو ایک طواف کہتے ہیں۔ مسائل حج بڑے اہم اور مشکل بھی ہیں۔ اور بالعموم حجاج ان سے واقف نہیں ہوتے۔ اور معلموں کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ میں چونکہ دوسری مرتبہ حاضر ہُوا ہوں۔ اور مجھے خدا کے فضل و کرم

ے کچھ مطالعہ سے اور کچھ تجربہ سے بھی مسائل یاد ہیں۔ اور دعائیں بھی یاد ہیں۔ لیکن معلم صاحب چونکہ ساتھ ہیں۔ اسلئے ہم ان کے ساتھ ساتھ طواف کرنے لگے ہیں۔

اضطباع طواف سے پہلے احرام کی چادر کو دہنی بغل کے نیچے سے نکال کر داہنا مونڈھا ننگا کر لینا، اور چادر کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال لینا۔ یہ اضطباع ہے۔ اور طواف سے پہلے یہ ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے احرام کو دہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لیا ہے۔ اور رشید و بلال کے احرام بھی ایسے ہی کر دیئے گئے ہیں۔ اب تینوں باپ بیٹوں کے دائیں مونڈھے ننگے ہیں۔ اور بخدا ایک عجیب پیارا منظر ہے۔ رشید و بلال تو بڑے ہی پیارے معلوم ہو رہے ہیں۔

نیت طواف اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے حجر اسود کی دہنی طرف اس طرح کھڑا ہو۔ کہ حجر اسود اس کی دہنی طرف رہے۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ حجر اسود کا دایاں کنارہ اس کے دائیں مونڈھے کے بالمقابل ہو۔ پھر طواف کی نیت یہ پڑھ کر کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

اس نیت کے بعد کعبہ ہی کو منہ کئے ہوئے ذرا دہنی طرف چل کر حجر اسود کے بالکل مقابل ہو جائے۔ اور پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے۔ کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف رہیں۔ اور زبان سے یوں کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

حجر اسود کے بالمقابل ہونے سے پہلے نیت کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے چاہیئیں۔ معلم اس وقت بھی ہاتھ اٹھوا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بدعت ہے۔

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ کر حجر اسود کے پاس آکر دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کے درمیان منہ رکھ کر حجر اسود کو بوسہ دیں۔ لیکن زور سے بوسہ نہ دے۔ جس سے آواز پیدا ہو۔ بوسہ تین بار دے۔ اگر نصیب یاور ہوں۔ اور حجر اسود تک رسائی ہو سکے۔ تو بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ اور اگر ہجوم کے باعث حجر اسود تک منہ نہ پہنچ سکے۔ تو اُسے ہاتھ ہی لگاکر اپنا ہاتھ ہی چوم لے۔ اور اگر ہاتھ بھی نہ پہنچ سکے۔ تو اس کی طرف ہاتھوں سے اشارہ ہی کرکے اپنے ہاتھ چوم لے۔

جلوس میلاد شریف سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت

فرماکر وارد مدینہ منورہ ہوئے۔ تو احادیث میں آتا ہے۔ کہ اہلِ مدینہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا استقبال اسقدر شاندار طریق سے کیا۔ کہ چشم فلک نے بھی ایسا پُر بہار نظارہ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ بازار مردوں سے بھرپور اور چھت عورتوں سے معمور تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی حضور کے استقبال کے لئے نکل آئے تھے۔ اور نعرہائے رسالت سے سارا شہر گونج اٹھا تھا۔ اے کاش! ہم بھی اس وقت ہوتے ع

"مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے"

ہم صدیوں بعد پیدا ہوئے۔ تو اُس روزِ سعید یعنی عید میلاد کے روز اور نہیں تو مدینہ منورہ والوں کی نقل ہی سہی۔ اور ان کے تتبع میں جلوس میلاد شریف کا اہتمام و انتظام ہی سہی۔ اور بقول شاعر ؎

تیرا نقشِ پا جو نہ مل سکا تری رہگذر پہ جبیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

عید میلاد کے روز اس تتبع صحابہ کرام اور اہل مدینہ کی مبارک نقل میں ہمارا یہ جملہ انتظام و اہتمام بھی بالکل ایسا ہی سمجھیے۔ جیسے کوئی حاجی حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو اُسے دور ہی سے ہاتھوں کا اشارہ کرکے اپنے ہی ہاتھ چوم لینا چوم لینے کے مترادف ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دینے یا اس کی طرف اشارہ کرکے اپنا ہاتھ چوم لینے کو استلام کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے روز اس پتھر کی آنکھیں اور زبان ہوگی اور یہ اپنے چومنے والوں کو دیکھ کر ان کے حق میں گواہی دے گا۔ یہ وقت اگرچہ رات کا ہے۔ اور آدھی رات سے بھی زیادہ حصہ رات کا گذر چکا ہے۔ پھر بھی ہجوم کافی ہے۔ دن جتنا ہجوم نہ سہی۔ مگر پھر بھی بہت ہے۔ ہم نے نیت طواف کر لی ہے۔ لیکن چونکہ میں تنہا نہیں ہوں۔ اسلئے استلام کے لئے ہاتھوں کا اشارہ ہی حصہ میں آیا ہے اور ارادہ ہے۔ کہ پھر کسی ایسے وقت میں جبکہ بآسانی حجر اسود کو چوما جا سکے۔ اس سعادت سے بہرہ ور ہوں گے۔ استلام کے بعد تلبیہ یعنی لبیک کہنا ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی احرام باندھنے کے بعد سے لے کر حجر اسود کو چومنے تک لبیک پڑھا جائیگا۔ اور اس کے بعد اس کا پڑھنا موقوف ہو جاتا ہے

نیت طواف کے بعد پھر طواف شروع کر دیا گیا ہے آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ ایک طواف کے سات چکر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان سات چکروں کی ابتداء ہو چکی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ استلام کے بعد داہنی طرف جس طرف بیت اللہ شریف کا دروازہ ہے۔ اس طرف کو

اس طرح چلے۔ کہ بیت اللہ شریف بائیں مونڈھے کیطرف ہو۔

رمل

طواف کے سات چکروں میں پہلے جو تین چکر ہیں ان میں ایک اور عجیب نظارہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ حکم یہ ہے۔ کہ ان تین چکروں میں چھاتی تان کر اور پہلوانوں کی طرح مونڈھے ہلاتے ہوئے اور جھپٹ کر تیزی سے اور زور سے قدم اٹھاتے ہوئے اور قدم نزدیک نزدیک رکھتے ہوئے چلو۔ اس میں بھی حکم یہ ہے۔ کہ اگر ہجوم زیادہ ہو۔ اور رمل کرنے میں اپنی یا دوسرے کی ایذا نظر آئے۔ تو اتنی دیر رمل ترک کردے۔ اور طواف شروع رکھے۔ پھر اگر موقعہ مل جائے۔ تو جتنی دیر موقعہ ملے اتنی ہی دیر رمل کرلے۔

اصل رمل

رمل کا نظارہ کچھ ایسا روح پرور ہوتا ہے۔ کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا۔ کہ اس طرح اکڑ اکڑ کر اور چھاتی نکال کر پہلوانوں کی طرح چلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مشرکین مکہ پر رعب و دبدبہ کے لئے تھا۔ کہ ہم کمزور و ناتواں نہیں بلکہ تمہارے لئے قوی اور پہلوان ہیں۔ اور پھر حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگرچہ اب مشرکین کو خدا نے تباہ و برباد بھی کر دیا ہے۔ لیکن

جو کام حضور نے شروع فرمایا ہے۔ وہ اب اسی طرح باقی رہے گا۔ چنانچہ دیکھیے۔ کہ آج تک یہ رمل چلی آ رہی ہے۔ حالانکہ مکہ معظمہ میں اب مشرکین کا وجود تک نہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو فرمادیں۔ اس کی تعمیل ہی عبادت حق ہے۔ اور صحابہ کرام جس طرح رمل فرماتے رہے۔ آج اُسی ادا کی نقل کرنا ہم پر بھی لازم ہے۔ گویا نقل مقبولانِ خدا کی اور عبادت خدا کی۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ حج کے جملہ ارکان و احکام خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی نقل ہی ہے۔ ورنہ یہ طوافِ کعبہ، حجر اسود کا چومنا، اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا، منا پہنچنا۔ اور پھر عرفات میں جانا اور پھر منا آنا۔ اور وہاں شیطان کو پتھر مارنا۔ اور قربانی دینا وغیرہ، ان سب باتوں کی خدائے ذوالجلال کو کونسی احتیاج ہے، وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے مگر یہ سب باتیں خدا تعالےٰ کو محبوب اور مطلوب ہیں۔ صرف اس لئے کہ یہ اس کے محبوب بندوں، حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل علیہما السلام، حضرت ہاجرہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مبارک اداؤں کی نقل ہیں۔ گویا خدا کی عبادت میں خدا کے مقبول بندوں کے مبارک اسوہ اور نیک زندگی کا ساتھ ہی ساتھ تصور

موجود ہے۔ آپ جس رمل کریں گے۔ تو صحابہ کرام کا اسطرح چلنا سامنے آجائے گا۔ حجر اسود کو آپ بوسہ دیں گے۔ تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسے چومنا ضرور یاد آجائے گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حجر اسود

چنانچہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو چومتے وقت یہی فرمایا تھا۔ کہ اے پتھر میں تجھے اسی لئے چومتا ہوں۔ کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں چوما تھا۔ اسی طرح صفا مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے حضرت ہاجرہ کا دوڑنا ضرور یاد آئے گا۔ منیٰ میں شیطان کو پتھر مارتے وقت حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کا شیطان کو پتھر مارنا ضرور سامنے آئے گا۔ قربانی دیتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جانا ضرور یاد آئے گا۔ تو فرمایئے۔ خدا کی عبادت میں ان پاک لوگوں کا تصور و خیال آیا یا نہیں ؟ خیال آیا تو کیا ساتھ ہی ساتھ رہا۔ پھر یوں کہنا کہ نماز میں کسی مقبول کا حتیٰ کہ خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال گاؤ خر کے خیال سے بھی (معاذاللہ ثم معاذاللہ)

بڑا ہے۔ کس قدر جہالت اور عبادت کے مفہوم ہی سے بے خبری ہے۔

حَفِظَنَا اللّٰہُ مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَۃِ۔

مسئلہ اضطباع اور رمل اُسی طواف میں ضروری ہے۔ جس طواف کے بعد سعی یعنی صفا مروہ کی دوڑ بھی کرنا ہو۔ اور جس طواف کے بعد سعی نہیں۔ اس طواف میں اضطباع اور رمل بھی نہیں۔ مثلاً نفلی طواف وغیرہ چونکہ ان کے بعد سعی نہیں۔ لہذا ان میں اضطباع اور رمل بھی نہیں۔ ہم، رشید و بلال اور ان کی والدہ نے طواف شروع کر دیا ہے۔ اور اس وقت رشید و بلال کا رنگ رمل قابلِ دید ہے۔ یہ دیکھئے رشید بھی اور بلال بھی اکڑ اکڑ کر اور چھاتی نکال کر چل رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ بچے ہیں اس لئے اس ادا سے بڑے ہی خوش ہیں۔ اور ہنس ہنس کر میری طرف بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی والدہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ چونکہ عورتوں پر اضطباع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور رمل بھی نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس فعل سے مستثنیٰ ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیف و سرور بھی کبھی نہ بھولے گا۔ معلم صاحب آگئے ہیں اور وہ ہمیں یہ دعائیں پڑھا رہے ہیں۔ یہ دعائیں مجھے یاد بھی

ہیں۔ مگر ہم معلم صاحب کی رہنمائی میں پڑھ رہے ہیں۔

پہلے چکر کی دعا استلام حجر اسود کے بعد پہلا چکر شروع ہو گیا ہے۔ اس پہلے چکر میں جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ۔

چنانچہ یہی پڑھتے ہوئے ہم نے پہلا چکر شروع کر دیا ہے سبحان اللہ! کیا ایمان افروز چکر ہے۔ اور جو روحانی سرور مل رہا ہے۔ وہ ہمیں جانتے ہیں۔ اور چونکہ پہلے تین چکروں میں "رمل" بھی ضروری ہے۔ (عورتوں پر نہیں) اس لئے میں چھاتی تان کر اور پہلوانوں کی طرح مونڈھے ہلاتے ہوئے جھپٹ کر تیزی سے اور زور سے قدم اٹھاتے ہوئے چل رہا ہوں۔ رشید و بلال بھی میری طرف دیکھ کر اسی

طرح چل رہے ہیں۔ اور ہنستے بھی جاتے ہیں۔ بخدا عجیب لطف آرہا ہے۔ اور ایک میں ہی نہیں۔ دوسرے طواف کرنے والوں میں بھی متعدد وہ حاجی جن کے پہلے تین چکر ہیں۔ اسی ہیئت سے چل رہے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کی اس وقت عجیب شان نظر آرہی ہے۔ جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ فقیروں کی مانند دو چادروں میں ملبوس ننگے سر اور دعا برلب اور اکڑتے ہوئے چلنا۔ اللہ! کیا ہی منظر ہے۔

حجر اسود سے تھوڑی ہی دور آگے بڑھے۔ تو مقام ابراہیم آگیا ہے۔ مقام ابراہیم اور باب کعبہ آمنے سامنے ہیں۔ یہاں پہنچ کر یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ۔

آگے میزاب رحمت آیا ہے۔ اس سے آگے بڑھے۔ تو

رکن یمانی

رکن یمانی تک پہنچے ہیں۔ رکن یمانی حجر اسود کے بائیں جانب کا کونہ ہے۔ یہاں پہنچ کر ممکن ہو۔ تو اسے دونوں ہاتھوں سے یا دہنے ہاتھ سے تبرکاً چھونا چاہیئے۔ اور بوسہ بھی دینا چاہیئے۔ اور ہجوم

کے باعث ممکن نہ ہو۔ تو ہاتھ سے اشارہ ہی کرکے اپنا ہاتھ چوم لیا جائے۔ چنانچہ ہم نے بھی اشارہ ہی کرکے اپنے ہاتھ چوم لئے ہیں۔ رشید و بلال نے بھی میری نقل اتاری ہے۔ اس جگہ سے آگے بڑھتے ہی یہ دعا پڑھی ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اس جگہ دعا مانگنے پر ستر ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! ہم کس قدر عروج پر ہیں۔ کہ ہماری دعا پر ستّر ہزار فرشتے آمین کہہ رہے ہیں۔

درود شریف

درود شریف ایک ایسی جامع مانع دعا ہے۔ کہ ساری برکتیں اور رفعتیں اس میں موجود ہیں۔ اگر کسی کو یہ دعائیں جو بیان کی گئیں۔ یاد نہ ہوں۔ تو وہ سارے چکر میں درود شریف ہی پڑھتا رہے۔ درودِ پاک میں اللہ تعالیٰ سے اس کے حبیبِ پاک پر نزولِ رحمت کی دعا ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ یہی ایک ایسی دعا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کبھی ردّ نہیں فرماتا۔ دوسری دعائیں تو ممکن ہے۔ کہ خدا تعالےٰ قبول نہ فرمائے۔ مگر جب اس سے یہ دعا مانگی جائے۔ کہ اے اللہ! اپنے محبوب پر رحمت نازل فرما۔ تو خدا تعالےٰ اس دعا کو

کبھی رد نہیں فرماتا۔ اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے۔ کہ جب بھی کوئی دعا مانگو۔ تو اول آخر درود شریف پڑھ لو۔ اس لئے کہ جب تمہاری دعائے حاجت کے اِدھر اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دعائے نزولِ رحمت ہوگی۔ تو خدا تعالیٰ جہاں درود پاک کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ تو تمہاری درمیانی دعائے حاجت کو بھی ضرور قبول فرما لے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ایسا نہ کرے گا۔ کہ اِدھر اُدھر کی دعا کو تو قبول فرما لے۔ اور درمیانی دعا کو رد فرما دے۔ نہیں بلکہ حضور کے نامِ پاک کے صدقہ میں تمہاری اپنی دعا بھی شرفِ قبولیت حاصل کرلے گی۔ سچ ہے ؎

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑی کو بھی لیتا ہے بنا نام محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

پس جسے کوئی اور دعا یاد نہ ہو۔ تو یہ دعاؤ پاک یعنی درود شریف تو سبھی کو یاد ہوتا ہے۔ یہ درود شریف ہی پڑھتا رہے۔

اس کے بعد ہم پھر حجر اسود تک پہنچ گئے ہیں۔ اور یہاں پہنچ کر ہم نے پھر حجر اسود کی طرف اشارہ کرکے اپنے ہاتھ چوم لئے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پہنچ کر

حجر اسود کو پھر بوسہ دینا چاہیئے۔ یا ہاتھ کا اشارہ کرکے اپنا ہاتھ چوم لینا چاہیئے۔ ہمارا پہلا چکر ختم ہوا۔ اور دوسرا شروع ہے۔ اس چکر میں جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

دوسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

یہ چکر بھی حسب سابق پورا ہوا۔ تو تیسرا شروع ہوا۔ اور اس تیسرے چکر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے جو ہم نے بھی پڑھی :-

تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ

اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔

تیسرا چکر بھی ختم ہوا، اور اس کے ساتھ ہی رمل بھی ختم ہوئی۔ اور چوتھا چکر شروع ہے۔ اور اس میں بغیر شانہ ہلائے آہستہ آہستہ معمولی چال سے چل رہے ہیں۔ اور

چوتھے چکر کی دعا

اس چکر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے جو ہم نے بھی پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ یَا اللّٰهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ۔ رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَةٍ لِّیْ مِنْکَ بِخَیْرٍ۔

پانچویں چکر کی دُعا

اس کے بعد ہمارا پانچواں چکر شروع ہوا ہے۔ اور اس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ

عَوْ شَكَ وَلَا بَاقِيَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيْئَةً مَرِيْئَةً لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهَا اَبَدًا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيْمَهَا وَمَا يُقَرِّبُنِيْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ. وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا يُقَرِّبُنِيْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ۔

عزیزی بلال اس چکر میں کچھ تھک سا گیا ہے۔ اور میں نے اُسے گود میں اٹھانا چاہا ہے۔ تو وہ مجھ سے کہہ رہا ہے۔ کہ ابا جی! اس طرح تو میرا حج خراب ہو جائے گا۔ مجھے خود ہی چلنے دیجئے۔ ماشاء اللہ! اس کا پیارا جواب مجھے بڑا ہی پسند آیا ہے۔ اور اُس کے اِس جواب میں بڑا ہی لطف آیا ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی چل رہا ہے۔ اور اپنے چکر پورے کر رہا ہے۔ ہمارا یہ چکر بھی پورا ہوا اور اب چھٹا چکر شروع ہے۔ اور اس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ جو

چھٹے چکر کی دعا

ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ لِیْ وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ وَاَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ بَیْتَکَ عَظِیْمٌ وَوَجْھَکَ کَرِیْمٌ وَاَنْتَ یَا اَللّٰہُ حَلِیْمٌ کَرِیْمٌ عَظِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

ساتویں چکر کی دعا

اس کے بعد ہمارا آخری یعنی ساتواں چکر شروع ہوا۔ اور اس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ جو ہم نے بھی پڑھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّیَقِیْنًا صَادِقًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّرِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا وَّتَوْبَۃً قَبْلَ الْمَوْتِ وَرَاحَۃً عِنْدَ الْمَوْتِ وَمَغْفِرَۃً وَّرَحْمَۃً بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ۔ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

الحمد اللہ! کہ ہمارے ساتوں چکر پورے ہو چکے ہیں۔ اور ہمارا ایک طواف ادا ہو گیا ہے۔

مسئلہ ۱ھ یہ بات ذہن نشین رکھیئے۔ کہ ہر چکر میں جب رکن یمانی کے استلام کے بعد آگے بڑھا جائے تو دعا ــ

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ضرور پڑھی جائے۔ اور حجر اسود تک پہنچکر اُسے بوسہ دیا جائے یا ہاتھ کا اشارہ کرکے اپنا ہاتھ چوم لیا جائے۔ طواف کرتے ہوئے جو اضطباع کیا گیا تھا۔ یعنی احرام کی چادر کو دہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دہنا مونڈھا ننگا کر لیا گیا تھا۔ طواف کے بعد اُسے موقوف کردے۔ یعنی اب داہنے مونڈھے پر چادر کا کنارہ ڈال لے۔ نماز کی حالت میں ننگے مونڈھے سے رہنا مکروہ ہے۔

طواف کرتے ہوئے بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ اور بڑا ہی روح پرور نظارہ ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کعبہ معظمہ کے ارد گرد انسانوں کا ایک سمندر گھوم رہا ہے۔ اس انبوہِ کثیر اور اجتماعِ عظیم میں یہ سات چکر لگانا بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔ اس لئے جو لطف اور اطمینان جوانی

میں حج کا ہے۔ بڑھاپے میں نہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ دیگر ممالک کے حجاج میں اکثریت جوانوں کی ہوتی ہے۔ بوڑھے کم ہوتے ہیں۔ مگر پاکستان و ہندوستان کے حجاج میں اکثریت بوڑھوں کی ہوتی ہے۔ اور جوان کم ہوتے ہیں۔

جاوا سماٹرا جاوا سماٹرا کے حجاج کو دیکھا۔ اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ اور اپنے وکیلِ معلم سے معلوم ہوُا۔ کہ جاوا سماٹرا میں لڑکا حاجی نہ ہو۔ تو اسُے بیوی نہیں ملتی۔ اور لڑکی حج نہ کر چکی ہو تو اسُے شوہر نہیں ملتا۔ یعنی وہاں حج پہلے ہے اور شادی بعد میں۔ یہ سن کر مجھے اپنے یہاں کا خود ساختہ دستور یاد آگیا۔ کہ ہمارے ہاں جب تک سارے لڑکے لڑکیوں کی شادی نہ کرلی جائے۔ حج کے لئے کوئی نہیں نکلتا۔ اور مسئلہ یہ گھڑ رکھا ہے۔ کہ صاحب! میرے بچے بچیاں جوان ہیں۔ اور یہ بوجھ سر پر ہیں۔ یہ بوجھ اتریں۔ تو حج کو جاؤں۔ گویا دوسرے ملکوں میں جب تک حج نہ ہو جائے۔ شادی نہیں ہوسکتی۔ اور ہمارے ہاں جب تک سب کی شادیاں نہ ہو جائیں۔ حج نہیں ہوتا۔ حالانکہ جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو۔ کہ اپنے ضروری کاروبار اور گذر اوقات اور واپسی تک اہل و عیال کا خرچہ نکالکر

اس قدر روپیہ بچ رہے۔ کہ اس سے حج کر آئے۔ تو اُس پر حج فرض ہے۔ اور ایسا شخص اگر کسی عذر لنگ کے باعث حج نہ کرے گا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایسا شخص بیشک چاہے یہودی ہو کر مرجائے۔ یا نصرانی ہوکر مر جائے۔

نمازِ طواف ہم طواف سے فارغ ہوکر اب مقامِ ابراہیم کی طرف آئے ہیں۔ اس لئے کہ مسئلہ یہی ہے۔ کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کیطرف آیئے۔ اور یہاں دو رکعت نمازِ طواف پڑھیئے۔ یہ نماز واجب ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ یہاں دو رکعت پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ان دو رکعتوں میں پہلی میں قل یاایہاالکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنی چاہیئے۔ چنانچہ یہاں آکر ہم نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ چونکہ آدھی رات سے بھی وقت زیادہ گزر چکا ہے۔ اس لئے ہجوم بہت زیادہ نہ ہونے کے باعث ہمیں نماز کے لئے یہاں جگہ مل گئی ہے۔ ورنہ دن کو تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔

مسئلہ اور مسئلہ یہ ہے۔ کہ اگر ہجوم کی وجہ سے مقام ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے۔ تو مسجد شریف میں

کسی اور جگہ پڑھ لے۔ اور یہ نماز طواف کے بعد فوراً پڑھنی چاہیئے۔

نمازِ طواف پڑھ کر ملتزم کے پاس جائے۔ اور اس سے لپٹ کر اپنا سینہ اور پیٹ کبھی دہنا رخسار اور کبھی بایاں اور کبھی رخ سارا اس پر رکھے۔ اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پہ پھیلائے۔ اور نہایت خشوع خضوع سے دعا کرے اور درود شریف پڑھے۔

آبِ زمزم اس کے بعد ہم چاہ زمزم کی طرف بڑھے ہیں۔ اور مسئلہ بھی یہی ہے۔ کہ طواف و نمازِ طواف سے فارغ ہو کر زمزم کا پانی خوب سیر ہو کر پیا جائے۔ اور پینے کے بعد کچھ پانی سر اور بدن پر بھی ڈالا جائے۔ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ زمزم پیتے وقت جو دعا مانگی جائے۔ قبول ہوتی ہے۔

چاہِ زمزم چاہ زم زم مسجد شریف کے اندر ہی ہے۔ اور یہاں ہر وقت بے پناہ ہجوم رہتا ہے۔ کنوئیں کے اوپر ڈولوں سے نکالنے والے متعدد ملازم موجود رہتے ہیں۔ جو ہر وقت پانی نکالتے رہتے ہیں۔ اور متعدد ٹونٹیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور مسجد شریف سے باہر بھی بعض مقام ایسے بنے ہوئے۔ جہاں تک پائپوں کے ذریعہ پانی پہنچتا

ہے۔ اور ان مقامات پر بھی ہجوم رہتا ہے۔ اور یہ چاہ زم زم ہی کی برکت و کرامت ہے۔ کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ہر روز اس پانی سے پانچ وقت وضوء بھی کرتے ہیں۔ غسل بھی کرتے ہیں۔ پیتے بھی ہیں۔ اور اسی پانی سے کفن بھی بھگوتے ہیں۔ اور پھر واپسی پر اپنے اپنے ملکوں میں ٹینوں کے ٹین اور ڈرم بھر کر لے بھی جاتے ہیں۔ اور چوبیس گھنٹے اس سے پانی نکلتا ہی رہتا ہے۔ مگر سبحان اللہ! یہ کنوآں نہ کبھی خشک ہوا ہے۔ اور نہ ہی اس سے کبھی پانی کچھ کم ہوا ہے۔

صفا مروہ

ہم نے یہاں پانی سیر ہو کر پیا ہے۔ رشید و بلال نے پیا بھی ہے۔ اور اپنے بدنوں، اور کپڑوں پر بھی ڈالا ہے۔ میں نے اور رشید و بلال کی والدہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اس کے بعد ہم باب الصفا سے نکل کر صفا مروہ کی طرف آئے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لائے تھے۔ اور اس صحراء میں انہیں تنہا چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ اس وقت یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ حضرت ہاجرہ نے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لٹایا تھا۔ اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پانی کے لئے بیچین ہوئے۔ تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی پر چڑھیں۔ اور پھر وہاں سے اتر کر دوڑتی ہوئی دوسری پہاڑی پر چڑھیں۔ اتنے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی مقدس ایڑیاں زمین ماریں۔ تو ان مقدس ایڑیوں کی بدولت خشک زمین سے پانی اُبل پڑا۔ حضرت ہاجرہ نے جو یہ دیکھا۔ تو دوڑتی ہوئی تشریف لائیں۔ اور پانی کے ارد گرد ریت و کنکریوں کی حصار کھینچ کر فرمایا:۔

"زم زم"

یعنی "ٹھہر ٹھہر"۔ یہی وہ کنواں ہے۔ جس کا آج تک نام ہی زمزم زبان زدِ خلائق ہے۔ اور جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مقدس ایڑیوں کا صدقہ ہے۔

اس موقعہ پر اعلیحضرت کا ایک شعر بھی سنتے چلیے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

اُن کو بے مانگے ملا اِن کو رگڑ کر ایڑیاں
مالکِ کوثر کے ہمسر صاحبِ زمزم نہیں

یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایڑیاں رگڑ کر زمزم ملا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر بن مانگے

عطا ہؤا۔ لہذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ زیادہ ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گود میں اٹھا لیا۔ اور تنہا یہاں تشریف فرما تھیں۔ کہ ایک قافلۂ بنی جرہم کا اس طرف سے گزر ہؤا۔ قافلہ والوں نے یہاں ایک عورت کو اور اس کی گود میں ایک نورانی بچے کو دیکھا۔ تو حیران رہ گئے۔ کہ اس صحرا میں یہ کون ہیں؟ تو ؎

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو!
ادب کی جا ہے اے بوڑھو! جوانو! عورتو! مردو
یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

خبردار! کوئی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ یہ مقدس گھرانے کے افراد ہیں۔ چنانچہ ان قافلہ والوں نے یہاں پانی دیکھ کر حضرت ہاجرہ سے اجازت لی۔ اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور آج یہی جگہ مرکزِ خلائق ہے۔ جس کا نام کعبہ معظمہ ہے۔ صفا مروہ کی دو پہاڑیاں آج بھی موجود ہیں۔ اور ان دو پہاڑیوں کی عزت وعظمت پر قرآن پاک شاہد ہے۔ اور ان کی عزت و شرافت حضرت ہاجرہ و و اسماعیل علیہ السلام کے قدمِ میمنت لزوم کی رہینِ منت ہے

اور ہمیں اب انہیں پہاڑیوں کی زیارت کرنا ہے۔ اور پھر ان دونوں کے درمیان چلنا اور دوڑنا ہے۔ اور چل دوڑ کر حضرت ہاجرہ کی ادائے مبارک کی نقل کرنا ہے۔ چنانچہ ہم باب الصفا سے نکل کر درود و سلام پڑھتے ہوئے پہلے صفا پہاڑی کے پاس پہنچے ہیں۔ اور قریب پہنچکر یہ دعا پڑھی ہے۔

اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ بِہٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ۔

اس کے بعد ہم سیڑھی پر چڑھے ہیں۔

مسئلہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ اوپر کی دعا پڑھ کر صفا پہاڑی پر چڑھنے کے لئے جو سیڑھیاں بنی ہیں۔ ان پر چڑھنا شروع کرے۔ اور اتنا چڑھے کہ وہاں سے کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ جب کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ تو کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک دعا کی طرح پھیلے ہوئے اٹھائے۔ اور پھر تکبیر و تہلیل اور درود شریف پڑھے۔ اور یوں کہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اور درود شریف پڑھ کر اپنے اور اپنے احباب و اقربا

اور دیگر مسلمانوں کے لیئے دعا مانگے۔ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر تقریباً پچیس آیت کی مقدار ٹھہر کر پھر چل پڑے۔ اور اپنی رفتار سے ذکر کرتا ہو دعایئں مانگتا ہوا مروہ کی طرف چلے۔

یہ نیت کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَیَسِّرْہُ لِیْ۔

اور پھر چل پڑے۔ اور ذکر کرتا ہوا اپنی رفتار سے مروہ کی طرف چلے۔ اور یہ بھی پڑھتا چلے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَتَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

اور اس کے علاوہ درود شریف اور جو دعا چاہے مانگتا چلے

سبز میل

صفا سے تھوڑے ہی فاصلہ پر سبز رنگ کا ایک ستون مسجد شریف کی دیوار سے متصل نظر آتا ہے۔ اور اس ستون سے کچھ فاصلہ پر پھر آگے بھی ایک سبز رنگ کا ستون ہے۔ ان دونوں ستونوں کے درمیان دوڑنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ہاجرہ بھی یہاں دوڑی تھیں۔ ادر یہ آپ معلوم کر چکے۔ کہ حج سارے کا سارا خدا کے مقبولوں کی نقل ہی ہے

چنانچہ ہم چلتے ہوئے جب اس سبز ستون کے پاس پہنچے ہیں۔ تو ایک دم دوڑ پڑے ہیں۔ رشید و بلال تو اتنی تیزی سے دوڑے ہیں۔ کہ آگے جاکر پھر میری انتظار میں انہیں ٹھہرنا پڑا۔ اگلے ستون کے پاس پہنچ پھر اپنی معمولی رفتار سے چلا جاتا ہے۔

مسئلہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ ان دونوں ستونوں کے درمیان دوڑے۔ مگر متوسط طریق سے دوڑے۔ لیکن رشید و بلال کا بچپنہ اس دوڑ میں کچھ ایسا خوش ہے۔ کہ اس جگہ سے بیحد تیز دوڑنے لگتے ہیں (عورتیں اس دوڑ سے مستثنیٰ ہیں)

عجیب منظر یہ منظر بھی ایک عجیب دلکش ہے۔ کہ چھوٹے بڑے امیر غریب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے صفا پہاڑی سے اتر کر مروہ کی طرف چل رہے ہیں۔ اور جب سبز میں آیا۔ تو سب کے سب ایک دم دوڑ پڑے ہیں۔ کوئی چل رہا ہے۔ کوئی دوڑ رہا ہے۔ کوئی مروہ کو جا رہا ہے۔ اور کوئی وہاں سے آ رہا ہے۔ سبحان اللہ! یہ نظارہ بھی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم مروہ پہاڑی کے پاس آ پہنچے

اب یہاں بھی صفا پہاڑی کی طرح سیڑھیوں پر چڑھے ہیں اور کعبہ شریف کی طرف رخ کرکے اسی طرح ذکر و دعائیں کیں۔ جس طرح صفا پہاڑی پر کیں تھیں۔ اور یہ ہمارا پہلا پھیرا ختم ہوا۔ اب ہم پھر صفا کی طرف چل پڑے ہیں۔ اور اسی طرح ذکر کرتے ہوئے چل رہے ہیں۔ اور صفا کے قریب جب وہی سبز ستون آیا ہے۔ تو پھر وہاں سے دوڑ پڑے ہیں۔ اور اگلے ستون کے پاس پہنچ کر پھر اپنی رفتار سے چلنے لگے ہیں۔ حتیٰ کہ پھر صفا کے پاس آ گئے ہیں یہ دوسرا پھیرا تھا جو ختم ہوا۔ پھر حسب سابق صفا کی سیڑھی پر چڑھ کر ذکر و دعا کی۔ اور مروہ کی طرف چل پڑے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے سات پھیرے پورے کئے۔ جو مروہ پر جاکر ختم ہوئے۔

مسئلہ ہر پھیرے میں دونوں سبز میلوں کے درمیان دوڑنا ضروری ہے۔ اور اس جگہ کے علاوہ اپنی معمولی رفتار سے چلے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ دن کے وقت ہجوم زیادہ ہوتا ہے۔ اور جو حجاج ناواقف اور معلموں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ معلم حضرات یہ نہیں دیکھتے کہ سبز ستون آیا ہے یا نہیں۔ وہ گنجائش دیکھتے ہیں یعنی اگر سبز ستونوں کے درمیان ہجوم زیادہ ہے تو وہاں

سے اسی رفتار گزاریں گے۔ اور آگے جاکر کہیں ہجوم کم نظر آیا۔ تو وہاں دوڑا دیں گے۔ پس حجاج کو خود اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ کہ سبز ستون جو بہت بڑے بڑے ہیں۔ وہ آئیں۔ تو دوڑا جائے۔ پہلے یا بعد میں نہیں یہ سات پھیرے جو ختم ہوئے سعی کہلاتے ہیں۔

حجامت

اس کے بعد اب حجامت کا مرحلہ باقی ہے۔ مردوں کے لئے سر کے سارے بال استرے سے منڈوا ڈالنے یا بال چھوٹے کرانے ضروری ہیں۔ اور عورت کے لئے ایک انگلی کے برابر بال کٹوا لینے کافی ہیں۔ سید جمیل صاحب جو ہمارے معلم ہیں، ہمیں صفا مروہ کے متصل ہی ایک حجام کی دکان پر لے گئے ہیں۔ جنہوں نے میری۔ رشید اور بلال کی حجامت بنائی ہے اور ہم نے استرے سے بال منڈوا دیئے ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ کے سر کے تھوڑے سے بال سید جمیل صاحب نے گھر لے جاکر اپنی والدہ سے کٹوائے ہیں۔ سید جمیل صاحب کے ارشاد پر ہم نے ایک ایک ریال حجام صاحب کو دے دیا ہے۔ اور اب ہم عمرہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور احرام کھول سکتے ہیں۔ رشید و بلال کی والدہ نے مجھے مبارک دی ہے۔ کہ عمرہ مبارک باد!

اور رشید و بلال بھی مبارک مبارک کہہ رہے ہیں۔ اور میں انہیں کہہ رہا ہوں۔ اب ہم معلم صاحب کے مکان پر آکر تھوڑی دیر کے لئے سو گئے ہیں۔

۲۳ر مئی بروز پیر

آج صبح اٹھ کر احرام کی چادریں اتار دی ہیں۔ اور معمول کے مطابق کپڑے پہن لئے ہیں۔ حرم شریف میں جاکر نماز ادا کی۔ اور پھر قیامگاہ پر آکر خود چائے تیار کی اور پی۔ فی الحال ہم اپنے معلم سید جعفر شاہ صاحب ہی کے مکان کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں ہیں۔ اور خیال ہے۔ کہ آج کوئی اچھا سا مکان تلاش کرکے وہاں چلا جاؤں گا۔ مکہ معظمہ میں چونکہ ان دنوں دنیا کے کونہ کونہ سے مسلمان کھچے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے یہاں مکان کا آسانی کے ساتھ مل جانا دشوار ہے۔ سید جمیل صاحب کے ساتھ اسی محلہ میں چند ایک مکان دیکھے ہیں۔ مگر یہ بہت مہنگے ہیں۔ اہل مکہ ان دنوں حجاج کرام سے پورے سال کا کرایہ وصول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک عرب صاحب سے مزاحاً یہ

مکان کا کرایہ

پوچھا بھی۔ کہ چھوٹے چھوٹے کمروں کا آپ اتنا زیادہ کرایہ کیوں وصول کرتے ہیں؟ تو

انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سال بھر کا کرایہ لیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اور رہتے تو ہم زیادہ سے زیادہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہیں وہ بولے۔ تو یہ آپ کا اپنا قصور ہے۔ آپ سال بھر رہیئے آپ کو کون روکتا ہے؟ واقعی عرب صاحب نے بڑے مزے کی بات کی۔ اے کاش! دنیوی دھندے نہ ہوں۔ تو سال بھر کیا، عمر بھر یہیں رہا جائے۔ حرم شریف سے مکان جتنا قریب ہوگا۔ اتنا ہی وہ مہنگا بھی ہوگا۔ چنانچہ اپنے چند احباب کو ملنے کے لئے میں "باب ابراہیم" کے متصل ہی ایک مکان میں گیا۔ میرے یہ احباب نو کی تعداد میں ہیں۔ اور افریقہ و کویت سے آئے ہیں۔ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ غسلخانہ و بیت الخلاء بھی ساتھ ہی ہے۔ اور کرایہ اس کا گیارہ سو ریال ہے۔ جو ان نو افراد نے ادا کیا ہے۔ اسی طرح دو دو ہزار، چار چار ہزار تک کے مکان بھی ہیں۔ اور حجاج کرام اس سفر میں چونکہ اجتماعی شکل میں یعنی بیس بیس تیس تیس افراد مل کر مکان لیتے ہیں اس لئے کرایہ میں تقسیم سے تخفیف ہو جاتی ہے۔ حرم شریف سے کچھ فاصلہ پر جو مکان ہیں۔ وہ سستے ہیں۔ میرے ساتھ چونکہ بچے ہیں۔ اس لئے میں کوئی مشترکہ مکان تو لے نہیں سکتا۔ بہرحال الگ ہی کوئی مکان

لینا پڑے گا۔ جس میں میرے علاوہ میرے عم زاد بڑے بھائی، جناب مولانا عبدالقادر صاحب بھی آکر رہیں گے۔ چنانچہ چند دوستوں کی اطلاع پر محلہ شبیکہ میں مدرسہ صولتیہ کے پاس ایک مکان دیکھنے کے لئے گیا ہوں۔ مدرسہ صولتیہ حرم شریف سے تقریباً تین فرلانگ پر واقع ہے۔ یہاں پہنچ معلوم ہوا۔ کہ مدرسہ کے متصل ہی ایک دو منزلہ مکان ہے۔ اوپر کی منزل میں تو لاہور کے بعض حجاج قیام فرما ہیں۔ اور نیچے کی منزل میں دو کمرے خالی ہیں۔ اس مکان کی مالک ایک عرب بیوہ خاتون ہیں۔ انہیں پتہ چلا۔ تو سیاہ برقعے میں ملبوس نیچے تشریف لائیں ہیں۔ اور یہ کمرے کھول کر دکھائے۔ مکان بڑا بوسیدہ اور کچی دیواریں اور زمین بھی کچی نظر آئی اور کرایا تین سو ریال بتایا۔ میں نے اتنے کرائے میں اس مکان کو مہنگا نہیں سمجھا۔ اور عرب خاتون سے کہہ دیا ہے۔ کہ یہ مکان ہمارے لئے رہنے دیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ کہ آپ کرایہ پہلے دیدیں۔ پھر چاہے جب آئیں۔ چنانچہ میں نے تین سو ریال ادا کر دیئے ہیں۔ اور پھر اپنے معلم صاحب کے پاس آیا ہوں۔ اور معلم صاحب کے ملازم کی تحویل میں سامان دے کر بچوں سمیت اس مکان میں آگیا ہوں

پانی

اس مکان کے دروازے کے متصل ہی ایک کنواں ہے۔ یہ کنواں ان کنوؤں میں سے ایک ہے۔ جن میں نہر زبیدہ کا پانی آتا ہے۔ یہ کنویں صبح کھلتے ہیں۔ اور دوپہر کو بند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر پچھلے پہر کھل کر شام کو بند ہو جاتے ہیں۔ آجکل ان کنوؤں پر عربی سقوں کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ چاروں طرف کنویں کو گھیرے رہتے ہیں۔ اور باری باری پانی نکال کر اپنے کنستر بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ اور بیچتے ہیں۔ دو دو کنستر ان کے کندھوں پر لٹکے رہتے ہیں۔ جنہیں یہ آجکل چھ چھ قرش اور کبھی کبھی آٹھ آٹھ قرش پر بیچتے ہیں۔ کنویں سے پانی بھر کر ان کنستروں کو لئے "مویا مویا" کی یا پھر ہمیں سمجھانے کے لئے "مانی مانی" کی آواز دیتے پھرتے ہیں۔ ہم نے پہلی مرتبہ دو کنستر خریدے ہیں۔ اور چھ قرش ادا کئے ہیں۔ گرمی انتہا کی ہے۔ بچے ساتھ ہیں۔ پیاس بار بار لگتی ہے۔ اور دن بھر کے لئے کئی کنستر درکار ہیں۔ مگر پانی ملتا یہاں قیمتاً ہے۔ اور خرچ حجاج کے پاس محدود ہوتا ہے۔ اسلئے بڑی احتیاط پیش نظر ہے۔ مگر پانی میں احتیاط کیا کی جائے۔ بار بار پیاس لگتی ہے۔ نہانے پر بھی دل چاہتا ہے۔ کھانا دانا بھی پکانا ہے۔ چائے بھی پکانی ہے، کپڑے

بھی دھونے ہیں۔ اور کئی کام ہیں جو پانی کے بغیر مشکل ہیں۔ یہاں آکر پانی کی قدر معلوم ہوئی۔ اللہ اکبر! خدا تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں میں سے ہر ایک نعمت واقعی انتہائی قیمتی ہوتی ہے۔ مگر ہم غفلت شعار اسے سمجھتے نہیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ اللہ کی یہ نعمت بافراط ہے۔ اس لئے اس کی اصل قدر تو یہاں آکر معلوم ہوتی ہے۔ اپنے ہاں تو پانی کوئی نایاب نہیں۔ بلکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے۔ کہ چاروں طرف پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۵۴ء میں جب میں حج کے لئے آیا تھا۔ تو واپسی پر کویت اتر گیا تھا۔ انہی دنوں ہمارے پنجاب میں ہولناک سیلاب

لطیفہ

آگیا تھا۔ چنانچہ اس کی خبر میں نے کویت میں ریڈیو میں سن لی۔ یہ خبر سن کر میں حیران سا ہو گیا۔ تو ساتھ میرے ایک کویت کے عرب صاحب بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ تو میں نے بتایا۔ کہ ہمارے ملک میں سیلاب آگیا ہے۔ انہوں نے سیلاب کی کیفیت پوچھی۔ تو میں نے بتائی۔ تو وہ بولے۔ "آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ کہ آپ کے مکان بھی پانی میں تیرتے ہیں۔ اور ہماری تو زبان بھی پانی کو ترستی ہے۔" دیکھا آپ نے اس طرف پانی کس قدر قلت

ہے۔ سچ فرمایا شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے کہ مرغی ایک گھونٹ پانی کا پی کر اپنا منہ اوپر اٹھا کر پانی پلانے والے رب کا شکریہ ادا کر لیتی ہے۔ مگر افسوس غافل انسان پر کہ ہزاروں من پانی پی جاتا ہے۔ مگر کبھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

رونق آج کل مکہ معظمہ میں بڑی رونق ہے۔ بازاروں سے گزرنا انتہائی دشوار ہے۔ سبحان اللہ! جدھر نکل جایئے۔ اطراف عالم سے آئے ہوئے مختلف مسلمانوں کے گروہ نظر آتے ہیں۔ بہت سے حجاج آچکے ہیں، اور اکثریت ان کی ہے۔ جو متواتر آ رہے ہیں۔ کوئی بس اِدھر سے آ رہی ہے۔ کوئی اُدھر سے۔ کسی بس پر مصری حجاج آ رہے ہیں۔ کسی پر سوڈانی اور کسی پر جاوا سماٹرا کے اور کسی پر ہندوستانی اور پاکستانی وغیرہ حجاج آ رہے ہیں۔ اور جو بھی آ رہے ہیں۔ لبیک اللہم لبیک کی مبارک صدائیں اُنکے لبوں پر ہیں۔ عجیب منظر ہے۔ کیا عجب چہل پہل ہے۔ ایک ہی دھن، ایک ہی مقصد ایک ہی ارادہ، سینکڑوں کی تعداد میں بسیں اور موٹریں ہیں جو اِدھر اُدھر دوڑ رہی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ بازار میں چلنا اور اِدھر سے اُدھر عبور کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے ہجوم

رش اور اجتماع ہوئے۔ ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مگر بخدا ایسا مقدس ہجوم، پیارا رش، اور عظیم اجتماع بجز اجتماع حج کے نہ کہیں ہوا، نہ ہوگا۔

حج کو ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ اور حجاج کرام ہر روز مکہ معظمہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور ہر روز حرم شریف کی حاضری، اللہ کے گھر کی زیارت اور اس کے طواف سے مشرف ہوتے ہیں۔ ہم بھی اس شرف سے مشرف ہوئے اور ہوتے رہیں گے انشاء اللہ!

رشید و بلال کی یہاں بڑی فکر ہے۔ اس لیے کہ بڑا شہر اور بے پناہ ہجوم، اطرافِ عالم کے لوگوں کا اجتماع اور لاتعداد ٹریفک، اور یہ دونوں بچے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اِدھر اُدھر ہو جائیں۔ مدینہ منورہ میں یہ فکر نہ تھی۔

۲۴ رمئی تا یکم جون
بروز
منگل وار تا بدھوار

حج کو ابھی سات آٹھ روز باقی ہیں۔ اور ہم نے جی بھر اللہ کے گھر کی زیارت کی ہے۔ ہر روز حرم شریف جاتے

ہیں۔ بعد از نماز طواف کرتے ہیں۔ رشید و بلال بھی میرے ساتھ ہوتے ہیں۔

خانۂ کعبہ

فریضۂ حج ادا کرنے والے کو جس خاص مقام، جس خاص گھر سے سب سے زیادہ وابستگی رہتی ہے۔ اور سب سے زیادہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ وہ ہے ۔ خانہ کعبہ ۔ خانہ کعبہ سے زیادہ پرانا زیادہ قدیم گھر اب تک تاریخ دانوں کو اس کرۂ ارض پر نہیں ملا ہے۔ بعض شہر، بعض آبادیاں، بہت پرانی ملی ہیں۔ ایک چھوٹا سا گھر اتنا پرانا اب تک تو معلوم نہیں ہوا ہے۔ اسی لئے تو قرآن پاک میں خانۂ کعبہ کو ۔ "البیت العتیق" کہا گیا ہے۔ البیت العتیق کے معنی "خانۂ قدیم" یا "پرانے گھر" کے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اسے قدیم کہے ہوئے بھی کتنا زمانہ ہوگیا۔ اسی خانہ کعبہ کو جس کے طواف کا حکم ہے۔ جس کے طواف کی فرحت سامانیاں حدِّ تصور سے باہر ہیں۔ "مثابۃً للنّاسِ وَ اَمۡنًا ۔ بھی کہا گیا ہے۔ مثابہ کے معنی ہیں وہ مقام جس کی طرف انسان بار بار رجوع کرے۔ اور پھر بھی جی نہ بھرے" جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ لوگ حج پر حج اور عمرہ پہ عمرہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اکتاتے نہیں"۔ مثابہ کے ایک معنی

ہیں — کنوئیں کی وہ خاص جگہ جہاں سے پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں — اہلِ دل جانتے ہیں۔ کہ کعبہ سے کیا کیا فیوض اور برکتیں ملتی رہتی ہیں۔ مانگنے والوں کو بھی، اور نہ مانگنے والوں کو بھی اسی خانہ کعبہ کو "مقامِ امن" بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے۔ کہ ہمیشہ سے اسی گھر میں پناہ لینے والے محفوظ سمجھے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مجرم ایامِ جاہلیت میں بھی جب خانہ کعبہ میں جاتے تو اُن کو گرفتار نہیں کیا جاتا تھا۔ عارفوں کا ایمان ہے۔ کہ رہتی دنیا تک خانۂ کعبہ مامون اور محفوظ رہے گا۔

اسی خانۂ کعبہ کو "ہدایت کا سرچشمہ" بھی کہا گیا ہے — دیکھئے۔ صرف اہلِ عرب کی ہدایت کا نہیں۔ صرف مسلمانوں کی ہدایت کا نہیں، بلکہ سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ دنیا جانتی ہے۔ دنیا مانتی ہے۔ کہ مادی، معاشی، معاشرتی، روحانی، اخلاقی، غرض کہ ہر قسم کی تعلیم کی اشاعت کا مرکز، ہر قسم کی سچی ہدایت کا نقطۂ اولین یہی خانۂ کعبہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور اسی خانۂ کعبہ کے شہر میں، جس کو مکہ کہتے ہیں، وہ بے نظیر ہستی مبعوث ہوئی، جس کی ہدایت نے، نصیحت نے، تبلیغ نے اور تعلیم نے انسانیت کو پھلنے پھولنے اور سنورنے سدھرنے کا موقع دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

مسئلہ مسجد حرام شریف میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے چاہے یہ نماز جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا۔ حج سے پہلے ان ایام میں ہم اس عظیم ثواب سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

فضیلت طواف جس قدر ممکن ہو نفلی طواف کیجئے۔ اس لئے کہ طواف کی بہت فضیلت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کیلئے ہیں اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس بیت اللہ شریف دیکھنے والوں کے لئے۔ (طبرانی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس روایت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت کا اندازہ لگائیے۔ کہ جب کعبہ شریف کو دیکھنے والا اس قدر رحمتوں کا مستحق ہے تو جن پاک لوگوں نے کعبہ کے بھی کعبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دن رات زیارت کی ہو۔ وہ نفوس قدسیہ خدا تعالےٰ کی کس قدر رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین!

مسئلہ نفلی طواف میں اضطباع اور رمل نہیں اور سعی بھی نہیں۔ ہاں طواف کے بعد دو رکعت نفل واجب ہیں۔

غلاف کعبہ کعبہ معظمہ کا سیاہ غلاف عجب بہار دیتا ہے۔ اس سیاہ رنگ کے ریشمیں غلاف میں ملبوس کعبہ معظمہ کا کچھ ایسا جلال آمیز منظر ہے۔ کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ چاروں طرف سنہری اور جلی حروف میں، قرآن پاک کی آیات اور بھی زیادہ نور علے نور کا نظارہ پیش کرتی ہیں۔ یہ غلاف ہر سال مصر سے نیا بن کر آتا ہے۔ اور حج کے روز سے پہلے پرانا غلاف اتار دیا جاتا ہے اور نیا غلاف پہنایا جاتا ہے۔ اور اس مبارک رسم میں حاکم وقت اور دیگر عمائد و اکابر شریک ہوتے ہیں۔ مدت سے یہ رسم یونہی چلی آئی ہے۔ پرانا غلاف اتارکر کعبہ معظمہ کے خدام و متعلقین کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو اس غلاف کے ٹکڑے کرکے شائقین کے ہاتھوں بڑی بڑی معقول رقموں میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس غلافِ پاک کے چھوٹے بڑے ہر سائز کے ٹکڑے مل جاتے ہیں۔ چنانچہ اکثر حضرات نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دیکھے بھی ہوں گے۔ ۵۴ھ میں جب میں آیا تھا۔ تو اسی طرح پرانا غلاف

اتار دیا گیا تھا۔ اور نیا چڑھایا گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی۔ کہ نیا غلاف اُسی پُرانے غلاف کے اوپر چڑھا دیا گیا۔ اور پرانے غلاف کو اتارا نہیں گیا۔ حجاج کرام اس نئی بات پر متعجب اور حیران ہیں۔ تاآنکہ پتہ یہ چلا ہے۔ کہ یہاں کے مفتی کا امسال یہ فتویٰ صادر ہوُا ہے۔ کہ غلافِ کعبہ کی بطور تبرک تقسیم یہ بھی شرک ہے۔ اس لئے پرانا غلاف اتارا نہیں جائے گا۔ اور اِسے تبرکاً تقسیم نہیں ہونے دیا جائیگا۔ مجھ سے ایک معلمّ صاحب نے بیان کیا۔ کہ حج کے بعد اس پُرانے غلاف کو اتار کر داخل خزانہ کر دیا جائے گا، تاکہ اِسے کوئی تبرکاً تقسیم نہ کر سکے۔ واللہ اعلم یہ فتویٰ والی بات کہاں تک درست ہے۔ لیکن اس سال پرانے غلاف کا نہ اتارا جانا تو بالکل عیاں ہے۔ اور یہ ایک نئی ہی بات ہے۔ اور اس پر حجاج کرام بڑے متعجب اور حیران ہیں۔

گنبد خضراء علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سبز پردے بھی اسی سیاہ غلاف کے ساتھ مصر سے آیا کرتے تھے۔ مگر آجکل اس دورِ حکومت میں روضہ شریف پر پردے چڑھانے تو پہلے ہی سے شرک قرار دیئے جا چکے تھے

اور عشاق روضہ۔ روضہ مطہرہ خود بھی انہیں قدیم پردوں کو دیکھ دیکھ کر دم بخود رہ جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اب یہ بات کعبہ معظمہ میں بھی آ پہنچی۔ خدا خیر کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ طواف کعبہ اور تقبیل حجر اسود وغیرہ کو بھی اسی مدّ میں داخل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ کعبہ معظمہ اور حجر اسود بھی ہیں تو غیر اللہ ہی۔ سچ کہتا ہوں۔ کہ اس خبر سے بڑا افسوس ہوا۔

مقدس ہجوم

مکہ معظمہ کا مقدس شہر کافی بڑا شہر ہے مگر اطراف عالم سے مخلوق کچھ اس طرح کھنچ کر یہاں آچکی ہے۔ اور آ رہی ہے۔ کہ لمحہ بہ لمحہ اس مقدس ہجوم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں لکھنے میں کہاں تک لاؤں۔ بس یہ پیارا اور ایمان افروز ہجوم دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس بازار، جس گلی، جس مکان کی طرف نظر دوڑائیے۔ انسان ہی انسان نظر آتے ہیں بازاروں میں سینکڑوں کی تعداد میں ملکی و غیر ملکی بسیں، موٹریں، ٹیکسیاں اور نجی موٹریں ادھر ادھر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور کسی بازار میں سے گزرنا بڑی محنت کا کام ہے۔ نماز کے وقت حرم شریف کی طرف چاروں طرف سے رنگ رنگ کی مخلوق خدا کچھ

اس طرح کھچی چلی آتی اور حرم شریف کے مختلف دروازوں سے اندر داخل ہوتی نظر آتی ہے۔ جیسے بیشمار جنتی جنت کے مختلف دروازوں سے جنت کے اندر داخل ہو رہے ہوں۔ اور نماز سے فراغت کے بعد حرم شریف کے چاروں طرف سے نکلنے والی مخلوق کا انبوہ کثیر ایک روح پرور نظارہ پیش کرتا ہے۔ حرم شریف باوجود بےحد وسیع ہونے کے اور اب دو منزلہ بن جانے کے باوجود ایک دم بھر جاتا ہے۔ اور باہر کے جملہ بازاروں۔ دکانوں اور مکانوں کے اندر بھی صفیں بندھی نظر آتی ہیں۔ اور اس دنیا بھر میں بے مثل و بینظیر اجتماع میں راعی رعایا، چھوٹے بڑے، امیر غریب، گورے کالے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ انتہائی سیاہ رنگ کی مخلوق اور دنیوی حیثیت سے غریب افراد کعبہ شریف کی مقدس دیواروں کے قریب اگلی صفوں میں اور بڑے بڑے خوبصورت وجیہہ اور امراء و سلاطین دور پیچھے کی صفوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اور کوئی بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتا یہی وہ اسلام کی بمیشل خوبی ہے۔ جس کے سامنے آجکل افریقہ میں عیسائیت دم توڑ رہی ہے۔ نئی تہذیب کا علمبردار یورپ نسل و رنگ کے امتیاز کا کچھ اس طرح

شکار ہے۔ کہ گوروں کے ہوٹل الگ، ان کے گرجے الگ، ان کے لئے بسیں اور ٹرینیں الگ۔ گوروں کے ہوٹل میں ان کے گرجے میں اور ان کی ٹرینوں اور بسوں میں کوئی کالے رنگ کا آدمی گھس نہیں سکتا۔ گویا ان کے نزدیک کالا رنگ رکھنے والا انسان انسان ہی نہیں۔ اگرچہ انسانیت اسی میں ہو۔ اور گورے رنگ والا ہی انسان ہے۔ اگرچہ "حیوانیت" اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ برعکس اس کے اسلامی مساوات کا انسانیت آمیز نظارہ ہر مسجد میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور حرم شریف میں تو اس مساوات کا ہمیشہ نظارہ پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اور اس شعر کی مکمل تفسیر نظر آتی ہے۔ کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

لیجئے! حکومت کی طرف سے اعلان ہو گیا ہے۔ کہ حج ۳، جون جمعہ کے روز ہوگا۔ یہ خبر سن کر حجاج کے دل مسرت سے لبریز ہوگئے ہیں۔ ایک تو اس لئے۔ کہ وہ دن جس کے لئے ہم اتنی دور دراز سے اپنے اپنے گھروں بچوں اور عزیزوں کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ قریب آ گیا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ ہماری قسمت میں حج اکبر

ہوگا۔ اس اعلان کے سننے اور مشہور ہونے پر کہ اس دفعہ حج ــ حج اکبر ہوگا۔ اطراف و جوانب سے اور بھی کئی افراد مکہ معظمہ آ پہنچے ہیں۔ اور حجاج کی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ یہ تو بعد از حج معلوم ہوگا۔ کہ اس دفعہ حجاج کتنی تعداد میں آئے۔ لیکن دس لاکھ کے قریب قریب ضرور ہوں گے۔ ۱۳۶۹ھ میں جب آیا تھا۔ تو اس سال مکہ معظمہ کے اخبار "امّ القریٰ" میں حجاج کی تعداد ۴ لاکھ پڑھی تھی۔ اور اس دفعہ تو سبھی کہہ رہے ہیں کہ حجاج کرام پچھلے سالوں سے زیادہ تعداد میں حاضر ہوئے ہیں۔

الحمدللہ! کہ میرے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بھی پہنچ گئے ہیں۔ معلم صاحب سے معلوم ہوا۔ کہ مولانا عبدالقادر صاحب جدہ پہنچ گئے ہیں۔ اور کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی بالخصوص رشید و بلال تو خوشی سے اچھلنے لگے ہیں ــ کہ بابا جی آرہے ہیں۔ برادرِ معظم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ایک ہی گھر کے چند افراد مل کر حج کے شرف سے مشرف ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوشی کی بات ہوگی۔ برادرِ معظم کے ساتھ میں نے

بھی طوافِ نفل کیا۔ اور اس کے بعد سعی اور حلق سے انہوں نے فارغ ہوکر اپنا احرام کھول لیا۔ کیونکہ ان کا احرام بھی عمرہ کا تھا۔

۲؍جون بروز جمعرات

آج چونکہ بعد نمازِ صبح حج کی ابتداء ہونے والی ہے اس لئے ہم سب نے رات ہی سے احرام باندھنے کے لئے احرام کی چادریں تیار کر رکھی تھیں۔ اور صبح غسل کیلئے پانی بھی خرید لیا تھا۔ رشید و بلال بھی بڑے خوش ہیں۔ نمازِ فجر سے پہلے ہی ہم نے غسل کیا ہے۔ اور احرام باندھ لیا ہے۔

مسئلہ حج در اصل آٹھویں ذی الحجہ کو شروع ہو جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کہ متمتع یعنی جس نے تمتع کا احرام باندھا ہو۔ وہ عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول دے اور پھر آٹھویں کو حج کا احرام باندھ کر حج کرے۔ چنانچہ ہمارا احرام بھی تمتع کا تھا۔ اور ہم عمرہ کرکے احرام کھول چکے تھے۔ اس لئے آج ہمیں احرام باندھنا تھا۔ احرام مسجد الحرام شریف میں باندھنا مستحب ہے۔ اور دوسری جگہ بھی حرم کی حدود کے اندر اندر باندھنا جائز ہے۔ ہم نے اپنے

مکان ہی میں باندھ لیا ہے۔ احرام باندھتے وقت غسل کرکے دو رکعت احرام پڑھ کر احرام کی نیت کرے۔ اور وہی طریقہ اختیار کرے۔ جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

مسئلہ آٹھویں ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کو چل دینا چاہیئے۔ اس دن ظہر، عصر، مغرب عشاء، اور فجر پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنی مستحب ہیں۔ اور رات کو بھی منیٰ میں ٹھہرنا چاہیئے۔ مکہ معظمہ یا کسی اور جگہ ٹھہرنا خلافِ سنت ہے۔

منیٰ کو جاتے ہوئے "لبیّک اللّٰھم لبیّک" پڑھے اور وہاں ٹھہرنے کے بعد بھی پڑھتا رہے۔

ہمارے معلم صاحب نے کل ہی فرما دیا تھا۔ کہ بعد از نماز فجر ان کے مکان پر اُن کے سب حجاج جمع ہو جائیں۔ ہمارے معلم صاحب کے حجاج کا قافلہ اُن کے مکان کے متصل بازار سے روانہ ہوگا۔

منیٰ حج کے پانچ روز مکہ معظمہ سے باہر ہی باہر گزرتے ہیں۔ ان پانچ دنوں میں مکہ معظمہ سے منیٰ۔ منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ، اور مزدلفہ سے پھر منیٰ آنا پڑتا ہے۔ منیٰ مکہ معظمہ سے تین میل دور اور منیٰ سے عرفات نَو میل۔ عرفات سے مزدلفہ چھ میل۔ اور پھر

مزدلفہ سے منیٰ تین میل ہے۔

"منیٰ" یہ وہی مقام ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر تشریف لائے تھے۔ اور خدا کی راہ میں اپنا لختِ جگر قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ وقوفِ عرفہ کے بعد حجاج یہیں پہنچ کر قربانی دیتے ہیں۔

ہمیں چونکہ پانچ روز باہر رہنا ہے۔ اس لئے کل ہی ہم نے مٹی کے تیل کا چولہا جو جدہ سے خریدا تھا۔ توا۔ چند کھانے پکانے کے برتن۔ چاول۔ آٹا وغیرہ ضروری چیزیں الگ باندھ لیں تھیں۔ اور باقی کا سارا سامان بحفاظت بند کر کے اسی مکان میں رکھ دیا تھا۔

مالک مکان عرب خاتون نے کل ہمیں پیغام بھیجا تھا کہ وہ بھی حج کے لئے روانہ ہوں گی۔ اور مکان بالکل خالی ہوگا۔ اس لئے مکان کی حفاظت کے لئے میں نے ایک آدمی مقرر کیا ہے۔ بعد از حج میرے اس مکان کے دیگر کرایہ دار حجاج اور آپ کو بھی فی کس دو دو ریال اس محافظ کے لئے دینے ہوں گے۔ میں نے "نعم" کہدیا تھا۔ انشاء اللہ بعد از حج دو ریال ضرور ادا کر دوں گا۔

منیٰ کو روانگی

رشید و بلال ، ان کی والدہ ، برادر معظم اور میں سب احرام میں ملبوس ہیں۔ اور اپنا مختصر سا سامان ساتھ لے کر ہم نے اپنے کمرہ کو مقفل کیا۔ اور اپنے معلم صاحب کے مکان کی طرف چل پڑے ہیں۔ مالک مکان عرب خاتون ہم سب سے بعد مکان کا بیرونی دروازہ مقفل کرکے آئیں گی۔ سبحان اللہ ! اس وقت بازار میں ابتداء حج کی بے نظیر رونق اور چہل پہل دیکھنے میں آئی ہے۔ مختلف قافلے پیدل ۔ بسوں پر ۔ موٹروں پر مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں منیٰ میں پہنچ بھی چکے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں جارہے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں تیار ہو رہے ہیں۔ بس سبھی ایک دھن میں ہیں۔ نماز ظہر منیٰ میں جاکر پڑھنی ہے۔ حرم شریف کے متصل صفا و مروہ کی جانب کی سڑک پر ٹیکسی بسوں والے منیٰ ۔ منیٰ کی آوازیں دے رہے ہیں۔ اور کئی لوگ ان کرایے کی موٹروں بسوں پر منیٰ کو جارہے ہیں۔ ہمارے لئے بسوں کا انتظام تو ہمارے معلم نے کر رکھا ہے۔ جس کا کرایہ فی کس ۳۵۔ ریال معلم صاحب نے پہلے ہی وصول کر لیا تھا۔ ۳۵ روپیہ بس کا کرایہ ۔ اس کرایے میں ہمیں

بس مکہ معظمہ سے منیٰ۔ منیٰ سے عرفات۔ عرفات سے مزدلفہ اور پھر مزدلفہ سے منیٰ۔ اور منیٰ سے پھر مکہ معظمہ لائے گی گویا ۲۵ میں سفر کا کرایہ ۳۵ ریال ہے۔ جو ادا کیا جا چکا ہے۔ ۲۰ ریال خیمہ کے کرایہ کے معلم صاحب وصول کر چکے ہیں۔ ہمارے چار ٹکٹ ہمارے ہیں۔ میرا۔ رشید و بلال کا۔ ان کی والدہ کا۔ اور برادر معظم کا۔ ان چار ٹکٹوں کے فی ٹکٹ ۳۵ ریال بس کا کرایہ اور ۲۰ ریال خیمہ کا کرایہ ہم ادا کر چکے ہیں۔ اور اکثر حجاج ایسے بھی ہیں۔ جو منیٰ پیدل جا رہے ہیں۔ اور وہاں رہنے کا انتظام بھی وہ کسی طرح خود ہی کریں گے۔ اس خرچ سے بچ گئے ہیں۔ لیکن اس قدر زیادہ ہجوم اور نفسی نفسی کے عالم میں کوئی بہت بڑا تجربہ کار اور دل گردے والا ہی ایسا کر سکتا ہے۔ بالخصوص جب ساتھ بچے بھی ہوں۔ تو پھر بغیر معلم اور اس کے تعاون کے یہ سفر بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔

یہ دیکھئے۔ ہم بڑی احتیاط اور مشکل سے بازاروں کو عبور کرتے ہوئے اپنے معلم صاحب کے مکان پر پہنچ گئے ہیں۔ دیگر حجاج بھی جو ہمارے معلم صاحب کے زیر انتظام ہیں۔ وہاں جمع ہیں۔ اور سبھی احراموں میں ملبوس ہیں۔

لبّیک کا ورد جاری ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ ہمارے ان حجاج میں رشید و بلال کی عمر کے اور بچے بھی ہیں۔ اور سبھی احرام میں ملبوس ہیں اور بڑے پیارے معلوم ہو رہے ہیں۔

یہ دیکھئے معلم صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور ہم سے فرما رہے ہیں۔ کہ حجاج کرام! اب ہمیں منیٰ کو روانہ ہونا ہے۔ وہاں میں اپنے حجاج کے لئے خیموں کا انتظام کر چکا ہوں اور ہمارا نشان "دو پیپے" ہیں۔

نشان

منیٰ اور عرفات میں لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے اور میلوں تک خیمے ہی خیمے ہوتے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں میں نے دیکھا تھا۔ کہ عرفات میں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے۔ خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ غور فرمایئے۔ کہ اس قدر طویل و عریض میدان میں جہاں لاکھوں کا ہجوم ہو۔ کوئی شخص اگر اپنا ٹھکانا بھول جائے۔ تو اُس کا کیا حشر ہوتا ہو گا۔ معلم حضرات اپنے اپنے حاجیوں کے لئے چند روز پہلے ہی منیٰ اور عرفات میں اپنے اپنے لئے جگہ مخصوص کر لیتے ہیں۔ اور خیمے گاڑ دیتے ہیں۔ اور ہر معلّم نے اپنا اپنا ایک مخصوص جھنڈا یا کوئی اور نشان مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔ وہ نشان وہ اپنے کیمپ

کے اوپر بلندی پر معلق کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس معلم کے کوئی حاجی صاحب اِدھر اُدھر ہو جائیں۔ تو اپنے معلم کے نشان کو دور ہی سے جان لیں۔ کہ میرا کیمپ ادھر ہے۔ ۱۹۵۳ء میں میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ اپنے کیمپ سے دور جانا ہی نہ چاہیئے۔ ورنہ اتنے ہجوم میں وہ نشان بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ہمارے معلم صاحب نے دو کنستر لے کر ان کو سرخ رنگ سے رنگ کر ان پر اپنا نام لکھ کر ایک بہت بڑے بانس پر باندھ کر اپنے کیمپ میں گاڑا ہے۔ اور اس وقت ہمیں بتا رہے ہیں۔ کہ تمہارا نشان "دو کنستر" ہے۔

لیجئے۔ ہم سب بسوں پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ہم سب کے دل خوشی سے دھڑک رہے ہیں۔ رہ رہ کر یہ مسرت آمیز خیال آ رہا ہے۔ کہ ہمارا حج شروع ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی ایمان افروز ساعت اور کتنی مبارک گھڑی ہے۔ ایک سیٹ پر میں اور برادرِ معظم بیٹھے ہیں۔ اور دوسری سیٹ پر رشید و بلال اور ان کی والدہ بیٹھی ہے۔ سبھی لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ رشید و بلال اور ان کے چند دوسرے ہم عمر بچے بھی خوشی کے عالم میں تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔ تا آنکہ بسم اللہ ہوئی۔ اور ہماری بسیں بھی چل پڑی ہیں۔ اور ایک زبان ہو کر ہم

سب نے پکارا۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ الخ

ہمارے معلم صاحب اور ان کے صاحبزادگان بھی احرام میں ملبوس دوسری بس میں بیٹھے ہیں۔ اور ہمارا یہ قافلہ بھی اس انسانی عظیم سمندر کے دھارے کے ساتھ ساتھ جو اس وقت مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف بہ رہا ہے۔ چل پڑا ہے۔

ہماری بس مکہ معظمہ کے شہر میں پھرتی پھراتی "منیٰ" کی طرف باہر نکلی ہے۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہر طرف انسانوں کا جم غفیر ہے۔ جو پیدل، موٹروں پر۔ بسوں پر۔ اور اونٹوں پر منیٰ کی طرف جا رہا ہے۔ عجیب نورانی ہجوم ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دیکھئے مقام منیٰ نظر آنے لگا ہے۔ پہاڑوں کے بیچ یہ ایک وسیع و عریض مقام ہے جہاں چاروں طرف خیمے ہی خیمے نظر آ رہے ہیں۔

منیٰ کو دیکھ کر پڑھنے کی دُعا

منیٰ کے نظر آنے پر میں نے یہ دعا پڑھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ۔

معلموں نے اپنے اپنے حجاج کے لئے چند روز پہلے

ہی اپنے اپنے خیمے لگا رکھے ہیں۔ یہاں پختہ مکانات، ہوٹل، ہسپتال، وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔ سال بھر کے بعد ان دنوں یہاں ایک مستقل عظیم شہر آباد ہو جاتا ہے۔ ان پختہ مکانات کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں خیمے نصب ہو جاتے ہیں۔ زیادہ حیثیت کے حجاج مکانات اور ہوٹلوں میں بھی رہتے ہیں۔ یہاں کی مسجد جس کا نام مسجد خیف ہے۔ بڑی

مسجد خیف

متبرک و مقدس جگہ ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ کے ستر پیغمبر آرام فرما ہیں۔ یہ مسجد بڑی وسیع ہے۔ اور منیٰ کی شمالی جانب میں پہاڑ کے متصل ہے۔ الغرض یہ مقام وہ مقام ہے۔ جہاں آٹھویں تاریخ کو سارے حجاج جمع ہوتے ہیں۔ اور پانچ نمازیں یہاں ادا کرتے ہیں۔ آج یہ جگہ ایک بہت بڑے اور لاکھوں کی آبادی کے شہر کی صورت میں نظر آ رہی ہے۔ اور کل نویں تاریخ کو یہ جگہ پھر خالی ہو جائے گی۔ اور دسویں کو پھر آباد ہو جائے گی۔ اور بارہ و تیرہ تاریخ تک یہاں یہی رونق رہے گی۔ اور اس کے بعد پھر خالی و سنسان ہو جائے گی۔ چنانچہ ۱۳۸۴ھ میں جب آیا تھا۔ تو حج کے بعد ہم چند حجاج نے پروگرام بنایا۔ کہ منیٰ میں چل کر اس پتھر کی زیارت کریں۔ جس پر اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے

وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ماری تھی۔ اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم منیٰ پہنچے۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ منیٰ بالکل خالی اور سنسان پڑی ہے۔ مکانات، سڑکیں، ہوٹل، گلی کوچے بالکل خالی اور کسی خیمے ویمے کا بالکل نشان تک نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں۔ سبحان اللہ! یہی وہ مقام تھا۔ جہاں چند روز پہلے بے پناہ ہجوم میں دو قدم چلنا بھی دشوار تھا۔ ہم اپنے ایک عربی رہبر کی اقتداء میں "بڑے شیطان" کے سامنے والے پہاڑ پر چڑھے۔ اور ایک پتھر ہمیں دکھایا گیا۔ جو بہت بڑا تھا۔ اور اس کے واقعی دو ٹکڑے نظر آئے۔ ہمیں بتایا گیا۔ کہ یہی وہ پتھر ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ماری تھی۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہاں تو ہماری بس منیٰ کے قریب آ پہنچی ہے۔ اب اس سڑک پر جو منیٰ میں داخل ہوتی ہے۔ ٹریفک کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ اس کا پورا پورا نقشہ قلم سے ظاہر کرنا مشکل ہے۔ بس میں سوار ہونے والوں سے پیدل چلنے والے حجاج نسبتاً آرام میں ہیں۔ ہزاروں بسوں میں ایک ہماری بس بھی ہے۔ اور متعدد لائنیں

بندھی ہوئی ہیں۔ ان لائنوں میں سے ایک لائن میں ہماری بس بھی ہے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تھوڑی تھوڑی آگے بڑھ رہی ہے۔ گویا ہر ایک بس اس وقت بے بس ہے۔ تاآنکہ بمشکل ہم اپنے خیموں تک پہنچے ہیں۔ ہمارے معلم صاحب نے جو جگہ ہمارے لئے منتخب کی ہے۔ یہ مسجد خیف سے کافی دور دائیں جانب کی پہاڑی پر پانی کی ٹنکی کے قریب ہے۔ ہمیں یہاں سے مسجد خیف اور "تینوں شیطانوں" کی جگہ کافی دور پڑے گی۔ البتہ مذبح جہاں قربانی کے لئے جانور ملتے اور ذبح ہوتے ہیں۔ نزدیک ہے۔

مسجد خیف کے قرب و جوار میں ایک تو مسجد کی حاضری میں آسانی رہتی ہے۔ اور دوسرے وہاں سے "تینوں شیطان" بھی نزدیک پڑتے ہیں۔ اور شدت گرمی میں متواتر تین یا چار دن تک پتھر مارنے کے لئے وہاں پہنچنے میں آسانی رہتی ہے۔ ہمارے معلم صاحب نے مسجد خیف سے کافی دور یہ جگہ منتخب کی ہے۔ اور یہ بُعد ان حجاج کی نسبت سے ہے۔ جو مسجد خیف کے قریب ہیں۔ اور جو ہم سے بھی بہت دور "مذبح" سے بھی پرے ہیں۔ ان کی نسبت ہم مسجد سے قریب ہیں۔ بہر حال ہم بس

سے اترے ہیں۔ اور اپنا اپنا مختصر سامان اتار کر اپنے "نشانِ کنستر" والے حلقے میں جو خیمے نصب ہیں۔ ان کی طرف بڑھے ہیں۔ ایک کافی بڑے خیمے میں ہم نے ایک کنارے پر اپنی دریاں بچھائی ہیں۔ اور اسی طرح ہمارے معلم صاحب کے دیگر حجاج کچھ ہمارے اس خیمے میں اور کچھ دوسرے خیموں میں پہنچ گئے ہیں۔ دوپہر کا وقت ہے۔ گرمی کی شدت ہے۔ ہوا بھی چل رہی ہے مگر بیحد گرم۔ پیاس کی شدت ہے۔ اس لئے دریاں بچھانے اور اور بیٹھ جانے کے بعد سب سے پہلے پینے اور نماز کے لئے وضوء کرنے کی خاطر پانی کی تلاش ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک "سقہ" دو کنستر پانی کے لئے ہوئے ہماری طرف "مانی مانی" کی آواز دیتے ہوئے آیا۔ اور اس نے دو ریال فی کنستر بتائے ہیں۔ چنانچہ ایک کنستر دو ریال دے کر میں نے خریدا اور دوسرا کنستر دوسرے ایک حاجی صاحب نے اور تھوڑی دیر میں اور بھی "سقے" آ گئے۔ اور دو دو ریال پر سب نے کنستر خریدے۔ برف کا معلوم ہوا۔ کہ یہاں برف بھی دو ریال فی اُگۃ (عربی سیر) ملتی ہے۔ فی الحال میں نے تو اسی پانی پر گذارا کیا ہے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔

گرانی منیٰ میں آ کر دیکھا۔ کہ یہاں ہر چیز مکہ معظمہ سے

دوگنے داموں پر مل رہی ہے۔ برف کے بغیر یہاں گزارا نہیں اور یہ یہاں دو ریال فی اُگہ ملتی ہے۔ چونکہ ہم گھر سے آئے ہی اس لئے ہیں۔ کہ اللہ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کرکے اس کی رضا حاصل کر سکیں۔ اس لئے حجاج یہاں بظاہر کسی تکلیف کو تکلیف محسوس ہی نہیں کرتے۔ اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیئے۔ مکہ اور قرب و جوار کے حضرات کے لئے سال بھر کے بعد یہ دن آتا ہے۔ اور خدا نے ان کے لئے یہ بھی ایک رزق کی صورت مقرر فرمائی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس گرانی سے کوئی کوفت کیوں ہو؟ ہمارا مال و جان کسی صورت بھی یہاں کے لوگوں کے کام آئے۔ ہمیں منظور ہے۔ ؎

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو تیغ آزمائی!

کوکو کولا یہ ایک پانی کا نام ہے۔ جو گہرے سرخ رنگ میں بوتلوں میں بھرا ہوتا ہے۔ اور اس میں سنا ہے گرمی کو توڑنے والے مفید اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک بوتل پی لینے سے بڑی تسکین ہوتی ہے۔ اور اس شدت کی گرمی میں اس کا استعمال بڑا ہی مفید ہے۔ مکہ معظمہ میں دس قرش کو یہ بوتل مل جاتی تھی۔ مگر یہاں

چودہ قرش کو ملتی ہے. رشید و بلال تو اس بوتل کے کچھ ایسے شیدائی ہو گئے ہیں۔ کہ اب کچھ تھوڑی بہت عربی بھی بولتے ہوئے مجھ سے اکثر یوں کہتے ہیں کہ " اَبْغِ کوکوکولا " یعنی مجھے کوکوکولا چاہیئے۔ واقعی پانی بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اور اس کی قدر بھی یہیں آکر معلوم ہوئی۔

یہ دیکھئے لمحہ بہ لمحہ حجاج منیٰ میں آرہے ہیں۔ اور یہ شہر لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر دگنا ہو جائیگا۔ اور پرسوں یعنی دسویں تاریخ کو تو تگنا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اکثر ایسے حجاج بھی ہوں گے۔ جو کسی خاص وجہ سے آج منیٰ نہ پہنچ سکیں گے۔ اور وہ کل سیدھے عرفات ہی پہنچیں گے۔

مسئلہ آٹھویں تاریخ کو منیٰ پہنچنا اور یہاں پانچ نمازیں پڑھنا سنت ہے۔ اگر کسی وجہ سے کوئی آٹھویں کو نہ پہنچ سکا۔ اور دوسرے روز عرفات پہنچ گیا۔ تو بھی اس کا حج تو ہو گیا۔ مگر ایک عظیم سنت اور بے شمار برکت سے محروم ہو گیا۔ آٹھویں کو منیٰ میں جانے والے کیلئے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیوں کا لکھا جانا وارد ہے۔ اور صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمتہ

نے بہار شریعت میں لکھا ہے۔ کہ

"یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب بنتی ہیں"

اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقے میں اس امت پر بیشمار ہے"

اندازہ فرمایئے۔ کہ آٹھویں کو منیٰ میں آنا کسقدر ثواب کا حامل ہے۔ الحمد للہ! کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آج ہم اس نعمتِ عظیمہ سے مشرف ہو رہے ہیں

نمازِ ظہر

دیکھئے نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ اور چاروں طرف سے اذانوں کی آوازیں آنے لگی ہیں۔ ہر طرف اپنی اپنی جگہ نماز و جماعت کی تیاریاں ہونے لگی ہیں۔ مسجد خیف میں بھی جماعت ہوگی۔ لیکن لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس مسجد میں کیسے سما سکتے ہیں۔ نیز مسجد سے میلوں دور تک خیمے نصب ہیں۔ اگرچہ قربِ مسجد میں قیام مستحب ہے۔ اور نماز بھی مسجد کے اندر پڑھنے کو موقعہ مل جائے۔ تو زہے نصیب مگر اس انبوہِ کثیر میں زیادہ تر حجاج نے اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھی ہے۔ یہاں اپنی جگہ نماز میں نے پڑھائی ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا۔ کہ پانی کی ٹونٹیاں قریب ہی میں ہیں۔ چنانچہ ہم وہاں گئے۔

تو ٹونٹیوں پر کافی ہجوم دیکھا۔ تاہم میں نے بالٹی کو بھرا۔ اور خیمے میں لے آیا۔

بخار عزیز رشید کو اس وقت بخار ہو گیا ہے۔ گرمی کی شدت اور بخار۔ رشید بڑا بے چین ہے۔ مگر خدا کے فضل سے اتنا دلاور ہے۔ کہ مجھے کہہ رہا ہے۔ کہ ابا جی! میرا بخار اتر جائے گا۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا ہے۔ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ

اِذَا اَصَابَ اَحَدَکُمُ الْحُمّٰی فَاِنَّ الْحُمّٰی قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیُطْفِئْهَا عَنْہُ بِالْمَاءِ۔

تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے۔ تو چونکہ بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اُسے پانی سے بجھاؤ"

میں نے اس ارشاد کے پیش نظر رشید سے کہا ہے۔ کہ چلو تمہیں نہلا لائیں۔ یہ حضور علیہ السلام کا فرمایا ہوا علاج ہے۔ تو کہنے لگا۔ چلیئے۔ چنانچہ میں نے اُسے ٹونٹیوں پر لے جاکر نہلایا ہے۔ اور خدا کے فضل سے اُس کی طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس کا بخار بھی اتر گیا ہے۔ (الحمد للہ علےٰ ذالک!)

لطیفہ یہاں مجھے حضرت فقیہہ اعظم علیہ الرحمۃ کی ایک بات یاد آگئی۔ ایک صاحب نے ان سے کہا

کہ آپ حدیث کے ہوتے ہوئے امام اعظم کا قول مان لیتے ہیں۔ اور حدیث کی پرواہ نہیں کرتے۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ استغفراللہ العظیم ایسی بات ہرگز نہیں۔ ہمارا حدیث پر دل و جان سے ایمان ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ کی بتائی ہوئی حدیث کی منشاء و مراد کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ حدیث کا موقعہ و محل اور اس کی منشاء کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور اگر تم اپنی بات پر ہی اڑے رہو۔ تو پھر میری ایک بات کا جواب دو۔ حضرت فقیہ اعظم نے پھر یہی حدیث سنائی۔ جو ابھی میں نے لکھی ہے۔ اور فرمایا۔ کہ تمہیں اگر بخار آ جائے۔ اور ڈاکٹر اگر کہہ دے کہ خبردار نہانا نہیں۔ تو تم یقیناً ڈاکٹر کی بات پر عمل کرکے نہانے کا نام بھی نہ لوگے۔ حالانکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے۔ کہ تم میں سے کسی کو بخار آ جائے۔ تو اُسے پانی سے بجھاؤ۔ بلکہ حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ بخار والے کو چاہیئے۔ کہ وہ نہر میں غوطے لگائے۔ تو بتاؤ۔ اگر کوئی تم سے یوں کہے۔ کہ تم نے حدیث کی پروا نہیں کی۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک ڈاکٹر کا قول مان لیا

تو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ تو وہ صاحب حیران ہوکر کہنے لگے۔ کہ یہ حدیث ہے؟ فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ ہاں ہے۔ اور پھر یہ حدیثِ پاک کتاب سے دکھا بھی دی۔ اب وہ حیرانی کے عالم میں فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ سے کہنے لگے۔ "تو اس کا مطلب ذرا آپ ہی بیان فرما دیں؟" والد ماجد علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ محدثین کرام نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث میں بخار کا لفظ اگرچہ عام ہے۔ لیکن اس کا موقعہ و محل خاص ہے۔ یعنی یہ حکم ہر قسم کے بخار کے لئے نہیں۔ بلکہ یہ اُس بخار کے لئے ہے۔ جو گرمی کی وجہ سے پیدا ہو۔ چونکہ حجاز میں بخار زیادہ تر گرمی کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور اہلِ حجاز کو اسی قسم کے بخار سے واسطہ رہتا ہے۔ اس لئے حدیثِ مذکور میں اسی گرمی کے بخار کا علاج مذکور ہے۔ اور سردی کے بخار کے لئے یہ ارشاد نہیں۔ وہ صاحب یہ تشریح سن کر بولے۔ "ٹھیک ہے بات سمجھ میں آگئی"۔ والد ماجد علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ تو ایک دوسری بات بھی سمجھ لو۔ کہ اسی طرح حدیثِ پاک میں جو "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔" آتا ہے۔ اس حدیث میں بھی صلوٰۃ کا لفظ

اگرچہ عام ہے۔ لیکن اس کا موقعہ و محل خاص ہے۔ یعنی یہ ارشاد ہر نمازی کے لئے نہیں۔ بلکہ اُس نمازی کے لئے ہے۔ جو امام ہو یا منفرد۔ چونکہ قرآن پاک میں قرأتِ قرآن کے وقت خاموش رہنے اور سننے کا حکم ہے۔ اس لئے یہ ارشاد امام و منفرد کے لئے تو ہے۔ لیکن مقتدی کے لئے نہیں۔ اور حدیث کی یہ تشریح ہمیں حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ نے ہمیں بتائی ہے۔ تو جیسے پہلی حدیث کی شرح میں محدثین کے ارشادات کو آپ نے بھی مان لیا۔ اور یہ ترکِ حدیث نہیں۔ اسی طرح اس دوسری حدیث کی شرح میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ کے ارشاد کو ہم نے مان لیا۔ تو یہ بھی ترکِ حدیث نہیں۔ اس پر وہ صاحب کچھ کہہ نہ سکے۔ اور چلے گئے۔

ہاں تو یہاں منیٰ میں بھی جسے بخار ہوتا ہے۔ گرمی کے باعث ہی ہوتا ہے۔ اور رشید کو بھی گرمی سے ہی بخار ہوا تھا۔ جو بحمد للہ علاجِ نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے جاتا رہا۔

خدا کے فضل و کرم سے ہم نے عصر اور مغرب کی نمازیں بھی ادا کرلی ہیں۔ دو باقی ہیں۔ اور پھر کل

ہمیں عرفات پہنچنا ہے۔ جہاں حج ہوگا۔ بعد از نماز مغرب کھانا کھانے کے بعد ہم اپنے خیموں سے باہر نکلے ہیں۔

نورانی رات

اور منیٰ کی بڑی شاہراہ پر جو سیدھی مسجد خیف کی طرف جاتی ہے۔ پر آئے ہیں، سبحان اللہ! عجب رونق و بہار ہے۔ بخدا یہ نورانی منظر دیکھ کر آنکھیں روشن اور دل منور ہوگیا ہے چاروں طرف دور دراز تک ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بلب روشن ہیں۔ مسجد خیف کے ارد گرد تو روشنی کا یہ عالم ہے جیسے تاروں بھرا آسمان نیچے اتر آیا ہے۔ بے ساختہ زبان سے درود شریف جاری ہوگیا ہے۔ کہ یہ لاکھوں کا اجتماع کس کی بدولت ہے؟ اور یہ لاکھوں پروانے کس شمع کے اشارے پر یہاں جمع ہیں؟ اور یہ ایک عارضی عظیم الشان شہر کس کے دم سے آباد ہے؟ کیوں صاحب! کون ہے جو یہ نہ کہہ سکے۔ کہ یہ ساری بہار اُسی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمانِ مبارک کا صدقہ ہے۔ جو تاجِ لولاک پہن کر اِس عالم میں تشریف لائے اور ایک یہی منیٰ کی رونق کیا۔ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو سارے عالم ہی کی رونقیں معرضِ وجود میں نہ آتیں۔ کیا خوب فرمایا ہے اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے کہ ؎

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ؎

ہوتے کہاں خلیلؑ و بنا کعبہ و منٰی!
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

ہمارا تو یہی ایمان ہے۔ جو اعلیحضرت نے لکھ دیا۔ اور یہی حقیقت اور یہی واقعہ ہے۔ کم ازکم یہ منٰی کا اجتماع تو سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سنت ہے۔ یہاں آج کے دن کی حاضری اور یہاں پانچ نمازیں پڑھنا سبھی مانتے ہیں۔ کہ ادائے مصطفٰے (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے۔ تو پھر یہ جو لاکھوں کا اجتماع ہزاروں خیمے۔ لاکھوں بتیاں آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ سب جلوے اُسی نور خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے تو ہیں۔ سبحان اللہ! عجب بہار ہے۔ ہر ملک، ہر قوم اور دنیا کے ہر گوشہ کے غلامانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آقا کی ادائے پاک کو ادا کرنے کے لئے یہاں جمع ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قدر حسنہ وجمالہ!

شبِ عرفہ

یہ آج کی رات شبِ عرفہ ہے۔ اس رات کو جس قدر ہو سکے۔ ذکر و عبادت کے ساتھ گذارنا چاہیئے۔ اور اگر کسی وقت سو جانا چاہے۔ تو باوضو سونا

چاہیئے۔ ہم نے نماز عشاء با جماعت پڑھی ہے۔ رشید و بلال سو گئے ہیں۔ اور ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ اس رات کی عظمت و برکت کا پتہ یہیں منیٰ میں اس وقت چلتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا برکتیں ہیں۔ کیا عظمتیں ہیں۔ اس وقت صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ان غلامانِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمت حق نے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ اور سبھی کے دل خوش اور مطمئن ہیں۔

۳ر جون بروز جمعہ

آج کا دن "یوم حج" ہے۔ اور اسی دن کے لیئے یہ ساری مخلوق اپنے اپنے گھروں سے نکلی تھی۔ الحمد للہ! آج صبح کی نماز با جماعت پڑھ کر ہم نے پانچ نمازیں منیٰ میں پوری کر لی ہیں۔ اور اب ہم عرفات جانے کی تیاریوں میں ہیں۔ یہ وقت بھی عجیب منظر پیش کر رہا ہے۔ جدھر دیکھیئے۔ لوگ عرفات جانے کی تیاریوں میں مشغول ہیں۔ کوئی سامان باندھ رہا ہے۔ کوئی خیمے اکھاڑ رہا ہے۔ کوئی بسوں کی چھتوں پر سامان کس رہا ہے۔ چاروں طرف ایک ایسی لہر دوڑ گئی ہے۔ کہ رات کے سکون کے

برعکس اس وقت ہر طرف حرکت ہی حرکت نظر آ رہی ہے۔

مسئلہ صبح کی نماز پڑھ کر درود شریف اور لبیک کے ورد میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اور جب سورج کوہِ ثبیر پر جو مسجد خیف کے سامنے ہے چمکے۔ تو عرفات کو چل پڑے۔ قبل از طلوعِ آفتاب عرفات کو جانا گنہ ہے۔ لہٰذا اس بات سے بچے۔ ہماری بسیں بھی ہمارے خیموں کے پاس آکر کھڑی ہو چکیں ہیں۔ ہم نے اپنا مختصر سا سامان جو پہلے ہی سے باندھ رکھا تھا۔ بسوں پر رکھا اور بسوں پر بیٹھ گئے۔ اور لبیک کے مقدس ہنگامے میں عرفات کو چل پڑے۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ الخ

یہ دیکھیئے ہماری بس چل تو پڑی ہے۔ لیکن نہ چلنے کے برابر ہے۔ اس لئے کہ اِدھر اُدھر آگے پیچھے اور چاروں طرف سے مخلوق اور موٹروں بسوں کی حرکت شروع ہو چکی ہے۔ اور راستہ اس قدر دشوار گذار ہے۔ کہ "تل رکھنے کو بھی جگہ نہیں" والی مثل یہاں بلا مبالغہ صادق آ رہی ہے۔ بہرحال ہم بمشکل چلتے چلتے منیٰ سے باہر نکلے ہیں۔ تو اب جو نظارہ دیکھا ہے۔ سبحان اللہ! عجب ایمان

افروز ہے۔ پیدل ۔ سوار ، اور موٹروں ۔ لبسوں کی قطار اندر قطار سب عرفات کی طرف رواں دواں ہیں۔ اور لبیک اللّٰھم کی چاروں طرف سے آوازیں آ رہی ہیں۔

عرفات مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب تقریبًا نو میل ایک وسیع و عریض میدان ہے۔ اسی میں جبلِ رحمت واقع ہے۔ اسی میدان میں ٹھہرنے کا نام حج ہے۔ نویں تاریخ کو زوال کے بعد سے دسویں کی صبح صادق تک کسی وقت اس میں وقوف یعنی ٹھہرنا گو ایک لحظہ ہی ہو حج کا رکنِ اعظم ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص سویا ہوا بیہوش یا مجنوں اس میدان سے گذر بھی گیا۔ تو بھی اُسے حج مل گیا۔ گویا اصلِ حج اسی میدان میں آنے کا نام ہے۔ ہم عرفات کی طرف چل رہے ہیں۔ عرفات کی طرف جانے والی ہر سڑک پر گویا ایک انسانی سمندر بہہ رہا ہے۔ عجب نظارہ ہے۔ ٹریفک کے انتظام کے لئے راستے میں پولیس بھی دیکھئے۔ سبحان اللہ! یہاں پولیس کا بھی وہی لباس ہے۔ جو اس وقت ہمارا ہے یعنی وہ بھی احرام میں ملبوس ہیں۔ گویا اس وقت شاہ و گدا۔ امیر و غریب، چھوٹے بڑے سب ایک ہی رنگ میں، ایک ہی دُھن میں، اور ایک ہی جانب رواں

رواں ہیں۔ بخدا اس قسم کا نظارہ دنیا کا کوئی دین نہ پیش کر سکا ہے نہ کر سکے گا۔ یہ دیکھئے ہم عرفات کے قریب آپہنچے ہیں۔ سبحان ایک وسیع و بسیط میدان ہے۔ اور دیکھئے۔ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ خیمے ہی خیمے اور انسان ہی انسان نظر آرہے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہم سے پہلے بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں پہنچ رہے ہیں۔ منیٰ سے کہیں زیادہ اجتماع یہاں ہے۔ اس لئے کہ کئی ایک حجاج منیٰ میں نہیں پہنچ سکے اور سیدھے یہیں آگئے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک عظیم سنت کے ثواب سے محروم رہ کر یہاں پہنچ سکے ہیں۔ ہماری بس اس مقدس میدان میں پہنچ چکی ہے۔ وہ دیکھئے سامنے جبلِ رحمت بھی نظر آ رہا ہے۔ اللہ اکبر! ہم کسقدر خوش نصیب ہیں۔ کہ دائیں بائیں آگے پیچھے رحمت ہی رحمت ہے۔ اس میدان میں متعدد سڑکیں ہیں۔ اور میلوں تک یہ میدان پھیلا ہوا ہے۔ اور تا حدِ نگاہ چاروں طرف خیموں اور انسانوں کا ایک عظیم انبوہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساری دنیا یہیں موجود ہے۔ اور پھر جدھر نظر دوڑائیے، کوئی امتیازی رنگ، کوئی نشانِ امارت اور کوئی دنیوی وجاہت نظر

نہیں آتی۔ بلکہ سبھی ایک لباس میں ملبوس ہیں۔ دو چادریں، اور سر سے ننگے۔

ہمارا خیمہ جبلِ رحمت سے کافی دور نصب ہے اور یہاں بھی ہمارے حلقۂ خیمہ جات پر وہ دو کنستر اوپر معلق ہیں اگرچہ جبلِ رحمت کے قریب ٹھہرنا زیادہ موجب اجر ہے۔ لیکن جہاں ہمارے معلم صاحب کے خیمے ہیں۔ ہمیں بہرحال وہیں ٹھہرنا ہے۔ چنانچہ ہم بسوں سے اترے ہیں۔ اور یہاں بھی ایک خیمے میں ہم نے اپنی دریاں بچھائی ہیں۔ اور خدا کے فضل اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ و سلم کے صدقہ میں اس مقدس میدان میں آ ٹھہرے ہیں۔

آج کا دن یہ دن بڑا ہی اہم۔ افضل اور ادب و احترام کا دن ہے۔ اس دن جس قدر ہو سکے۔ ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ تضرع و زاری۔ استغفار و توبہ اور لبیک کی کثرت رکھنی چاہیئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ سب سے بہتر وہ چیز جو میں نے اور پہلے انبیاء نے کہی ہے یہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔

آج کے دن اپنے عیبوں پر شرمساری و گریہ وزاری کیجئے اور ہمہ تن صدق دل سے اپنے ربّ کریم کی طرف متوجہ ہوکر دعائیں مانگیئے۔ اور میدانِ قیامت کا تصور کرکے اپنے اللہ کے حضور لرزتے کانپتے حاضر ہونے کا خیال جماکر رو رو کر آنکھیں بند کیئے۔ گردن جھکائے۔ دستِ دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلایئے۔ اور روئیے جی بھر کر رویئے۔ رونا نہ آئے تو رونے کا سا منہ بنایئے۔ تاکہ رحمتِ حق آپ کو اپنی آغوش میں لے لے۔ چنانچہ آج کے دن اس مقدس میدان میں یہ نظارہ عام ہے۔

میدانِ قیامت کا نقشہ

اس وسیع و عریض میدان میں لاکھوں انسان دو سفید چادروں میں ملبوس اور ننگے سر اس بے سایہ میدان میں بالکل یوں نظر آرہے ہیں۔ جیسے کفنوں میں ملبوس سارے انسان میدانِ محشر میں اپنے اللہ کے حضور حاضر ہیں۔ اور بخدا ہر ایک پر کچھ ایسی رقت طاری ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے گنہ یاد کرکے اپنے اللہ سے معافی چاہ رہا ہے۔ نفسی نفسی کا عالم ہے۔ رونا بے ساختہ آتا ہے۔ چھوٹے بڑے۔ امیر غریب۔ راعی رعایا۔ سبھی اس وقت اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے آگرے ہیں۔ اور سبھی گڑگڑا کر

رو رو کر، ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے ربّ کریم سے معافیاں، چاہ رہے ہیں۔ اور بالیقین اس وقت رحمتِ حق بھی اپنے اِن دور دراز سے آئے ہوئے بندوں کی طرف جو صرف اپنے خالقِ حقیقی کی رضا کے لیئے اپنے اپنے گھروں سے سینکڑوں مصیبتیں جھیلتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ توجہ فرما رہی ہے۔ یہ رقت و گریہ اور یہ شوم وندامت اسی امر کی دلیل ہے۔ اور یقیناً آج یہ سارے گنہ گار اپنے اللہ کی بے شمار رحمتوں سے مالا مال ہو کر یہاں سے نکلیں گے۔ اور اپنے پچھلے گناہوں کی معافی پاکر پاک و صاف ہو کر یہاں سے لوٹیں گے۔ کروروں درود و سلام اس ذاتِ رحمت مآب پر جس نے یہ مژدہ سنایا۔ کہ اس دن یہاں حاجی گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہوا ہو۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ وہ شخص بڑا ہی مجرم ہے۔ جو عرفات میں بھی یہ سمجھے۔ کہ میری مغفرت نہیں ہوئی۔ گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یقین دلا دیا۔ کہ یہاں یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ اس کی اپنی ہی بلکہ فرمایا۔ کہ اب یہ حاجی جن دوسروں کے لیئے بھی مغفرت کی دعا کرے گا۔ وہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ اِسی

بنا پر ارشاد فرمایا گیا۔ کہ حاجی سے ملو۔ تو اس سے ملاقات کرتے وقت قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر داخل ہو۔ اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کراؤ۔"

شفاعت

یہیں سے اندازہ کریجیے۔ اپنے آقا و مولے حضور شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی شان کا۔ کہ اُن کے ایک ادنیٰ غلام کی دعا سے جو انہیں کی ہدایت پر عمل کرکے یہ شان پا لیتا ہے۔ کہ جس کے لیے دعا کرے۔ اسی کی بخشش ہو جائے۔ تو وہ آقا کل قیامت میں خود مجھ جیسے جن گنہ گاروں کے لیے شفاعت فرمائے گا۔ تو وہ کیوں نجات نہ پائیں گے۔ بیشک یا رسول اللہ! ؎

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

امریکن حاجی

عصر کے وقت میں برف خریدنے کیلئے باہر نکلا ہوں۔ تو ایک خیمے میں چند امریکن مسلمان نظر آئے۔ یہ دیکھئے۔ گورے چٹے بدن اور دو سفید چادروں میں ملبوس ہاتھوں میں دعاؤں کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لیے روبقبلہ ہوکر رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرے بھی آنسو نکل آئے ہیں

ہر طرف اسی قسم کے جلوے نظر آ رہے ہیں.

اعجازِ قرآن

آج کا روز واقعی ایک ایسا مبارک روز ہے. کہ اس کی برکت و عظمت صاف صاف نظر آ رہی ہے. کون نہیں جانتا. کہ زر زن. زمین کے مطابق "زن" بھی ایک وجہ فساد ہے بہت سے جھگڑوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے. چنانچہ آپ دیکھیں گے. کہ جس اجتماع میں عورتیں بھی شریک ہوں وہاں شیطان کو اپنی شرارت کا کافی موقعہ مل جاتا ہے. میلوں اور تماشوں میں جہاں عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں. وہاں آئے دن ہم ایسی خبریں سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں. کہ فلاں میلے میں خطرناک لڑائی ہوئی. اتنے افراد زخمی اور اتنے ہلاک ہوگئے. فلاں میلے میں قتل ہوگیا. اسی طرح اس قسم کے اجتماعات میں زناء وغیرہ کا بھی ارتکاب ہوتا ہے. لیکن سبحان اللہ! آج کے اس لاکھوں کے مقدس اجتماع میں جس میں نصف عورتیں بھی ہیں. اور عورتیں بھی احرام کے ساتھ یعنی بلا حجاب اور پھر ہر ملک کی عورتیں. لیکن بخدا اس قسم کی کسی حرکت کا یہاں وہم و گمان تک نہیں — کیوں صاحب! آپ نے کبھی عمر بھر سنا ہو. کہ میدانِ

عرفات کے اس لاکھوں کے اجتماع میں کبھی کوئی قتل ہوا ہو۔ یا کوئی لڑائی ہوئی ہو۔ یا کوئی اغواء ہوا ہو؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ اس شدت کی گرمی میں، اور اتنے بڑے اجتماع میں کسی لڑائی جھگڑے فتنہ وفساد کے لئے جبکہ عورتیں بھی بکثرت موجود ہیں۔ شیطان کے لئے کافی موقعہ ہے۔ لیکن قرآن پاک کی اس ایک آیت "لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ" نے دس لاکھ کے اجتماعِ عظیم پر کنٹرول کر رکھا ہے۔ کیا مجال ہے۔ کہ کوئی یہاں کسی کو گالی دے۔ یا کسی سے جھگڑا کرے۔ یا کوئی اور برا کام کرے۔" قرآن پاک کی کتنی بڑی صداقت ہے یہ۔ اور کتنا بڑا اعجاز ہے اس کا کہ جس اجتماعِ عظیم پر کنٹرول ایک بہت بڑی فوج بھی نہ کر سکے۔ اس اجتماعِ عظیم کو قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی آیت نے قابو میں کر رکھا ہے۔

آج دن بھر

آج دن بھر ہمیں یہیں رہنا ہے۔ اور آج کا دن خدا تعالےٰ سے گڑگڑا کر رو کر نادم ہو کر معافی مانگنے کا ہے۔ اور یونہی تضرع و زاری میں رہنے کا ہے۔ چنانچہ آج ہر شخص اسی کیفیت میں ہے۔ اور سبھی رو رو کر اپنے اللہ سے اپنے

اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔

مسئلہ یہاں آفتاب کے غروب ہونے تک ہمیں رہنا ہے۔ غروبِ آفتاب سے پہلے جانا ممنوع ہے۔ بعض جلد باز دن ہوتے ہوئے ہی چل دیتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت غلطی کرتے ہیں۔ کیا خبر رحمتِ حق کس وقت توجہ فرمائے۔ اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتری تو کس قدر خسارہ ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے چل دینا چاہیئے۔ اور نماز مغرب آج یہاں عرفات میں نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ آج نماز مغرب اور نماز عشاء ملاکر مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔ اسلئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آج کے دن ایسا ہی کیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں عرفات سے روانہ ہوکر مزدلفہ تشریف لائے۔ اور آپ نے نماز مغرب اور نماز عشاء ملاکر مزدلفہ میں پڑھی تھی۔ اور پھر رات بھر مزدلفہ میں قیام فرما رہے۔ اور صبح ہوئی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور پھر طلوعِ آفتاب سے قبل وہاں سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ حضور کے اتباع میں قیامت تک کے لئے ہر ایک کو اسی ادائے مبارک کی نقل اتارنا پڑتی ہے۔

اور یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ سارا حج ہے ہی خدا تعالےٰ کے مقبولوں کی اداؤں کی نقل۔

غروبِ آفتاب کے بعد

غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے ہر حاجی کو روانہ ہو جانا ہے۔ یہ حکم ہے۔ ۱۹۵۲ء میں یہ نظارہ میں دیکھ چکا ہوں۔ کہ لاکھوں کا اجتماع اس انتظار میں ہے۔ کہ سورج غروب ہو۔ اور ہم یہاں سے روانہ ہوں۔ سبحان اللہ! عجب نظارہ تھا۔ اُس وقت میں بسوں پر آیا تھا۔ اور میں نے غروبِ آفتاب کے وقت اپنے رفقاءِ سفر کے ساتھ ایک بس کی چھت پر چڑھ کر یہ ایمان افروز منظر دیکھا تھا۔ کہ لاکھوں کا اجتماع اپنے بیوی بچوں، خیموں، موٹروں۔ بسوں۔ اونٹوں اور دیگر مال و متاع سمیت آفتاب کے ڈوبتے ہی میدانِ عرفات سے یوں حرکت میں آگیا ہے۔ جیسے ایک انسانی سمندر بہنے لگا ہے۔ بخدا یہ منظر دیکھ کر روح وجد میں آگئی۔ چاروں طرف جدھر نظر اٹھتی ہر کوئی مزدلفہ کی طرف حرکت پذیر تھا۔ موٹروں پر۔ بسوں پر۔ اونٹوں پر، پیدل غرض کہ تکاہل۔ سستی۔ غفلت کا نام تک نہیں۔ بلکہ ہر ایک اسی فکر میں ہے۔ کہ میرے حج میں کوئی نقص واقع نہ ہو جائے۔ اور میں مسئلہ کے مطابق یہاں سے روانہ

ہوکر مزدلفہ پہنچ جاؤں۔ ایک چھوٹا سا شہر جس کی آبادی چند ہزار نفوس پر مشتمل ہو۔ اس شہر کے باشندوں کو اگر حکم دیا جائے۔ کہ یہ شہر خالی کر دو۔ تو یہ واقعہ ہے کہ چھوٹے سے اس شہر کو خالی کرنے کے لئے کئی دن درکار ہوتے ہیں۔ مگر اللہ رے عظمتِ دین و شوکتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم! کہ شرعِ مصطفوی کے اس ایک مسئلہ میں بھی کہ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ اتنی ہیبت و عظمت ہے۔ کہ کئی لاکھ کا اجتماع تھوڑی سی ہی مدت میں میدانِ عرفات کو خالی کر دیتا ہے۔ اور مغرب کے بعد فوراً یہ سارے کا سارا لاکھوں کا اجتماع عشاء کے وقت مزدلفہ میں ہوتا ہے۔ اسلام کی یہ شوکت و ہیبت اور جانِ اسلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برکت اور آپ کے تاقیامت تصرف پر حج کی ایک ایک ادا روشن دلیل ہے۔

۵۴ھ کے بعد آج پھر یہی نظارہ سامنے آنے والا ہے۔ چنانچہ غروبِ آفتاب کا وقت قریب آ رہا ہے اور ہر شخص یہاں سے روانگی کی تیاری میں نظر آ رہا ہے۔

مسئلہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ازدحام کے خوف سے حدودِ عرفات سے اگر کوئی شخص

باہر نکل گیا۔ تو اس پر دم واجب ہے۔ پھر اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے واپس آیا۔ اور ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ تو دم معاف ہو گیا۔ اور اگر ڈوبنے کے بعد واپس آیا۔ تو معاف نہ ہوا۔

یقین اس روز سعید میں یہ بات لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کرے۔ کہ آج گناہوں میں سے ایسا پاک ہو گیا ہوں۔ کہ جیسا کہ جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور لازم ہے۔ کہ آئندہ کے لئے وعدہ بھی کرے۔ اور کوشش کرے۔ کہ آئندہ گناہوں سے الگ رہوں گا۔ اور آج جو داغ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے دھو دیا ہے۔ پھر نہ لگنے دوں گا۔

لطیفہ ۱۳۸۵ھ میں ہم جب حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں اپنی جائے قیام پر بیٹھے تھے۔ تو چند افراد تبلیغی جماعت کے جو ہندوستانی تھے۔ ہمارے پاس آئے۔ اور میرے پاس آکر مجھ سے کہنے لگے۔ کہ آپ اپنے ساتھیوں میں ہماری تھوڑی سی تقریر کا انتظام کرا دیں۔ ہم کچھ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ مگر میں تبلیغی جماعت سے خوب واقف تھا۔ کہ یہ لوگ کلمہ شریف

کی تصحیح و تبلیغ کی آڑ میں اپنے مزعومہ عقائد کی نشر و اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو باتوں ہی باتوں میں اپنے ڈھنگ پر لانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُن سے کہا۔ کہ آپ ہمیں کیا سنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ بولے۔ کہ ہم مسلمانوں کی کچھ غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ جناب! ہم کل ہی فریضۂ حج ادا کر کے فارغ ہوئے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم گناہوں اور غلطیوں سے بالکل اس طرح پاک ہیں۔ جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے وقت پاک تھے۔ تو آج جب ہم شرعاً بالکل پاک ہیں۔ پھر آپ ہماری کونسی غلطی کی اصلاح فرمائیں گے، آپ تشریف لے جایئے۔ خدا نخواستہ اگر پھر کوئی غلطی ہم میں پیدا ہوگئی۔ تو آپ کو بلا لیا جائیگا۔ اس وقت تو آپ معاف فرمائیں۔ اور ع

میں باز آیا محبت سے اٹھا لیں پاندان اپنا

چنانچہ وہ خاموشی سے تشریف لے گئے۔

دعائیں

اس دن ہر حاجی ایک عجیب کیفیت میں نظر آ رہا ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔ اور رو رو کر

دعائیں مانگ رہا ہے۔ سورج غروب ہونے کو آیا۔ تو ہر معلم اپنے اپنے خیموں میں اپنے حجاج کو رو بقبلہ کھڑا کر کے دعائیں منگوانے لگا۔ یہ منظر بھی قابلِ دید ہے۔ اللہ تعالےٰ کے بندے اپنے خالق و مالک کے حضور گڑ گڑا کر اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے مالک حقیقی سے رحمت و مغفرت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ کوئی فرد ایسا نہیں۔ جس کی آنکھیں اشکبار نہ ہوں۔ یہ واقعہ ہے کہ آج یہ آنکھوں سے بہنے والے آنسو سارے گناہوں کو دھو دھو کر باہر آ رہے ہیں۔ اور ایک عجیب کیفیت و رقت کا عالم ہے۔ اس میدانِ پاک میں ان دعاؤں اور التجاؤں کی جو لذت و کیفیت ہے۔ اس کا بیان تحریر و تقریر کے ذریعہ سے ہو ہی نہیں سکتا۔

مغفرت

حدیثِ پاک میں آتا ہے۔ کہ اس روز اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں سے خطاب فرماتا ہے۔ کہ میرے فرشتو! میرے اِن بندوں کو دیکھو۔ جو میرے پاس اس حال میں آئے ہیں۔ کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ بدن اور کپڑوں پر سفر کے باعث غبار پڑا ہوا ہے۔ لبیک اللّٰھم لبیک پکار رہے ہیں۔ اور دور دور سے چل کر آئے ہیں۔ میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ وہ شخص بڑا ہی گنہ گار ہے۔ جو عرفات میں بھی یہ سمجھے۔ کہ میری مغفرت نہیں ہوئی۔ اس روز تو ایک ایسا دریائے کرم و رحمت جاری ہوتا ہے۔ کہ حاجی جس کسی دوسرے شخص کے لئے بھی دعا مانگے۔ اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جب تم کسی حاجی سے جو حج کرکے لوٹے۔ ملو۔ تو اس سے ملو۔ مصافحہ کرو۔ اور اس سے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اپنے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ اس لئے کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر آیا ہے۔

تبرک میرا تجربہ ہے۔ کہ حاجی جب گھر لوٹتا ہے۔ تو لوگ زیادہ تر اس سے تسبیح و رومال وغیرہ بطور تبرک مانگتے ہیں۔ حالانکہ حاجی خود مجسم "تبرک" ہوتا ہے اس کی زیارت اور اس سے دعا کرانا سب سے بڑا "تبرک" ہے۔ مگر بعض افراد ایسے ہیں۔ کہ جب تک انہیں رومال وغیرہ نہ ملے۔ انہیں حاجی صاحب سے شکوہ رہتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں حاجی صاحب سے مل کر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حالانکہ حاجی کی زیارت اور اس کی دعا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ ایسے نیک بندے بھی ہیں۔ جو

کسی رومال وغیرہ کے لالچ میں نہیں ملتے۔ میں جب پہلا

عقیدت

حج کر کے گھر لوٹا تھا۔ تو وزیر آباد کے اسٹیشن پر ایک ادھیڑ عمر کے بزرگ مجھے ملے۔ میری دست بوسی کرنے کے بعد کہنے لگے۔ میں حجام ہوں۔ اور آپ کی حجامت بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اُن کی دلجمعی کے لئے انہیں اجازت دے دی۔ کہ وہ میری حجامت بنا دیں۔ چنانچہ اس بڑے میاں نے قینچی سے میرے سر کی حجامت بنائی۔ اور جو بال کاٹے۔ وہ ایک رومال میں باندھ کر اپنے پاس رکھ لئے۔ اور بڑی عقیدت سے کہنے لگے۔ کہ میں آپ کے یہ بال بطور تبرک اپنے پاس رکھوں گا۔ سبحان اللہ! کیا اچھی عقیدت ہے۔

لطیفہ

۱۹۵۳ء ہی کا ذکر ہے۔ کہ حج کر کے جب گھر پہنچا۔ تو اکثر دوست و احباب ملنے کے لئے آتے رہے ایک صاحب آئے اور مجھ سے رومال مانگنے لگے۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ رومال اب ختم ہو چکے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو یہاں سے کوئی رومال خرید دیتا ہوں۔ وہ بولے نہیں صاحب! میں تو ایسا رومال چاہتا تھا۔ جو مکہ و مدینہ کے بازار سے آیا ہو۔ میں نے کہا۔ اگر یہی حسرت ہے تو میری زیارت کرو۔ اور خوب جی بھر کے کرو۔ اس لئے کہ

میں بھی مکہ و مدینہ کے مقدس گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر آیا ہوں۔ اس پر وہ صاحب مسکرا دیئے۔

ہاں تو یہ دیکھیئے۔ سورج غروب ہو گیا ہے۔ اور ہم عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ میں پہنچنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ سامان بندھا بندھایا رکھا ہے۔ سب اپنا اپنا سامان لاریوں پر رکھ رہے ہیں۔ ہزاروں پیدل روانہ ہو رہے ہیں ہزاروں مختلف سواریوں پر چل پڑے ہیں۔ عرفات میں آتے وقت بیشمار ایسے حاجی بھی ہیں جو تنگ وقت میں پہنچے تھے۔ اور پہلے منیٰ نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور اس سنت سے محروم رہ کر سیدھے عرفات میں آ گئے تھے۔ اس وقت یہاں سے واپسی کا وقت سب کے لئے ایک ہی ہے۔ اور یہ لاکھوں کا اجتماع ایک دم یہاں سے روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔ اور عجب ایمان افروز منظر ہے۔ کہ کئی لاکھ کا یہ اجتماع ایک ہی دھن میں اور ایک ہی سمت میں جا رہا ہے۔ آج نماز مغرب یہاں نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ آج مغرب و عشاء کی نماز ملا کر مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔ یہیں سے معلوم ہوا۔ کہ اصل مقصود خدا کی رضا ہے۔ اور نماز اسی رضا کا ایک وسیلہ ہے۔

بے پناہ رش

ہمارا مختصر سا قافلہ بھی اپنی بسوں پر بیٹھ چکا ہے۔ اور ہم بھی مزدلفہ کی طرف روانہ ہو پڑے ہیں۔ اس وقت جو مقدس ہجوم بے نظیر بھیڑ اور بے پناہ رش دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اس کا بیان احاطۂ تحریر میں نہیں آ سکتا۔ مزدلفہ کو جانے کے لئے باوجود اس کے کہ راستہ کافی وسیع ہے۔ لیکن بیشمار بسوں۔ لاریوں اور موٹروں کی لمبی لمبی قطاریں۔ پیدل چلنے والوں کا ایک "سیلاب" ہماری بس کو "بے بس" کر رہا ہے، اور یہ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا بڑا مشکل نظر آ رہا ہے۔ صورت حال یہ ہے۔ کہ دائیں بائیں بسوں کی کئی ایک قطاریں ہیں۔ جو کافی طویل بھی ہیں۔ تھوڑا سا چلتی ہیں۔ اور پھر رُک جاتی ہیں۔ کبھی کوئی قطار تھوڑا سا آگے بڑھتی ہے۔ اور رُک جاتی ہے۔ اور کبھی کوئی قطار، تھوڑی سی حرکت کرتی ہے اور ٹھہر جاتی ہے۔ جو لوگ پیدل جا رہے ہیں۔ وہ ہم سے پہلے مزدلفہ پہنچ بھی چکے ہیں۔ اور اسی طرح دیگر ہزاروں لاکھوں افراد پیدل جا رہے ہیں۔ اور ہم بسوں والے دیکھئے کس وقت منزل پر پہنچتے ہیں۔

اعجاز: آج یورپ و امریکہ کو بڑا ترقی یافتہ خطہ شمار

کیا جاتا ہے۔ مگر ان ممالک میں باوجود ٹریفک کے سینکڑوں اسٹیلے سے اسٹیلے انتظامات ہونے کے آئے دن۔ ہوائی جہازوں ریلوں۔ موٹروں میں تصادم ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور ہزاروں افراد ریلوں۔ موٹروں کے تلے کچل کر مرتے ہی رہتے ہیں۔ مگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا آج بھی یہ اعجاز نظر آتا ہے۔ کہ حجاز شریف میں اس قسم کا متمدن و اعلیٰ انتظام نہ ہونے کے باوجود بھی کئی لاکھ کے اجتماع میں ہزاروں موٹروں۔ بسوں اور لاریوں کے نیچے اگر آج تک نہ کوئی کچلا گیا۔ نہ کسی ٹریفک کا تصادم واقع ہوا۔ حالانکہ مکہ معظمہ کے گنجان شہر کے بازاروں۔ گلی کوچوں۔ میں سینکڑوں بسیں دوڑتی پھرتی اور ادھر ادھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کے درمیان سڑک پر دن رات ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور پھر منیٰ و عرفات اور مزدلفہ کے راہوں میں اور بھی زیادہ رش ہو جانے کے باوجود آج تک ایک آدمی بھی تو کسی موٹر کے نیچے کچلا نہیں گیا۔ اور کسی ایک موٹر کا بھی تو کسی دوسری موٹر سے تصادم نہیں ہوا۔ حالانکہ لاکھوں کے گنجان اجتماع میں اور بھیڑ بھاڑ اور نفسی نفسی کے عالم میں ایسا ہونا کچھ بھی بعید نہیں۔

عرفات کا میدان اب خالی ہو رہا ہے۔ اور ہم مزدلفہ کو جا رہے ہیں۔ عرفات کی مقدس زمین پر اکھڑے ہوئے کیمپوں کے نشانات ہر طرف نظر آ رہے ہیں۔ جا بجا خالی کھونٹے۔ کہیں کھونٹوں کے نشان نظر آ رہے ہیں۔ عرفات سے مختلف اطراف و جوانب سے چلے ہوئے افراد آگے بڑھ کر اکھٹے ہو جاتے ہیں۔ اور عرفات کی تمام مختلف سڑکیں مزدلفہ کو جاتے ہوئے دو سڑکیں رہ جاتی ہیں۔ اور کچھ آگے بڑھ کر ایک ہی رہ جاتی ہے۔ اور ہجوم بے پناہ ہو جاتا ہے۔ ہم اسی مقدس ہنگامے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ٹریفک کے سپاہی اندھیرے میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ چوک میں مختلف اطراف سے آنے والی موٹروں۔ لاریوں کو باری باری مزدلفہ کی طرف جانے والی سڑک پر جانے کا موقعہ دے رہے ہیں۔ اور لاریوں کی ہر لائن پندرہ بیس منٹ کے بعد تھوڑا سا آگے بڑھ کر پھر رک جاتی ہے۔

اس وقت کا یہاں کا یہ منظر دیکھنے کے قابل ہے دس گیارہ لاکھ کا یہ اجتماعِ عظیم ایک بے مثال اجتماع ہے۔ اور تاریخ میں ایسے اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی۔

امریکہ میں کرسمس کا تہوار منایا جاتا ہے۔ اور اس کیلئے کوئی اتنا بڑا اجتماع بھی نہیں ہوتا۔ لوگ اپنے عزیزوں، کو ملنے کے لیئے ایک دوسرے کے شہروں میں موٹروں پر جاتے ہیں۔ مگر اس تہوار میں کثرت سے حادثات ہو جاتے ہیں۔ کئی کئی روز تک اخبارات میں ان حادثات کی وجہ سے مرنے والوں کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور آخر میں ٹوٹل بتایا جاتا ہے۔ کہ اس کرسمس پر آٹھ سو یا نو سو آدمی سڑک کے حادثوں میں ہلاک ہوگئے۔ اس کے مقابلہ میں آج کا یہ تقریباً گیارہ لاکھ کا اجتماع دیکھیے۔ اور اسکا کوچ دیکھیے۔ آج تک کوئی ایک انسان بھی تو اس قسم کے حادثہ سے دو چار نہیں ہوا۔ یہ دیکھیے ہم مزدلفہ کے قریب آپہنچے ہیں۔ مزدلفہ اگرچہ عرفات سے چھ میل ہے۔ مگر ہم جس رفتار سے آ رہے ہیں۔ مزدلفہ تک پہنچنے میں غالباً پانچ گھنٹہ لگ جائیں گے۔ آدھی رات ہونے والی ہے۔ رات کے وقت پیدل چلنے والے حاجیوں، نے اپنی اپنی لکڑیوں پر شمعیں، لالٹینیں لگائی ہوئی ہیں۔ چاروں طرف اس رات میں ایک عجیب منظر پیش نظر ہے۔

مزدلفہ لیجیے ہم مزدلفہ میں آپہنچے ہیں۔ یہ وہی جگہ

ہے۔ جس کے قریب ہی وادی محسر ہیں اصحابِ فیل پر ابابیلوں نے کنکریاں پھینکی تھیں۔ اور اس خدائی بمباری سے ابرہہ اپنے لشکر سمیت ہلاک ہوگیا تھا۔ ہمیں بھی آج یہاں سے منیٰ میں شیطانوں پر برسانے کے لئے کنکریاں چن کر ساتھ لے چلنا ہے۔

دعائے مغفرتِ امّت

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں مزدلفہ کے متعلق یہ بیان ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اپنی امت کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور فرمایا۔ کہ میں نے سب کی مغفرت فرما دی۔ مگر ظالم کو نہ بخشوں گا۔ جب تک کہ مظلوم کو اس کا حق نہ دلوا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی۔ الٰہی! تو اگر چاہے۔ تو مظلوم کو جنت عطا فرماکر ظالم کو بھی بخش سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی اس دعا کا عرفات میں تو جواب نہ ملا۔ اور حضور جب مزدلفہ میں تشریف لائے۔ تو یہاں پھر آپ نے یہی دعا مانگی۔ تو یہاں یہ دعا بھی قبول ہوگئی۔ اور خدا نے وعدہ فرما لیا۔ کہ مظلوم کو اپنے پاس سے جنت عطا فرما کر میں ظالم کو بھی بخش دوں گا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ وعدہ سن کر مسکرا دیئے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہنستا رکھے۔ آپ کیوں ہنسے! حضور نے فرمایا۔ میری جب یہ دعا قبول ہوئی اور شیطان نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میری ساری امت کی مغفرت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ تو شیطان نے رنج و غم میں مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنا شروع کیا۔ اور جزع و فزع کرنے لگا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر ہنسی آگئی۔

نبوت کی آنکھ

یہ حدیث پاک اس امر پر بھی شاہد ہے کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک ہر وہ چیز بھی دیکھ لیتی تھیں۔ جنہیں دوسری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث پاک میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "اَرٰی مَالَاتَرَوْنَ" یعنی جو چیز تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں دیکھتا ہوں" اگر کوئی یہ کہے۔ کہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور دور دراز کی چیز کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ شیطان تو تمہارے ہر وقت قریب ہی رہتا ہے۔ تم اس قریب والی چیز ہی کو دیکھ کر دکھاؤ۔ پس جس مبارک آنکھ سے یہ قریب کی چیز جسے

کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکی، غائب نہیں رہ سکی۔ اس مبارک آنکھ سے تم جسے سب دیکھ رہے ہیں۔ صرف دور رہ کر کیسے غائب رہ سکتے ہو؟

مسئلہ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کا وقت ہو جائے۔ تو مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھے۔ ایک اذان اور ایک تکبیر سے دونوں نمازیں پڑھے۔ پہلے مغرب کی نماز پھر عشاء کی۔ عشاء کی نماز کے لئے اذان و تکبیر نہ کہے اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت و نفل بھی نہ پڑھے۔ بلکہ مغرب و عشاء کی سنتیں، نفل اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔ اور مغرب کی نماز کی نیت قضا کی نہ کرے۔ ادا کی کرے۔ اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی ادا ہے۔ اور حضور کی ہر ادا، ادا ہی ہے قضا نہیں۔ اور یہ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنے کے لئے جماعت شرط نہیں۔ تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہاں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

شب قدر سے بھی افضل رات یہ رات بڑی شان کی رات ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے اسے شبقدر سے بھی افضل بتایا ہے۔ نمازوں کے بعد باقی رات ذکر و لبیک اور درود و دعا و زاری میں

گزارنی چاہیئے۔

اس رات میں چونکہ زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں ہے۔ صبح پھر منیٰ کو کوچ کرنا ہے۔ اس لئے یہاں خیمے نصب نہیں کئے گئے۔ اور سارے حجاج کھلے میدان ہی پر بیٹھے اور لیٹے نظر آ رہے ہیں۔ اور چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے۔ سبحان اللہ! اللہ کے یہ بندے دنیا بھر کے اطراف و جوانب سے کھچے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ اور خدا کی رضا جوئی میں کس طرح اپنے تمام دنیوی تعلقات اور عیش و عشرت کے سامان پس پشت ڈال کر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر آ جا رہے ہیں۔ کسی شاعر کا شعر ہے۔ ؎

اِک جگہ رہتے نہیں عاشقِ بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

مگر اس شعر میں جو "بدنام" کا لفظ ہے۔ یہ آجکل کے دنیوی عاشقوں کے لئے تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ جو اس وقت یہاں عشاقِ حق کا ہجوم ہے۔۔ انہیں "بدنامی" سے کیا نسبت! اس لئے میں "بدنام" کی جگہ "اسلام" رکھ کر اس شعر کو اِن عشاقِ حق پر یوں چسپاں کرتا ہوں۔ کہ ؎

اِک جگہ رہتے نہیں عاشقِ اسلام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

حج کے اِن دنوں میں اِن عشاقِ اسلام پر یہ شعر خوب صادق آ رہا ہے۔ پرسوں ہم منیٰ میں تھے۔ آج دن بھر عرفات میں رہے۔ اور اس وقت رات کو ہم مزدلفہ میں ہیں۔ اور کل دن کو پھر منیٰ میں ہوں گے۔ واقعی

ے اِک جگہ رہتے نہیں عاشقِ بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

ہمیں یہاں رات بھر رہنا ہے۔ اور کل شیطان کو کنکریاں مارنے کے لئے یہیں سے کنکریاں بھی چننا ہیں۔ کل تو صرف ایک ہی شیطان جمرۃ العقبیٰ کی رمی کرنا ہے۔ اور ۱۱۔ ۱۲۔ کو تینوں شیطانوں کی یعنی جمرۃ العقبیٰ جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الاولیٰ کی۔ اور اگر کوئی تیرہویں تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہرنا چاہے۔ تو تیرہویں کو بھی تینوں ہی جمرات کی رمی کرنا پڑتی ہے۔ کل کے لئے یہاں سے چاہے صرف سات کنکریاں چنی جائیں۔ یا تینوں دنوں کے لئے یعنی ۴۹ یا چاروں دنوں کیلئے یعنی ستر ہر طرح جائز ہے۔ اور اگر یہاں سے کنکریاں نہیں چنیں۔ تو کسی دوسری جگہ سے چن لی جائیں

یہ بھی جائز ہے۔ مگر کسی نجس جگہ کی نہ ہوں۔ اور نہ ہی مسجد کی نہ جمرہ کے پاس کی۔

ہم نے تین دنوں کے لئے یہیں سے کنکریاں چن لی ہیں۔ رشید و بلال کے لئے تو ایسے کام ایک کھیل بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے کنکریوں سے اپنی جھولیاں بھر لی ہیں۔ اور مجھے دکھا کر کہہ رہے ہیں۔ کہ ابا جی! یہ دیکھئے ہم نے بھی کنکریاں چن لی ہیں۔ میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ بیٹو! اتنی کنکریاں درکار نہیں ۴۹۔ ۷۰ کافی ہیں۔ یہ سن کر بلال تو حیران سا رہ گیا ہے۔ اس لئے کہ اُسے اپنی جیب بھی جو کنکریوں سے بھری ہوئی ہے۔ خالی کرنا پڑی ہے۔

مسئلہ یہ کنکریاں کھجور کی گٹھلی برابر کی ہونی چاہئیں۔ اور بہتر ہے کہ انہیں دھو بھی لیا جائے۔

دیکھئے! اب صبح صادق ہونے والی ہے۔ اور آج مسئلہ یہ ہے۔ کہ نماز صبح بہت سویرے پڑھی جائے گی۔ اور نماز کے بعد وقوفِ عرفہ کی طرح یہاں بھی وقوف کرنا ہے۔ اس وقوف میں بھی درود شریف۔ تکبیر، تہلیل استغفار، تلبیہ اور دیگر اذکار خوب پڑھیے — اور دعائیں مانگئے۔

وقوفِ مزدلفہ کا وقت طلوعِ فجر سے اوجالا ہونے تک ہے۔ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر سے پہلے ہی مزدلفہ سے چل دیا۔ تو اس پر دم واجب ہے۔ ہاں اگر عورت۔ بیمار یا کمزور ازدحام میں ضرر کے ڈر سے طلوعِ فجر سے پہلے ہی یہاں سے چل دے تو اس پر دم نہیں۔
الحمدللہ! ہم نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھ لی ہے۔ اور وقوف بھی کر لیا ہے، اور اب ہم منیٰ کیطرف چلنے کو تیار ہیں۔

مسئلہ جب سورج نکلنے میں دو رکعت کے برابر وقت رہے۔ تو منیٰ کو چل پڑے۔

۴ جون ۱۹۷۴ء ہفتہ

پھر منیٰ کو الحمدللہ! کہ مزدلفہ کے وقوف کے بعد اب ہم پھر منیٰ کو چل پڑے ہیں۔ اور وہی ذکر و دعا اور لبیک کا ورد سب کی زبان پر جاری ہے

دعا مزدلفہ سے روانگی کے وقت یہ دعا بھی پڑھنی چاہیئے۔
اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ وَاِلَيْكَ رَجَعْتُ وَمِنْكَ رَهِبْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِي وَعَظِّمْ اَجْرِي وَارْحَمْ تَضَرُّعِي وَاقْبَلْ تَوْبَتِي

وَاسْتَجِبْ دُعَائِي

وادیٔ محسّر

مزدلفہ سے منیٰ کو چلتے ہوئے درمیان میں ایک نشیب جگہ آتی ہے۔ اسے وادیٔ محسّر کہتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے، جہاں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ جب یہ مقام آئے۔ تو یہاں سے تیزی کے ساتھ نکل جانا چاہیئے۔ سوار ہو۔ تو سواری کو تیز چلا کر نکلے۔ یہ مقام ۵۴۵ ہاتھ کے برابر ہے۔ موجودہ حکومت نے نشان بھی لگا دیئے ہیں۔ یہ جگہ نہ منیٰ میں داخل ہے نہ مزدلفہ میں۔ دیکھئے ہم نے یہ جگہ بھی عبور کر لی ہے۔ اور اس کے بعد جو منظر ہے۔ احاطہ تحریر میں کون لا سکتا ہے۔ مزدلفہ سے منیٰ تقریباً تین میل ہے۔ مگر ہجوم و ازدحام کے پیش نظر کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کہ منیٰ میں ہم کس وقت پہنچیں گے۔ منیٰ کی طرف جانے والا یہ راستہ لاکھوں حجاج اور تقریباً پچیس ۲۵ ہزار موٹروں۔ بسوں، سے بالکل اٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھیئے سورج کافی چڑھ آیا ہے۔ مگر ہم ابھی منیٰ سے بہت دور ہیں۔ راستہ بالکل جام ہے۔ اور یہاں تو پیدل چلنے والے بھی اسی عالم میں ہیں راستہ ملتا ہے۔ تو بڑھتے ہیں۔ نہیں تو رکے ہوئے ہیں۔ اِدھر اُدھر دائیں بائیں، آگے پیچھے جدھر نظر دوڑائیے۔

انسانوں کا جمِ غفیر۔ موٹروں اور بسوں کی لمبی قطاریں نظر آ رہی ہیں۔ اور اب تپش بھی بڑھنے لگی ہے۔ ہماری بس میں ہر حاجی نے اپنا اپنا مشکیزہ اپنے اپنے پاس رکھا ہُوا ہے۔ عرفات سے بھر کر لائے تھے۔ رات بھر تو کچھ ایسی ضرورت نہیں پڑی۔ مگر اب تپش میں ہر ایک۔ ایک گھونٹ سے حلق تر کرنے لگا ہے۔ رشید و بلال بھی بار بار پانی مانگ رہے ہیں۔ مشکیزہ ایک ہے اور ہم پانچ افراد ہیں۔ رشید و بلال۔ اُن کی والدہ۔ میں اور قبلہ بھائی صاحب۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ ہماری بس ایک لائن میں گھنٹہ بھر سے بے بس کھڑی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے دائیں بائیں بھی ان بسوں کی جو لائنیں لگ رہی ہیں۔ اور جو میں نے شمار کیں۔ تو تیرہ تھیں۔ یہ بھی ہماری لائن کی طرح ساکن نظر آ رہی ہیں۔ دائیں بائیں تو نظر کرنے پر ان لائنوں کی تعداد معلوم ہو گئی۔ مگر ان لائنوں کی ابتداء و انتہاء کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ گھنٹہ گھنٹہ کے بعد بس سٹارٹ ہوتی ہے۔ اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر پھر رُک جاتی ہے۔ ہر لائن کا یہی حال ہے۔ دوپہر کا وقت بھی ہو رہا ہے۔ گرمی کی انتہاء۔ پیاس کی شدت۔ اور پانی ختم۔ اپنی تو خیر رشید و بلال کی کوفت کا خیال ہے۔ مگر اللہ رے برکات

ایامِ حج۔ کہ یہ بچے بھی صابر و شاکر ہی نظر آ رہے ہیں۔ یہ دیکھئے خدا خدا کرکے اور ایک ایک قدم بڑھتے بڑھتے ہم اس سڑک پر آ پہنچے ہیں۔ جو منیٰ کی ابتداء ہے۔ لیکن منیٰ کا علاقہ بھی تو بیحد وسیع ہے۔ اور ہمارا خیمہ ابھی یہاں سے کافی دور ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہم اُس موڑ پر آ پہنچے ہیں۔ جہاں سے مڑ کر ہمیں اپنے خیموں کے اوپر معلق اپنے معلّم کا نشان "دو پیپے" نظر آنے لگے ہیں۔ اور ہم صبح کے چلے ہوئے ظہر کے آخر وقت میں منیٰ اپنے خیموں میں پہنچ گئے ہیں۔ اور یہیں پہنچ کر ہم نے نماز پڑھی ہے۔

دسویں تاریخ آج دسویں تاریخ ہے۔ اور اس روز ہمیں یہاں منیٰ میں تین کام کرنے ہیں۔ (۱) شیطان کو کنکریاں مارنا۔ (۲) قربانی کرنا۔ (۳) اور سر منڈانا۔

شیطان منیٰ میں تین مقام پر پتھر کے تین ستون ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں۔ اور انہیں کو شیطان بھی کہتے ہیں۔ منیٰ کے قریب جو جمرہ ہے۔ اُسے جمرۃ الاولیٰ کہا جاتا ہے۔ اور جو بیچ کا ہے وہ جمرۃ الوسطیٰ کہلاتا ہے۔ اور جو آخر میں مکہ معظمہ کی طرف ہے۔ اُسے جمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں۔ اور عام زبان میں چھوٹا شیطان۔ درمیانی شیطان

اور بڑا شیطان کہا جاتا ہے۔ ان تینوں شیطانوں میں کافی فاصلہ ہے۔ اور بڑا لطف آتا ہے، اس وقت جبکہ کوئی حاجی کسی دوسرے حاجی سے دریافت کرتا ہے کہ تمہارا خیمہ کسطرف اور کہاں ہے؟ تو وہ اپنا مقام بتانے کے لئے یوں کہتا ہے۔ کہ میں پہلے شیطان کے قریب ہی دائیں طرف فلاں جگہ ہوں۔ میں درمیانی شیطان کے پاس فلاں خیمہ میں مقیم ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک قصور کے دوست حاجی سے اس کا مقام دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں بڑے شیطان سے بھی کچھ آگے ہی ہوں۔

سبحان اللہ! کیا لطف ہیں۔ اور کیا مزے ہیں۔ آج سے بس ہر شخص کی توجہ شیطان ہی کی طرف ہے۔ جسے دیکھئے۔ شیطان ہی کی فکر میں ہے۔ کوئی اُسے پتھر مار کر آ رہا ہے۔ اور کوئی پتھر مارنے جا رہا ہے۔ اور ایک دوسرے سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ کہ شیطان کدھر ہے؟ چنانچہ مجھ سے ایک ایرانی حاجی نے جبکہ میں پانی پینے کیلئے ٹونٹی پر آ رہا تھا۔ پوچھا۔ آغا! شیطانِ کلاں کجا است؟ واہ رے! شیطان! اچھا چرچا پایا تو نے بھی۔ بس معلوم ہوگیا۔ کہ کسی کا چرچا و شہرت بھی کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شیطان کا

وجود بھی خالی از حکمت نہیں۔ بخدا آج شیطان کا تجسس اور اُسے پتھر مارنے کا شوق یہ بھی ایک خاص لطف دے رہا ہے۔ یہ خدا کے بندے خدا کے دشمن کی تلاش میں بھی ایک لذت پا رہے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ حق کے مقابلہ میں اگر باطل نہ ہو۔ تو حق کی حقانیت کا بھی مظاہرہ نہ ہو۔ نمرود نہ ہوتا۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام کی عظمتِ شان اور آپ پر آتشکدہ کا باغ و بہار بن جانا کبھی ظاہر نہ ہوتا۔ فرعون نہ ہوتا۔ تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے عصائے مبارک کا سانپ بن جانا ظاہر نہ ہو سکتا۔ خشک کھجوروں کو سرسبز کر دینا۔ پتھروں سے کلمہ پڑھوا دینا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ معجزات کبھی ظاہر نہ ہوتے اگر "ابوجہل صاحب" موجود نہ ہوتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صبر و شکر کا اظہار کیسے ہوتا اگر یزید جیسا ستمگر نہ آیا ہوتا۔ ان سب نفوس قدسیہ کی شانِ پاک کو چمکانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں ان ظالموں کو پیدا فرما دیا۔ اور اپنی شان کو چمکانے کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنے مقابل شیطان کو پیدا فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ تو وہ ظالم

بھی چلے گئے۔ اور خدا تعالےٰ اب تک ہے۔ اور اس کا مقابلِ مردود بھی اب تک ہے۔ اور آج اسی مردود کے جا بجا تذکرے ہیں۔ اور آج ہر اللہ والا اسی کی تلاش اور اُسے پتھر مارنے کے جذبے میں پھر رہا ہے۔ اور فریضۂ حج کا اللہ کے بندوں کو گویا یہ بھی ایک درس و سبق ہے۔ کہ اس شیطان کا ہمیشہ دشمن ہی بنے رہنا۔ اور کبھی اس کا دوست نہ بننا۔ اللہ سے دوستی رکھنے کی تمنا ہے۔ تو اس کے مخالف و دشمن کی مخالفت میں ہمیشہ کمر بستہ رہنا۔ اور اس کی سرکوبی ہی کرتے رہنا۔

مسئلہ دسویں تاریخ کو صرف "بڑے شیطان" ہی کو پتھر مارے جائیں گے۔ اور اس "رمی" کا وقت آج طلوعِ آفتاب سے زوال تک مسنون ہے۔ اور زوال سے غروب آفتاب تک بھی جائز و مباح ہے۔ اور رات کو بھی کل صبح تک جائز تو ہے لیکن مکروہ۔

افسوس کہ ہم یہاں پہنچے زوال کے بعد ہیں۔ اسلئے ہم سے مسنون وقت تو چھوٹ گیا۔ اب ہم غروب آفتاب سے پہلے پہلے اِس رمی سے فارغ ہونا چاہتے ہیں۔ رشید و بلال کو شیطان دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ اور اُسے مارنے کے لئے بھی بڑے بیچین ہیں۔

ہیں اور قبلہ بھائی صاحب "بڑے شیطان" کو پتھر مارنے کے لئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ رشید و بلال بڑے غور سے سن رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلئے۔ ہم بھی شیطان کو پتھر ماریں گے۔ میں اُن سے کہہ رہا ہوں۔ کہ بیٹا! آج نہیں۔ تم کل چلنا۔ آج تو صرف ایک ہی شیطان سے نپٹنا ہے۔ کل تینوں کا مقابلہ ہے تم تیار ہو جاؤ۔ اور کل کے لئے کمر کس لو۔

مسئلہ کمزور۔ بیمار اور ناسمجھ کی طرف سے دوسرا شخص بھی رمی کر سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ پہلے اپنی طرف سے کرلے۔ پھر ان کی طرف سے کرے چنانچہ رشید و بلال کی طرف سے آج میں خود رمی کروں گا۔ بیجئے۔ میں اور بھائی صاحب اور رشید و بلال کی والدہ رشید و بلال کو اپنے خیمے میں دوسرے حجاج، جو رمی سے فارغ ہو چکے ہیں۔ کے پاس بٹھاکر بڑے شیطان کی طرف چل دیئے۔ ہماری یہ جائے قیام بڑے شیطان سے کافی دور ہے۔ "مذبح" کے ہم قریب ہیں۔ اور بڑا شیطان مسجد خیف سے بھی بہت آگے واقعہ ہے۔ باوجود اتنی مسافت کے کوئی تکلیف نہیں ہو رہی۔ اور ہم اپنے ہاتھوں میں سات سات کنکریاں لئے ہوئے بڑے شیطان کی طرف

رواں دواں ہیں۔ منیٰ کے پُر رونق اور نورانی راستے کو عبور کرتے ہوئے مسجد خیف کے پاس پہنچتے ہوئے آگے بڑھے۔ تو تڑا تڑ کی مسلسل آوازیں آنے لگیں ہیں۔ دور سے ایک انبوہ کثیر نظر آیا۔ یہ لوگ "بڑے شیطان" کے گرد اُسے پتھر مارنے کے لئے جمع ہیں۔ دو سڑکوں کے درمیان ایک دیوار کے ساتھ متصل ہی ایک پتھر کا ستون نظر آیا۔ جس کے پاس ہی ایک شرطی کھڑا ہے۔ اور لوگ اس شیطان کو "تڑا تڑ" پتھر مار رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا پُر لطف منظر ہے۔ رشید و بلال کی والدہ بھی ہمارے ہمراہ ہے۔ اور اس غضب کے ہجوم میں میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے۔ اور اُسے تاکید کر رہا ہوں۔ کہ مجھ سے الگ نہ ہونے پائے۔ اس جگہ کسی شخص کا اپنے رفیق سے الگ ہو جانا گم ہو جانے کے معنی میں ہے۔

شریعت میں جو یہ حکم ہے۔ کہ عورت اپنے محرم کے بغیر حج کو نہیں جا سکتی۔ اس حکم کی حکمت یہاں معلوم ہوئی۔ کہ عورت کو بعض اوقات بمقام کر رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات محرم کے سوا دوسرے کیلئے جائز نہیں۔

مسئلہ رمی کے وقت جمرۃ العقبیٰ یعنی بڑے شیطان سے کم از کم پانچ ہاتھ ہٹ کر یوں کھڑے ہو

کہ منیٰ داہنے ہاتھ۔ اور کعبہ شریف بائیں ہاتھ کو۔ اور جمرہ کی طرف منہ ہو۔ ہجوم کے باعث اگر پانچ ہاتھ سے زیادہ دور جگہ ملے۔ تو بھی مضائقہ نہیں۔ پھر سات کنکریاں جدا جدا چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر شیطان کو مارے۔ اور ہر کنکری کے مارنے کے وقت یہ دعا اور تکبیر کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ وَرِضًى لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا۔

اگر یہ دعا یاد نہ ہو۔ تو سُبْحَانَ اللّٰهِ — یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ پڑھ کر مارنا بھی جائز ہے۔

بہتر ہے۔ کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں۔ ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ تک گریں۔ اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو اس کا شمار نہ ہوگا۔

پہلی کنکری کے مارنے کے بعد لبیک کہنا موقوف کر دے۔ اور کنکریاں پوری سات مارنی ضروری ہیں۔ کم جائز نہیں۔ سات کنکریاں مارنے کے بعد فوراً واپس آجائے۔

ہم بڑی مشکل سے "بڑے شیطان" کے قریب پہنچے ہیں۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے۔ ایک بے پناہ ہجوم جو

"بسم اللہ اللہ اکبر" کے پیارے اور دلنشیں و پُرشکوہ ہنگامے میں شیطان کو تڑا تڑ پتھر مار رہا ہے۔ یہاں کا یہ منظر بھی قابل دید ہے۔ مصری عورتیں یہاں بھی عجیب انداز میں اس ہجوم میں شیطان پر برس رہی ہیں۔ مجھے رشید و بلال کی والدہ کی فکر اور بھائیصاحب قبلہ کا بھی خیال اور اپنی فکر بھی۔ بہر حال ہم یہاں پہنچ ہی گئے۔ اور ہم تینوں نے بھی "بڑے شیطان" کی تواضع کر ڈالی۔ بڑا لطف آیا۔ خدا کرے۔ کہ گھر پہنچ کر بھی ہم شیطان ملعون کی اسی طرح "تواضع" کرتے رہیں۔ ہم رمی سے فارغ ہوکر بمشکل اس ہجوم سے نکلے۔ اور اپنے خیمے کی طرف لوٹے ہیں۔ اب ہمیں قربانی کی فکر ہے۔ رشید و بلال کی والدہ کو خیمہ میں پہنچا کر میں اور بھائی صاحب قبلہ "مذبح" جو ہمارے خیمے کے قریب ہی ہے۔ میں گئے۔ جہاں سینکڑوں بکرے۔ دنبے۔ اونٹ اور گائے فروخت کے لئے موجود ہیں۔ اور خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ بہت سے بکرے اور دنبے دیکھنے کے بعد تین دنبے میں نے اور ایک قبلہ بھائی صاحب نے ۵۰۔۵۰ ریال کے خریدے ہیں۔ اور یہیں ہم دونوں نے ان کو ذبح کیا ہے۔ "چھری والے" بھی یہیں مل جاتے ہیں۔ جو

ایک ریال لے کر چھری دے دیتے ہیں۔ اور بجرے کو لٹا کر حاجی کی اجازت سے یا خود ذبح کر دیتے ہیں۔ یا حاجی خود ذبح کر دیتے ہیں۔ ہم نے خود ہی ذبح کئے ہیں۔

مسئلہ جو شخص خود ذبح کرنا جانتا ہو۔ وہ خود ذبح کرے۔ ورنہ ذبح کے وقت پاس کھڑا رہے۔

اس قربانی کے احکام عیدالاضحیٰ کی قربانی کے احکام کی مثل ہیں۔ جو جانور وہاں جائز ہیں۔ یہاں بھی جائز ہیں اور جو وہاں جائز نہیں۔ وہ یہاں بھی جائز نہیں۔ اور جس طرح وہاں اونٹ، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی جائز ہیں۔ لیکن یہ وہ قربانی نہیں ہے۔ جو بڑی عید کو دوسرے شہروں میں کی جاتی ہے۔ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ اور قارن و متمتع حاجی پر واجب ہے۔ جو لوگ بڑی عید کی قربانی کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ قربانی تو منیٰ میں ہی کی جاتی ہے۔ وہ شرعی احکام سے بے خبر ہیں۔ اس لئے کہ منیٰ کی قربانی دوسری ہے اور عید کی قربانی دوسری۔ اور عید کی قربانی میں جب تک شریعت کے مطابق جانور کی قربانی نہ دی جائے گی۔ کبھی روا نہ ہوگی۔ ہم نے یہ چاروں دنبے ذبح کئے اور واپس اپنے خیمے میں چلے

آئے ہیں۔ اور اکثر حجاج ایسا ہی کر رہے ہیں۔ کھال اتارنا۔ اور گوشت لانے کی مہلت کسے ہے؟ بہت سے مصری اور افریقی اور دیگر اپنے پاکستانی و ہندوستانی حجاج ایسے بھی ہیں۔ جو بکروں کو اپنے اپنے خیموں میں لاکر ذبح کرنیکے بعد باقاعدہ ان کے گوشت کو پکاتے۔ کھاتے اور کھلاتے ہیں مگر ہمارے پاس تو کوئی انتظام ہی نہیں۔ ہم نے ذبح کیا اور چلے آئے۔ مقصودِ شرعی تو صرف ذبح ہے۔ اور وہ پورا ہوگیا ہے۔

حَلق اب سر منڈانا باقی ہے۔ اس کے بعد ہم احرام کھول دیں گے۔ اور احرام کی ساری پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ اپنے خیمہ ہی میں ہمارے ایک رفیق سفر حجام ہیں۔ اور وہ آج دن بھر اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے کہا گیا۔ اور انہوں نے بھائی صاحب قبلہ کے، میرے اور رشید و بلال کے سر کے بال مونڈے ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے خود ہی قینچی سے انگلی بھر سر کے بال کاٹ لئے ہیں۔ مسئلہ یہی ہے کہ سر کے سارے بال یا منڈا دیئے جائیں۔ یا کٹا دیئے جائیں، منڈانے افضل ہیں۔ اور عورت کے لئے چوتھائی سر کے بال بقدر ایک انگل کے کتروانے کافی ہیں۔ یہ حلق ۱۱ ۔ ۱۲ تاریخ تک

جائز ہے۔ مگر افضل آج ہی کا دن ہے۔ یعنی دسویں تاریخ۔ سر منڈانے کے بعد اب ہم نے احرام کھول دیا ہے۔ اور اب احرام کی ساری پابندیاں بھی ختم ہوگئی ہیں۔ صرف ایک پابندی باقی رہتی ہے۔ عورت سے صحبت وغیرہ۔ یہ پابندی طواف زیارت کے بعد ختم ہوتی ہے۔

طواف زیارت رمی و ذبح کے بعد اب ہمیں طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ جانا ہے۔ یہ طواف — طواف افاضہ اور فرض طواف بھی کہلاتا ہے۔ یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے۔ اس طواف کے بغیر حج ہوتا ہی نہیں۔ اس طواف کا وقت بھی ۱۲۔ ذوالحجہ غروب آفتاب تک ہے۔ آج چونکہ وقت زیادہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس طواف کے لئے مکہ معظمہ کل انشاء اللہ جائیں گے

۵۔ جون بروز اتوار

آج ہمیں طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ بھی جانا ہے۔ اور تینوں شیطانوں کو پتھر بھی مارنے ہیں۔ رشید و بلال آج بڑے خوش ہیں۔ کہ آج شیطان دیکھیں گے۔ اور انہیں ہم پتھر ماریں گے۔ آج "رمی" کا وقت زوال کے بعد شروع ہوگا۔ اور غروب آفتاب تک مسنون وقت رہیگا۔

پھر رات کو بھی یہ رمی جائز تو ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ ظہر سے پہلے پہلے طواف زیارت کر آئیں اور پھر نماز ظہر کے بعد آکر رمی کریں گے۔ چنانچہ چائے والے چینے کے بعد ہم ایک بس پر بیٹھے ہیں۔ جس نے ایک ایک ریال فی کس کے حساب سے ہمیں مکہ معظمہ پہنچا دیا ہے۔ الحمد للہ ا چار روز کے بعد آج پھر کعبہ شریف پیش نظر ہے۔ معمول کے مطابق وہی مقدس ہجوم اور وہی ہنگامہ ہے۔ کوئی اس گھر کے گرد گھوم رہا ہے۔ کوئی صفا مروہ میں دوڑ رہا ہے۔ ہم نے طواف کیا۔ رمل و سعی بھی کی۔ اور اس طواف سے بھی فراغت پائی ہے۔

مسئلہ آٹھویں ذوالحجۃ کو منیٰ کو جاتے ہوئے اگر نفلی طواف کر کے سعی کر لی تھی۔ تو آج اس طواف زیارت میں رمل و سعی نہ کرے۔ اور اگر آٹھویں کو احرام باندھ کر بغیر سعی و طواف کے منیٰ آ گیا تھا۔ تو آج اس طواف میں رمل و سعی بھی کرے۔ چونکہ ہم نے آٹھویں کو طواف و سعی نہیں کی تھی۔ اس سے قبل جو طواف و سعی تھی۔ وہ عمرہ کی تھی۔ اس لئے آج ہم نے طواف میں رمل بھی کی۔ اور صفا مروہ کی سعی بھی — اور اضطباع کے لئے احرام کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ

کل کا کھل چکا ہے۔ اس لئے اضطباع نہیں کیا۔ (رمل و سعی اور اضطباع کا بیان پیچھے گزر چکا ہے) طوافِ زیارت دسویں کو کرے۔ یا گیارہویں کو۔ طواف کرکے منیٰ واپس آجانا ضروری ہے۔ رات دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں۔

طوافِ زیارت کے بعد ہم پھر منیٰ واپس آگئے ہیں اب آج کے روز تینوں شیطانوں کو پتھر مارنا اور کل۔ بارہویں کو بھی تینوں شیطانوں کو پتھر مارنا یہ دو کام ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم تکمیل حج سے فراغت پاکر مکہ شریف چل دیں گے۔

رشید و بلال بار بار پوچھ رہے ہیں۔ کہ اباجی! شیطانو کے پاس کب چلیں گے؟ خدا جانے ان بچوں نے اپنے ذہن میں ان کا کیا نقشہ جما رکھا ہے۔ نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد ۲۱-۲۱- کنکریاں (جو مزدلفہ سے چن کر لائے تھے۔) ساتھ لیں۔ اور ہم شیطانوں کی سرکوبی کے لئے خیمہ سے نکلے۔ بلال کو میں نے گود میں اٹھا لیا ہے۔ اور اس سے کہہ رہا ہوں۔ دیکھو بیٹا! شیطان کو اپنے ہاتھ سے پتھر مارنا۔ بلال یہ دیکھ کر کہ ہم شیطان کے مارنے کو جارہے ہیں۔ کچھ حیران سا ہوکر مجھ سے کہنے لگا۔ اباجی! شیطان کو میں نے مارا۔ تو مجھے وہ پکڑ تو نہیں لے

گا؟ بلال کے خیال میں شیطان کوئی جیتا جاگتا شیطان ہے۔ میں نے اُسے تسلی دی ہے۔ کہ نہیں! وہ زمین میں گڑا ہوا ہے۔ اور پتھر ہے۔ وہ تمہیں کچھ نہ کہے گا۔ رشید ماشاء اللہ بڑا دانا اور دلیر ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔ بلال گھبراؤ نہیں۔ وہ اگر تمہیں پکڑنے دوڑے گا۔ تو میں اُسے پتھر ماروں گا۔ اور اگر میری طرف آیا۔ تو اباجی اس سے نپٹ لیں گے۔

یہ دیکھئے مسجد خیف آگئی ہے۔ اور اس سے کچھ آگے جمرۃ الاولی یعنی چھوٹا شیطان ہے۔ سبحان اللہ! کسقدر ہجوم ہے۔ اب اس ہجوم میں میرے لئے بڑی مشکل نظر آنے لگی ہے۔ بلال میری گود میں ہے۔ رشید کا ہاتھ ایک ہاتھ میں ہے۔ پھر ان کی والدہ بھی ساتھ ہے۔ اُسے تاکید کر رہا ہوں۔ کہ تم میری قمیض کا دامن مضبوطی سے تھام رکھو بھائی صاحب قبلہ اس ریلے میں خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان کی چنداں فکر نہیں۔ کہ یہ اُن کا پانچواں حج ہے۔ اور وہ یہاں کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہیں۔ میں عجب مشکل میں ہوں۔ رشید کو دیکھئے۔ ہجوم میں کئی بار گرا۔ اٹھا۔ پھر گرا۔ اور کئی بار دبایا۔ دبوچا گیا۔ اور رونے بھی لگا ہے۔ گرتے اٹھتے

رشید کو روتا دیکھ کر بلال بھی گھبرا گیا ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ دیکھئے ہم چھوٹے شیطان کے قریب آ پہنچے ہیں۔ الامان والحفیظ! کس قدر ہجوم ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آج بھی رشید و بلال کی طرف سے میں ہی پتھر مار دیتا۔ اور انہیں ساتھ نہ لاتا۔ مگر ان کا شوق بھی تھا۔ جو ہوُا اچھا ہوُا۔

یہ دیکھئے! یہ "چھوٹے شیطان صاحب" ہیں۔ بڑے شیطان کی نسبت ان کی جگہ بلند ہے۔ اور یہ دور ہی سے نظر آ رہے ہیں۔ اور کیا کہئے ان کی رعونت اور ڈھٹائی کے۔ کہ چاروں طرف سے تڑا تڑ پتھر برس رہے ہیں۔ مگر یہ اُسی "اکڑ خون" میں نظر آ رہے ہیں۔

مسئلہ یہ "شیطان" چونکہ ذرا اونچائی پر ہے۔ اس لئے ذرا اوپر کو چڑھ کر رو بقبلہ ہوکر بطریق مذکور کنکریاں مارے۔ اور پھر جمرہ سے ذرا آگے بڑھ کر قبلہ رو دعا میں ہاتھ اٹھا کر حضور قلب سے حمد و درود و دعا و استغفار میں کم از کم اتنی دیر ٹھہرے کہ جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد جمرہ وسطیٰ یعنی درمیانی شیطان کی رمی کے لئے آگے بڑھے۔

یہ دیکھئے! ہم بمشکل اس شیطان کے قریب پانچ ہاتھ سے کچھ زیادہ دور پہنچے ہیں۔ اور پہلے میں نے اپنی کنکریاں پھینکی ہیں۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے بھی۔ پھر میں نے بلال کے ہاتھ میں ایک کنکری دی ہے۔ اور اس سے مارنے کو کہہ رہا ہوں۔ اس نے ایک کنکری شیطان کی طرف پھینکی ہے۔ مگر پھر شائید اس ہجوم، اور تڑا تڑ کی آواز۔ اور شیطان کی رعونت دیکھ کر کچھ ڈر گیا ہے۔ اور میرے گلے لپٹ کر کہہ رہا ہے۔ کہ اباجی واپس چلو۔ اب میں نہیں ماروں گا۔ میں نے کافی تسلی دی ہے۔ مگر اب وہ شیطان کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ خدا کرے۔ کہ یہ دونوں بھائی عمر بھر شیطان کی طرف دیکھیں بھی نہیں۔ آمین!

آخر باقی کی اُس کی کنکریاں اس کی طرف سے میں نے ہی پھینکی ہیں۔ اس کے بعد بلال کو اس کی والدہ کی گود میں دے کر رشید کو میں نے اٹھایا ہے۔ اور اسے کنکریاں مارنے کے لئے جو کہا۔ تو اس مرد دلیر نے فوراً یہ کہتے ہوئے کہ اس شیطان کی ایسی تیسی۔ لئے پتھر مارنے شروع کئے۔ رشید کی یہ جرأت دیکھ کر دل خوش ہوا!

اس کے بعد ہم دعائیں مانگ کر آگے بڑھے۔ اور درمیانی شیطان کا رُخ کیا ہے۔ اس درمیانی شیطان کو بھی پہلے شیطان کی طرح کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہاں بھی یہ کام پورا کیا ہے۔ بلال یہاں بھی کنکریاں مارنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ ہاں شیطان کی گت بنتے ہوئے دیکھ ضرور رہا ہے۔ یہاں بعض لوگ شیطان کی پشت کی جانب کھڑے ہوکر شیطان کے سر پر جوتے مار رہے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر بلال ہنس پڑا۔ اور کچھ مطمئن بھی ہوگیا ہے۔ کہ یہ شیطان ہل جل نہیں سکتا۔ ورنہ جوتے کھاتے ہوئے یہ اِدھر اُدھر ضرور بھاگتا۔ اب اس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اگلے شیطان کو میں پتھر خود ماروں گا۔ یہاں کی رمی سے فارغ ہوکر ہم آگے بڑھے۔ اور کل والے بڑے شیطان کے پاس پہنچے۔ یہاں جگہ وسیع ہے۔ مگر ہجوم کے باعث وہی دھکم دھکا کا عالم ہے۔ یہاں آگے بڑھتے ہوئے ایک ریلا ایسا آیا۔ کہ رشید میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور کئی اشخاص کے نیچے دبوچا گیا۔ مجھے بڑی فکر پڑی۔ اس کی والدہ نے شور مچایا۔ میں نے بمشکل اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا۔ بچارے کو چوٹیں بھی آئی ہیں۔ مگر خدا اسے سلامت

رکھے۔ کھسیانی ہنسی ہنس رہا ہے۔ اور مجھ سے کہہ رہا ہے۔ ابا جی! کوئی بات نہیں۔ آپ پتھر مجھے دیں۔ میں اس بے ایمان کو ماروں۔ میں نے شکر کیا ہے کہ زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ پھر میں نے رمی شروع کی ہے۔ اور رشید و بلال کی والدہ نے بھی۔ اس کے بعد رشید کو میں نے گود میں لیا۔ اور اس نے رمی کی ہے۔ اس کے بعد ہمت کر کے بلال نے بھی رمی شروع کی۔ یہ دیکھیے اسنے پہلی کنکری پھینکی ہے۔ میں نے کہا۔ شاباش! یہ لو دوسری کنکری! یہ بھی اس نے پھینکی۔ ساتھ ہی ایک مصری عورت نے پکارا۔ صحیح! اب اس کی ہمت اور بندھی۔ اور اس نے تیسری کنکری بھی ماری۔ پھر چوتھی بھی اور اسی طرح ساتوں کنکریاں پھینک دی ہیں۔ الحمد للہ! ہم آج کے اس کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔

اب ہم یہاں سے واپس اپنے خیمہ میں لوٹ آئے ہیں۔ اور کل کے لئے پروگرام یہ بنایا ہے۔ کہ رشید و بلال ساتھ نہیں ہوں گے۔

۶ جون بروز پیر

آج ۱۲ ذوالحجہ ہے۔ اور آج بھی تینوں شیطانوں کو پتھر مارنے ہیں۔ اور آج بھی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوگا۔ آج بھی ہم نے حسبِ معمول رمی کی ہے۔ اور رشید و بلال کو ساتھ نہیں لایا گیا۔ اور ان کی جانب سے میں نے کنکریاں پھینکی ہیں۔

مسئلہ | ۱۲ ذی کو رمی کر کے مکہ معظمہ چلے آنا بلاکراہت جائز ہے۔ اور اگر تیرہویں تاریخ کو بھی رہنا چاہے۔ تو موجبِ فضیلت ہے۔ تیرہویں کو بھی اگر منیٰ میں رہنا چاہے۔ تو پھر تیرہویں کو بھی بعد زوال پتھر مار کر مکہ معظمہ آئے۔

ہمارے معلم صاحب نے ہمیں آج ہی مکہ معظمہ واپس لے چلنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اور ہم رمی سے فارغ ہوکر عصر کے وقت یہاں سے چل کر مغرب کے وقت مکہ معظمہ پہنچ گئے ہیں۔ الحمدللہ علےٰ ذالک!

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ہم اس فریضۂ حج سے بخیر و خوبی فارغ ہوکر پھر مکہ معظمہ پہنچ چکے ہیں۔

یادِ وطن

یہ حقیقت ہے۔ اور جسے ہر حاجی خوب جانتا ہے۔ کہ حج سے فراغت کے بعد ہی وطن کی یاد ستانے لگتی ہے۔ اور فوراً یہ خیال آنے لگتا ہے۔ کہ ہمارا جہاز کس تاریخ کو جدہ سے روانہ ہوگا۔ اور حاجی ایک دوسرے سے یہی دریافت کرنے لگتے ہیں کہ تم کب جاؤگے۔ اور تمہارا جہاز کب جانے والا ہے۔

ہم نے معلوم کیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ ہم جس جہاز پر آئے تھے۔ وہ جہاز جس کا نام سنتھیا ہے۔ بنگال کے حجاج کو لے کر جائے گا۔ اور ہم ایک نئے بڑے جہاز پر جس کا نام "سفینۃ الحجاج" ہے۔ اور جسے ہماری حکومت نے حال ہی میں خریدا ہے۔ اس پر واپس ہوں گے۔ اور اس کی تاریخ روانگی کا عنقریب اعلان ہوگا چنانچہ اسی انتظار میں ہمیں پچیس روز اور مکہ معظمہ میں رہنے کے لئے مل گئے ہیں۔ اور ہم ان غنیمت کے دنوں میں نفلی طواف اور عمرہ کی سعادتوں سے مشرف ہو رہے ہیں۔

اور ان دنوں کے بعد پتہ چلا۔ کہ ہمارا جہاز ۲۰ جولائی کو جدہ سے روانہ ہوگا۔ چنانچہ ہمارے معلم صاحب

نے ہمیں دو روز پہلے ہی جدہ پہنچانے کا اعلان کر دیا ہے۔

الوداع

اور ہم طوافِ الوداع کرکے اپنی بسوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اور جس وقت ہماری بسیں مکہ معظمہ سے روانہ ہوتی ہیں۔ اس مقدس شہر اور کعبہ معظمہ کی جدائی کے تصوّر سے بس میں ہر ایک حاجی رونے لگا ہے۔ اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر ہر ایک یہ دعا مانگ رہا ہے۔ کہ الٰہی! ہمیں پھر اس پیارے شہر میں حاضر ہونے کا موقعہ نصیب فرمانا۔ ہم سب دست بدعا ہیں۔ رشید و بلال کے بھی ہاتھ اُٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی رو رہے ہیں۔

یہ لیجئے۔ ہم جدہ میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ اور دو روز یہاں ٹھہرنے کے بعد اپنے جہاز "سفینۃ الحجاج" میں سوار ہو گئے ہیں۔

سفینۃ الحجاج

یہ جہاز جو ہماری حکومت نے خریدا ہے — بہت بڑا جہاز ہے۔ سنا ہے۔ کہ اس میں ۲۱۰۰ نشستیں ہیں۔ اور ہم اس وقت نشستوں کی تعداد سے نصف کی تعداد میں ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک حاجی کو بڑی کھلی جگہ مل گئی ہے۔ اور بڑے مزے اور آرام سے یہ سفر طے ہو رہا ہے۔

واپسی پر بھی جہاز میں میری پانچ تقریریں ہوئیں ہیں۔ چونکہ دسویں محرم شریف بھی جہاز ہی میں آئی ہے۔ اس لئے محرم کی دسویں کو یہاں ایک عظیم الشان محفل کا انعقاد ہوا رہا ہے۔ جس میں میں نے واقعاتِ شہادت کا بیان کیا ہے۔ جس سے بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور اکثر احباب نے میرا پتہ نوٹ کیا ہے۔ اور اپنے اپنے ہاں بلانے کا اور مجھ سے وہاں پہنچنے کا وعدہ کیا اور لیا ہے۔ ہمارا یہ جہاز چھ روز کے بعد کراچی پہنچ گیا ہے۔

ہمارا جہاز ویسٹ وہارف کی بندرگاہ پر ۸، جولائی کی شام کو پہنچ گیا ہے۔ ہم رات بھر جہاز ہی میں رہے۔ اور ۹۔ کی صبح کو جہاز سے اترے۔ کسٹم کے مرحلے سے فارغ ہوکر برادرم محمد حسین صاحب۔ عزیزم محمد احمد صاحب و دیگر احباب جو متعدد ہار لئے اور کار لئے بندرگاہ پر آئے ہوئے سینکڑوں استقبال کرنے والوں میں موجود ہیں۔ کی معیت میں ہم برادرم محمد حسین صاحب کے گھر پہنچے۔ اور پہلا کام کوٹلی تار دینے کا کیا۔ کہ ہم بخیریت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ اور ۱۲، تاریخ کو سندھ ایکسپریس پر سوار ہوکر ۱۳۔ کو انشاءاللہ گھر پہنچ جائینگے۔

۱۲ جولائی ۱۹۸۰ء منگلوار

آج ہم کوٹلی روانہ ہونے کے لئے کراچی سٹی اسٹیشن پر پہنچے ہیں۔ ہمیں رخصت کرنے والوں میں اپنے متعدد عزیز اور کراچی کے دوست و احباب موجود ہیں۔ آج ہی رحیم یار خاں میں برادرِ محترم احسان الٰہی صاحب کوٹلوی اور برادرم حاجی خان محمد کو بھی تار دیا ہے۔ کہ ہم سندھ ایکسپریس پر گزر رہے ہیں۔

نعرہ ہائے تکبیر و رسالت میں ہماری ٹرین چھوٹی ہے۔ اور ہم کراچی سے عازم سیالکوٹ ہوگئے ہیں۔

شام آٹھ بجے ہم رحیم یار خاں پہنچے ہیں۔ برادرم احسان الٰہی و برادرم حاجی خان محمد صاحب بلال ورشید کے لئے پھل فروٹ اور مٹھائی وغیرہ ساتھ لائے ہیں ان کے ہمراہ رحیم یار خاں کے دیگر احباب بھی ہیں۔ ایک تو میں ان کا عزیز۔ پھر رحیم یار خاں میں کئی ایک تقریریں بھی کر چکا ہوں۔ اور پھر حاجی بھی۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ لوگ کس محبت و تپاک سے ملے ہوں گے۔ گاڑی جتنی دیر ٹھہری رہی۔ یہ لوگ ہمارے ڈبہ میں اور کچھ باہر مدینہ منورہ اور حج کی باتیں

دیانت کرتے رہے۔ اور رشید و بلال کے ہاتھ پیر چومتے رہے۔

۱۳ر جولائی ۱۹۶۰ء بدھوار

آج صبح سوا سات بجے ہم لاہور پہنچ گئے ہیں۔ اس کے بعد دس بجے وزیر آباد پہنچیں گے۔ اور وہاں سے گاڑی بدل کر بارہ بجے کے قریب انشاء اللہ سیالکوٹ پہنچیں گے۔ یہ لیجئے وزیر آباد بھی آگیا۔

کوٹلی میں تار پہنچنے کے بعد کوٹلی کا ہر چھوٹا بڑا مرد اور عورتیں ہمارے استقبال کے لئے تیار تھے۔ اور بہت سے احباب وزیر آباد تک پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ دیکھئے وزیر آباد گاڑی پہنچی ہے۔ تو سب سے پہلے عزیزم مولوی عطا المصطفٰی محمد جمیل سلمہ ربہٗ پر نظر پڑی ہے۔ گاڑی رکی اور اترے ہیں۔ تو دیکھا۔ کہ عزیزم ضیاء المصطفٰی اور اس کی دونوں بہنیں اور ان کے علاوہ کئی ایک کوٹلی کے احباب ہمارے استقبال کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہاروں سے نوازا گیا۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولوی محمد نذیر صاحب مجاہد سلمہم

بھی تشریف فرما ہیں۔

خوب خوب گلے لگ کر ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت شیخ القرآن نے ویٹنگ روم میں بٹھایا۔ مولوی محمد نذیر صاحب نے سب کے لئے چائے کا انتظام کیا ہے۔ اور گھنٹہ بھر ہم یہاں ٹھہرے رہے ہیں۔ اور پھر سیالکوٹ کی گاڑی پر بیٹھ گئے ہیں۔ سیالکوٹ کے اسٹیشن پر خطیب اعظم — مولانا محمد یوسف صاحب احباب سمیت اور دیگر علمائے اہل سنت اور کوٹلی کے کئی مرد اور عورتیں نیز کھروٹہ سیداں کے متعدد احباب ہار لئے اسٹیشن پر موجود ہیں۔

لیجئے، ہم سیالکوٹ آ پہنچے ہیں۔ یہ دیکھئے سارا پلیٹ فارم استقبال کرنے والوں سے اٹا ہوا ہے اور گاڑی پہنچتے ہی نعرہ ہائے تکبیر و رسالت۔ اور شیر پنجاب زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا ہے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب آگے بڑھے ہیں۔ اور مجھے گاڑی سے نیچے اترنے کو فرمایا ہے۔ میں گاڑی سے نیچے اترا ہوں۔ مولانا سے بغلگیر ہونے کے بعد معانقوں اور مصافحوں کا کچھ ایسا دورِ مسلسل شروع ہوا ہے کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آرہا — ہاروں سے کچھ ایسا نوازا جا رہا ہوں۔ کہ تھک گیا ہوں اور ہار گیا ہوں۔ ادھر رشید و بلال کو کندھوں پر اٹھا

اٹھا کر ان کے نام کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ مستورات کا انبوہ اُن کی والدہ کو گھیرے ہوئے رل رہا ہے — سبحان اللہ! مدینہ منورہ سے ہوکر آنے والا کس قدر عروج و بلندی پالیتا ہے۔

یہ دیکھئے ہم بمشکل اسٹیشن سے باہر نکلے ہیں۔ تو اسٹیشن سے باہر بھی سیالکوٹ اور کوٹلی کے متعدد احباب موجود ہیں۔ دو گھنٹہ یہیں صرف ہو گئے ہیں۔ پھر ہم ٹانگوں پر بیٹھے ہیں۔ دس بارہ ٹانگوں کی یہ قطار کوٹلی کو روانہ ہوئی ہے۔ اکثر احباب دائیں بائیں سائیکلوں پر سوار ساتھ چل رہے ہیں۔ یہ دیکھئے کھروٹہ سیداں آگیا ہے۔ کھروٹہ کے متعدد احباب مرد اور عورتیں ہمارے استقبال کے لئے سڑک پر کھڑے ہیں میرا ٹانگہ سب سے آگے ہے۔ اس کے پیچھے رشید و بلال اور ان کی والدہ کا۔ کھروٹہ کے احباب نے ہمیں ٹھہرا لیا ہے۔ اور ہم نے نیچے اتر کر سب سے ملاقات کی ہے۔ احباب نے مجبور کیا ہے۔ کہ برلبِ سڑک جامع مسجد میں کچھ بیان ہو جائے۔ چنانچہ میں اسی عالم میں مسجد میں گیا ہوں۔ اور پانچ منٹ کیلئے مدینہ منورہ کی باتیں کرکے پھر اپنی سواری پر بیٹھ گیا

ہوں۔ یہ دیکھئے سڑک پر کئی بچے دوڑتے ہوئے کھروٹہ تک آ پہنچے ہیں۔ یہ کوٹلی سے آئے ہیں — کئی احباب بھی اسی طرف آ رہے ہیں۔ کوٹلی یہاں سے ابھی چار میل دور ہے۔ مگر ہماری محبت ان احباب کو کشاں کشاں لا رہی ہے۔ اب یہ عالم ہے۔ کہ ہمارے ٹانگے کوٹلی کو چل رہے ہیں۔ دائیں بائیں سائیکل سوار ہیں۔ اور کئی بچے ہمارے ان ٹانگوں کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ بعض بچوں کو ہم نے ٹانگوں پر بٹھا لیا ہے۔ مگر کس کس کو بٹھائیں۔ یہ دیکھئے — مشرقی کوٹلی سے گزرنے کے بعد میل بھر سڑک پر مرد اور عورتوں کا ہجوم نظر آ رہا ہے۔ یہ سب کوٹلی کے مسلمان ہیں۔ جو اس مسافر مدینہ بشیر اور اس کے بچوں اور ان بچوں کی والدہ کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل آئے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عظمت اور کیا شان ہے مدینہ پاک کی — کہ وہاں سے ہو کر آنے والا بے پناہ بلندیوں پر جا پہنچتا ہے۔ اب منظر یہ ہے۔ کہ مردوں کے ہجوم نے میرے ٹانگے کو — اور عورتوں کے ہجوم نے رشید و بلال کی والدہ کے ٹانگے کو گھیر رکھا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے محبت و پیار کی نظروں

سے رشید و بلال کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں.
کوٹلی کے بڑے بڑے بزرگ اور سن رسیدہ حضرات
نے یہ بتلایا ہے. کہ اس قدر عظیم الشان اجتماع استقبال
آج سے قبل کوٹلی میں دیکھنے میں نہیں آیا. کیوں نہ
ہو. ہم مدینہ پاک سے ہو کر آئے ہیں. ہم آہستہ آہستہ
چل رہے ہیں. نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگ رہے ہیں
چھوٹے چھوٹے بچے رشید و بلال کے ارد گرد ان کا نام
لے لے کر حاجی رشید زندہ باد اور حاجی بلال زندہ باد
کے نعرے لگا رہے ہیں. اور لطف یہ کہ یہ دونوں ننھے
حاجی خود بھی ایک دوسرے کا نعرہ لگا رہے ہیں. اور
خود بھی زندہ باد کہہ رہے ہیں.
یہ دیکھئے اڈہ آ گیا ہے. اور سارے اڈہ میں انسانی
ہجوم نظر آ رہا ہے. ان سب کے آگے میرے عم محترم
حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب[1] تشریف فرما ہیں
اڈہ پر پہنچتے ہی میں سب سے پہلے عم محترم سے بغلگیر
ہوا ہوں. عم محترم رونے لگے ہیں. میں بھی رو رہا ہوں.
پھر سب حضرات سے باری باری ملاقات ہو رہی ہے.
عورتوں کے ہجوم میں رشید و بلال کی والدہ سب سے
ملاقات کر رہی ہے. رشید و بلال کبھی مردوں کے ہجوم

[1] رحمتہ اللہ علیہ. افسوس کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے. انا للہ وانا الیہ راجعون

میں اور کبھی عورتوں کے ہجوم میں آ جا رہے ہیں۔ مرد اور عورتیں ان کے ہاتھ اور پیر بھی چوم رہے ہیں۔ ہم چاروں ہاروں میں گھرے ہوئے اس عظیم جلوس کے کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ قصبہ بھر میں چھوٹے بڑے مرد اور عورتیں ہماری راہ میں کھڑے ہیں مدینہ پاک کی بے پناہ برکتوں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار انعامات سے مشرف ہوتے ہوئے ہم فقیہہ اعظم علیہ الرحمتہ کی مسجد میں پہنچے ہیں۔ شکریہ کے نفل ادا کرنے کے بعد حضرت فقیہہ اعظم کے مزار پر حاضری دی۔ اور پھر مسجد میں جو ایک عظیم اجتماع ہو چکا ہے۔ اس میں گھنٹہ بھر تقریر کی۔ اور بسم اللہ پڑھ کر اپنے گھر میں قدم رکھا ہے۔ اور خدا کا ہزار بار شکریہ ادا کیا۔ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اور اپنی کیفیت یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ؎

حُبِّ احمدؐ ازل ہی سے سینے میں ہے
میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے

سلطان الواعظین خطیب اعظم جناب مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب کوٹلوی مدیر ماہ طیبہ

کی

تالیفات

سچی حکایات حصہ اول اس حصہ میں چار باب ہیں۔ توحید، رسالت۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور خلفائے راشدین۔ ہر باب میں اس کے متعلق سچی حکایات قرآن اور حدیث اور دیگر مستند کتب سے معہ حوالہ جمع فرمادی گئی ہیں۔ اور ساتھ ہی ہر حکایت سے جو سبق ملتا ہے وہ بھی لکھدیا گیا ہے۔ ان حکایات میں توحید باری حضور علیہ السلام کے علوم واختیارات اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بلند وبالا شانیں اور چار یارانِ نبی کے فضائل ومدارج ظاہر ہوتے ہیں۔ کتابی سائز۔ صفحات ۳۸۴ مضبوط جلد۔ خوشنما ٹائٹل۔ قیمت ۳ روپے ۸ر آنے علاوہ محصولڈاک۔

سچی حکایات حصہ دوم اس حصہ میں تین باب ہیں۔ صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ کرام۔ ان میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فضائل وجذبۂ جہاد۔ جرأت وہمت، عزم واستقلال اور عشقِ رسول کی مستند حکایات درج ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مفصل بیان بھی لکھدیا گیا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور انکے علمی وفقہی استنباطات کی حکایات بھی درج کردی گئی ہیں۔ قیمت ۳ روپے ۱۲ر

سچی حکایات حصہ سوم اس حصہ میں تین باب ہیں۔ اولیاء کرام۔ سلاطین وخلفاء اور مختلف حکایات۔ ان میں اللہ کے مقبول بندوں کی اور پہلے زمانہ

کے نیک دل بادشاہوں کی خدا ترسی، عدل پروری اور فہم فراست کی حکائتیں درج ہیں نیز مختلف عنوانات کی سبق آموز حکایات جمع فرمادی گئی ہیں۔ صفحات ۴۰۰۔ مضبوط جلد۔ خوشنما ٹائیٹل و کور۔ قیمت ۳ روپے ۸ آنے۔ علاوہ محصولڈاک۔

واعظ (حصہ اول)

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کے وعظوں کی ملک بھر میں دھوم ہے۔ اس کتاب میں مولانا کے ۱۲ مفصل اور مدلل وعظ درج ہیں۔ ان وعظوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات۔ آپ کا علم غیب، اختیار تصرف، آپ کا نور ہونا۔ شانِ رسالت، ضرورتِ حدیث، ختم نبوت، مسئلہ وسیلہ اور دیگر مسائل مدلل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اہل حق کی تائید واحقاق کے ساتھ ساتھ زندقہ والحاد، مادر پدر آزادی اور دیگر خیالات باطلہ کا مدلل۔ اور عام فہم طرز میں ردّ وابطال بیان کیا گیا ہے۔ ہر وعظ میں آیت وحدیث کا حوالہ لکھ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب مبتدی طلباء کے علاوہ کہنہ مشق مقررین کے لئے بھی بڑی مفید ہے۔ ۱۲ مفصل اور مدلل وعظوں میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف کے علاوہ مستند حکایات اور نتیجہ خیز لطائف بھی درج ہیں۔ اور حسب موقع مثنوی شریف کے فارسی اور اردو اشعار بھی۔

خوبصورت لکھائی چھپائی۔ سہ رنگا دیدہ زیب ٹائیٹل اور مضبوط جلد بندھی ہوئی۔ سائز ۱۸×۲۳/۸ صفحات ۳۸۴ قیمت پانچ روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔